اِک نئے موڑ پر

رضوانہ پرنس



منی ناول

اک نئے موڑ پر

رضوانہ پرنس

کبھی منزل ، کبھی رستہ کوئی کیسے بدلتا
ہمیں معلوم ہی کب تھا کوئی کیسے بدلتا ہے
یقیں سے بے یقینی کے سفر تک ساتھ تھا میرے
بدل کر اس نے دکھلایا کوئی کیسے بدلتا ہے

راہِ زیست کبھی پُرخار و پُرپیچ تو کبھی رواں دواں ہوتی ہے۔ اسی راہ پر سفر کرتے ہوئے اجنبی مسافروں سے آشنائی، کبھی منزل کی جانب رہنمائی کرتی ہے تو کبھی راہ گم کردیتی ہے... ایسے ہی ایک مسافر کا دلگداز احوال جو منزل پر پہنچا تو ضرور مگر کیسے...؟

شوبز کی دنیا کے اسرار سے پردے اٹھاتی، گراتی ایک دل فریب روداد

زنیرا نے جھلملاتی سبز چوڑیوں کے سیٹ کو بڑی حیرت سے اپنی سائڈ ٹیبل پر رکھا ہوا دیکھا۔

''ارے یہ کہاں سے آیا؟'' اس نے جیسے... زیرِلب اپنے آپ سے پوچھا تھا۔ تبھی آٹھ سالہ روشانہ کے کھلکھلا کر ہنسنے پر اس نے بے اختیار پیچھے مڑ کر دیکھا تو روشانہ نے جلدی سے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کی لیکن اس کوشش پر اس کی کھلکھلاہٹ میں مزید اضافہ ہوگیا۔ زنیرا اس



اس طرح بے ساختہ ہنستے دیکھ کر خود بھی ہنس پڑی۔

"روشی ذرا مجھے بھی تو پتا چلا کہ تمہیں اتنی ہنسی کیوں آرہی ہے۔" اس نے پیار سے روشی کے سرخ سرخ رخسار پر چٹکی لیتے ہوئے پوچھا۔

"مما یہ چوڑیاں بابا لے کر آئے ہیں آپ کے لیے۔" روشانہ نے ہنستے ہوئے انکشاف کیا۔

"ارے وہ کب آئے؟ میں نے تو نہیں دیکھا۔" زنیرا نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ وہاں باتھ روم میں چھپے ہوئے ہیں۔" روشانہ نے بڑی معصومیت سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ تب فاران اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا ہوا روشانہ کو مصنوعی خفگی سے دیکھتے ہوئے باتھ روم سے باہر نکل آیا۔

"روشی تمہیں راز دار بنانے سے بہتر ہے کہ انسان خود ہی ٹی وی پر خبر نشر کروا دے۔" اس نے ہلکے سے روشی کی پونی ٹیل کھینچتے ہوئے شرارت سے زنیرا کی طرف دیکھا تو وہ بے اختیار ہنس دی۔

"اچھا تو جناب مجھے سرپرائز دے رہے تھے۔"

"ہاں، سرپرائز تو دے رہا تھا لیکن ہماری گڑیا نے اسے مکمل ہی نہیں ہونے دیا۔" فاران نے بڑی بے چارگی سے روشانہ کی طرف دیکھا تو وہ بھاگ کر اس کے پاس آ گئی۔

"بابا میں نے مما کو کیک کے بارے میں بالکل بھی نہیں بتایا اور نہ ہی......" روشانہ کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ فاران نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ زنیرا کھلکھلا کر ہنس دی۔

"چھوڑیں فاران...... اب جو بھی سرپرائز ہے سب بتا دیں ورنہ رہی سہی کسر فرحان آ کر پوری کر دے گا۔"

"نہیں مما، فرحان کو تو نہ کیک کا پتا ہے اور نہ ہی اس گولڈ رنگ کا جو بابا نے چوڑیوں کے پیچھے چھپا کر رکھی ہے۔" اس بار روشانہ نے سرپرائز کا مکمل خاتمہ کر ہی دیا۔

"اوہ مائی گاڈ، چوڑیوں کے پیچھے رنگ بھی رکھی ہے۔" زنیرا نے بے ساختہ ایکسائٹڈ ہو کر چوڑیوں کے سیٹ کو ہٹا کر اس سرخ مخملی ڈبیا کو اٹھایا تو فاران سر پکڑ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

اصل میں آج زنیرا کی برتھ ڈے تھی۔ اسے سرپرائز دینا اور لینا دونوں ہی بہت پسند تھے سو فاران نے اپنے حساب سے بہت خوب صورت سرپرائز دینا چاہا تھا لیکن اس کی لاڈلی بیٹی نے اس کے سرپرائز کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیا تھا۔ زنیرا کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔ اسے تو موقع مل گیا تھا فاران کا ریکارڈ لگانے کا۔

فاران اور زنیرا کی لو میرج تھی، راہ میں بہت سی رکاوٹیں اور مخالفتیں بھی آئیں۔ ماں کے آنسو اور باپ کی شدید خفگی کو بھی ان دونوں نے فیس کیا لیکن ان کی شدید اور گہری محبت بڑوں کی نفرتوں کی آگ میں جل کر بھسم ہو جانے کے بجائے مزید کندن بن گئی اور بالآخر محبت کی جیت ہو ہی گئی۔ دونوں گھرانوں میں شروع، شروع میں کافی سرد مہری سی رہی لیکن پھر رفتہ رفتہ یہ برف پگھلنی شروع ہو گئی۔ فاران نے کچھ ایسے اپنے ساس سسر کے دل میں جگہ بنائی کہ وہ جو اس کا نام بھی سننے کے روادار نہیں ہوتے تھے اب انہیں اپنے داماد سے بڑھ کر کوئی اور لگتا ہی نہیں تھا۔ بیٹے سے بھی بڑھ کر ثابت ہوا تھا وہ ان لوگوں کے لیے۔ یہی حال زنیرا کا بھی تھا۔ اپنے صبر، محبت اور خدمت سے اس نے سسرال میں سب کا دل کچھ ایسے جیتا کہ بچے بڑے سب ہی اس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ زنیرا کی ساس کا انتقال ہو چکا تھا۔ سسر اپنے بڑے بیٹے اور بہو کے ساتھ رہتے تھے۔ دو نندیں تھیں شادی شدہ تھیں اور اس شادی کی سب سے زیادہ مخالفت بھی انہی دونوں نے کی تھی کیونکہ انہوں نے ہمیشہ سے اپنی خالہ زاد بہن کو اپنی بھابی کے روپ میں دیکھا تھا جو ان دونوں کی بچپن کی دوست بھی تھی۔

بڑے بھائی ذیشان کو بھی اجالا اپنی بھابی کے طور پر بہت اچھی لگتی تھی جبکہ سسر الطاف صاحب کی بھی اجالا بچپن سے ہی بہت لاڈلی تھی۔ پورا خاندان ذہنی طور پر اجالا کو اس گھر کی بہو تسلیم کر چکا تھا لیکن فاران جو کہ اپنی جاب کے سلسلے میں لاہور میں مقیم تھا، وہ ان کے خیالات جانتے ہوئے بھی انجان بنا رہتا کیونکہ وہ تو اپنا دل زنیرا کے معصوم حسن کے سامنے ہار چکا تھا جو آفس میں اس کی کولیگ ہونے کے ساتھ ساتھ اب اس کے دل کی ہر دھڑکن میں بھی بسنے لگی تھی۔ اجالا نے اپنے دل کے ٹوٹنے کی صدا کسی کو بھی نہیں سننے دی بلکہ فاران کی شادی سے پہلے، پہلے ہی وہ عدیل کی دلہن بن کر امریکا سدھار گئی۔ عدیل اس کا کلاس فیلو رہ چکا تھا۔ پڑھائی کے سلسلے میں امریکا گیا تو پھر وہیں کا ہو کر رہ گیا تھا لیکن یونیورسٹی کے زمانے سے ہی شاید اجالا اس کی محبت بن کر اس کے دل میں چھپی ہوئی تھی تبھی تو اس بار اپنی ماں کے اصرار پر وہ اپنی شادی کے سلسلے میں پاکستان آیا تو سب سے پہلے اجالا ہی سے ملا اور پھر دوسرے ہی دن عدیل کی ماں اس کا رشتہ لے کر اُن کے گھر چلی آئیں۔ اجالا تو حیران ہی رہ گئی۔ وہ تو شکر ہوا کہ اجالا کے ابو نے فوراً جواب نہیں دیا تھا۔ اسی شام اتفاق سے فاران کی بڑی بہن راحیلہ باجی سُوجی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس کے پاس چلی آئیں اور ان کی باتوں نے جیسے اجالا کا دل لہولہو کر دیا۔

راحیلہ باجی، فاران کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ زنیرا کو کوس رہی تھیں لیکن اسے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ کان جیسے سائیں سائیں کر رہے تھے۔ وہ جو بچپن سے اس کے دل میں بسا ہوا تھا۔ جس کے خوابوں سے اس کی دنیا سجی ہوئی تھی۔ اپنی آنے والی زندگی میں سوائے فاران کے اس نے کبھی کسی اور کا تصور تک نہیں کیا تھا۔ اسی کو اپنے جسم و جان کا مالک جانا تھا اور آج اچانک اسے پتا چلا کہ وہ تو اس کا تھا ہی نہیں...... اس کی محبت، اس کے جذبات، اس کے احساسات سب کسی اور کے لیے تھے اور وہ کتنی نادان تھی، نہ اس کے دل میں جھانک سکی اور نہ اس کی آنکھوں کو پڑھ سکی اس کی ہر بات کو اپنے مطلب کے معنی پہنا کر احمقوں کی جنت میں گھومتی رہی۔ اس نے بہت ضبط سے راحیلہ باجی کی ساری باتیں سنیں...... چہرے سے کچھ ظاہر کیے بغیر مسکرا کر انہیں فاران کو اس کی مرضی سے جینے کا حق دینے کی بات کی اور اسی رات عدیل کو فون کر کے اس کے پروپوزل پر ہاں کر دی۔ فاران کے گھر والوں پر اس کی شادی کی خبر شدید شاک کی صورت میں پہنچی۔ فاران سے خفگی اور زنیرا سے نفرت مزید بڑھ گئی لیکن اب وہی زنیرا ان سب کی آنکھوں کا تارا تھی۔

فاران کے ابو الطاف صاحب جب بھی ان کے گھر رہنے آتے زنیرا جیسے ایک پیر سے ان کے لیے کھڑی رہتی۔ اتنا خیال اتنی خدمت کرتی کہ الطاف صاحب نہال، نہال ہو جاتے۔ روشانہ اور فرحان کی پیدائش کے بعد ان کا زیادہ دل اب فاران کے گھر پر ہی لگنے لگا تھا جس کا اکثر ذیشان گلہ کرتا رہتا تھا۔ آج زنیرہ کی سالگرہ تھی اور اس کے میکے اور سسرال والے دونوں ہی رات ڈنر پر اس کے گھر آرہے تھے لیکن اس وقت روشانہ کی معصوم اداؤں میں کھو کر وہ جیسے سب کچھ بھلا بیٹھی تھی۔ فاران کو بھی اپنی لاڈلی بیٹی کے بھولپن پر بہت پیار آرہا تھا۔ اپنے سرپرائز کے خراب ہونے کے دکھ پر روشانہ کی معصومیت غالب آ گئی تھی۔ زنیرا کو فاران کو تنگ کرنے میں بڑا مزہ آرہا تھا تبھی فاران کے موبائل پر اس کے آفس سے فون آ گیا اور زنیرا اسے باتوں میں مصروف چھوڑ کر فرحان کو دیکھنے ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی جو نہ جانے کب سے ٹی وی ہی دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں فاران کچھ اپ سیٹ سا وہیں لاؤنج میں آ گیا۔

"کیا ہوا فاران سب ٹھیک تو ہے ناں؟" اس

نے کچھ کانشس ہو کر فاران کے الجھے ہوئے سے انداز کو دیکھا۔

''ہمارے باس صاحب کا فون تھا۔ فوراً لاہور بلایا ہے، اِن فیکٹ ان کا کہنا ہے کہ تین گھنٹے بعد کی فلائٹ سے وہ میری سیٹ بک کروا رہے ہیں۔ آفس کا آدمی ٹکٹ لے کر مجھے ائرپورٹ پر ہی مل جائے گا۔'' فاران نے بے حد کوفت سے اسے دیکھتے ہوئے اطلاع دی تو وہ ایک لمحے کو تو بالکل چپ سی ہو گئی۔ ساری خوشی لمحوں میں جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئی تھی۔

''فاران اس سے تو بہتر تھا کہ ہم لاہور میں ہی رہتے۔ ناحق آپ نے کراچی کی برانچ میں اپنا ٹرانسفر کروایا۔ ارے یہ بھی بھلا کوئی بات ہوئی نہ وقت دیکھتے ہیں اور نہ موقع جب دل چاہتا ہے بلا لیتے ہیں مانو لاہور نہ ہو گیا طارق روڈ ہو گیا۔'' وہ کچھ لمحوں بعد اپنی چپ کو توڑتے ہوئے جیسے پھٹ ہی پڑی۔

''زینی میں نے انہیں بتانے کی کوشش کی تھی کہ آج ہمارے گھر کوئی فنکشن ہے لیکن بات ہی کچھ اتنی اہم ہے کہ میرا جانا ضروری ہے۔ یہ ملٹی نیشنل کمپنی ہے اور تم خود بھی اس میں کام کر چکی ہو اور تم کو پتا ہی ہے کہ......''

فاران کی بات کو زنیرا نے درمیان سے ہی کاٹ دیا۔

''میں بس اتنا جانتی ہوں کہ آج آپ کے بغیر میری زندگی کی بدترین سالگرہ ہو گی۔ فاران میں ابھی سب کو آنے سے منع کر دیتی ہوں۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے فون کی طرف بڑھی تو فاران نے بے اختیار اس کے ہاتھ کھینچ کر اسے اپنے نزدیک بٹھا لیا۔

''پلیز جان اگر تم ایسے بی ہیو کرو گی تو میں جس ذہنی ٹینشن کے ساتھ لاہور جاؤں گا تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتیں۔ جانا تو مجھے بہر حال ہے لیکن اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم مجھے کیسے رخصت کرتی ہو۔'' زنیرا نے چونک کر اس کے بجھے ہوئے چہرے کو دیکھا تو اپنے اس رویے پر ندامت سی محسوس ہونے لگی۔ وہ کون سا اپنی خوشی سے جا رہا تھا۔ اب سے کچھ دیر قبل کتنا چہک رہا تھا وہ...... کتنے پیارے گفٹ لے کر آیا تھا وہ اس کے لیے...... نوکری میں تو یہ سب ہوتا ہی ہے اور فاران کے سنگ تو اسے زندگی کا ہر دن ہی اپنی سالگرہ کے مانند لگتا تھا۔

''سوری فاران، شاید میں کچھ جذباتی ہو گئی تھی۔ یقیناً یہ meeting زیادہ امپورٹنٹ ہو گی تبھی نسیم صاحب نے آپ کو ارجنٹ کال کیا ہے۔'' اس نے کچھ شرمندگی سے فاران کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اطمینان کی سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''تھینک یو میری پیاری بیوی' اللہ تمہیں سدا خوش رکھے اور مجھے ہمیشہ سہاگن رکھے۔'' وہ بہت شرارت بھرے لہجے میں اسے دعائیں دیتا ہوا اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھا۔

''سہاگن......؟'' زنیرا بے اختیار ہنس دی۔

''تو پھر سہاگا ہی کہہ لو، بھئی میرا مطلب ہے کہ تم ہمیشہ سلامت رہو۔'' وقت بہت کم تھا زنیرا نے جلدی جلدی اس کی ضروری چیزیں بیگ میں رکھیں کہ کل شام تک تو اسے واپس آ ہی جانا تھا۔ گھر سے نکلتے وقت اس نے زنیرا کو خاص طور پر پھر تاکید کی۔

''دیکھو زینی اپنی برتھ ڈے بہت خوشی، خوشی منانا، کسی چیز میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔ خوب ہنستی مسکراتی رہنا۔'' زنیرا اپنے دل کی اداسی چھپا کر بظاہر مسکراتے ہوئے اس کی باتوں پر اثبات میں سر ہلاتی رہی۔ فرحان نے بھی خوشی خوشی اپنے بابا کو خدا حافظ کہا لیکن روشانہ کافی روٹھی روٹھی سی تھی فاران سے۔

''ارے میری گڑیا میں کل تو آ ہی جاؤں گا ناں...... پھر ہم لوگ دوبارہ تمہاری مما کی سالگرہ سلیبریٹ کریں گے کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں۔'' فاران نے روشانہ کی آنکھوں میں نمی محسوس کر کے اسے لپٹا لیا۔

''مجھے آپ کے باس بہت برے لگتے ہیں بابا۔'' وہ روٹھے ہوئے لہجے میں بولی تو فاران ہنس دیا۔

''او کے بیٹا میں انہیں تمہارا یہ پیغام دے دوں گا لیکن اگر انہوں نے مجھے جاب سے نکال دیا تو پھر......؟''

''پھر آپ میرے اسکول میں جاب کر لیجیے گا۔ میں اپنی میڈم سے کہہ دوں گی۔'' روشانہ کے اس معصوم سے حل پر زنیرا اور فاران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دیے تھے۔

سالگرہ میں سب ہی کو فاران کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی شوخ زندگی سے بھرپور شخصیت ہر محفل میں جیسے جان ڈال دیا کرتی تھی لیکن آج زنیرا کے اس اسپیشل دن پر سجائی گئی محفل کتنی سونی سونی سی محسوس ہو رہی تھی۔ زنیرا بظاہر خوش نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن دل کے اندر سناٹا جیسے اترتا ہی جا رہا تھا۔ تیار بھی وہ بہت بے دلی سے ہوئی تھی۔ وہ سراہنے اور نثار ہو جانے والی نظریں ہی جب آس پاس نہ تھیں تو وہ کس کے لیے تیار ہوتی۔ اس نے تو فاران سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ یہ ڈنر کل اس کی واپسی پر رکھ لیتے ہیں لیکن وہ نہیں مانا تھا کہ عین وقت پر سب کو منع کرنا بہت آکورڈ لگے گا۔ کیک کاٹتے وقت لاشعوری طور پر اسے فاران کی کال کا انتظار رہا تھا لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ لاہور پہنچتے ہی وہ کس طرح کام میں بزی ہو گیا ہو گا۔ ویسے تو وہ اکثر ایک دو دن کے لیے لاہور جایا ہی کرتا تھا لیکن اس بار اس کا جانا زنیرا کی ایک خوب صورت سی خوشی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا اور آج اسے اپنی یہ سالگرہ زندگی کی سب سے خراب سالگرہ محسوس ہو رہی تھی۔

☆☆☆

فائیو اسٹار ہوٹل کے خوب صورت کمرے میں وہ صوفے پر بیٹھا ہوا اس وزیٹنگ کارڈ کو ہاتھ میں تھامے بار بار پڑھ رہا تھا اور ہر بار ایک ناقابلِ یقین کیفیت اس کی آنکھوں سے جھلکنے لگتی۔ قسمت کبھی کبھی انسان کو اتنے حیران کن لمحات سے دوچار کر دیتی ہے کہ جن کا اس نے خواب میں بھی تصور نہیں کیا ہوتا۔ کبھی کوئی آنے والا دن اپنی پٹاری میں سے ایسا طاقتور لمحہ نکال کر انسان کی جھولی میں ڈال دیتا ہے جو اس کی پوری زندگی ہی بدل ڈالتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ وہ لمحہ خوش قسمتی کا لبادہ اوڑھے ہوتا ہے یا بدبختی کی سیاہی میں ڈوبا ہوتا ہے۔ فاران کی زندگی میں بھی وقت نے اچانک ہی اپنے دامن سے ایک جگمگاتا ہوا لمحہ جھٹک کر اس کی جھولی میں گرا دیا تھا۔ حالانکہ لاہور پہنچنے کے بعد وہ اپنے کام میں کچھ ایسا بزی ہوا تھا کہ سانس لینے کی بھی فرصت نہیں ملی تھی لیکن پھر بھی ہمہ وقت دل میں ایک حیرت انگیز خوشی بار بار اسے عجیب سے احساس سے دوچار کرتی رہی تھی اور اب رات تقریباً بارہ.... بجے وہ اپنے ہوٹل کے کمرے میں پہنچا تو تھکن کا احساس کیے بِنا بے اختیار اس نے شیرازی صاحب کا دیا ہوا وزیٹنگ کارڈ نکال لیا اور صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے بغور اسے پڑھا تو ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ نے احاطہ کر لیا۔ شیرازی سے آج اپنی ملاقات کا وہ سین اپنی پوری جزیات کے ساتھ اس کی نگاہوں میں گھوم گیا۔

اسے جب بھی لاہور کمپنی کے کام کے سلسلے میں جانا ہوتا تھا تو ہمیشہ اسے بزنس کلاس کا ٹکٹ ہی ملتا تھا سو اس وقت بھی وہ اس لگژری کلاس کی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے زنیرا اور بچوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس کے یوں اچانک چلے جانے پر کتنے اپ سیٹ سے لگ رہے تھے۔ اس اچانک میٹنگ نے جیسے سب کی خوشیوں پر پانی ہی پھیر دیا تھا۔ جہاز نے کب ٹیک آف کیا اپنے خیالوں میں گم فاران کو پتا ہی نہیں چلا۔ بزنس کلاس میں زیادہ مسافر نہیں تھے۔ اس کے ساتھ والی سیٹ خالی تھی۔ پیاری پیاری سی دو ائر ہوسٹس کھانا وغیرہ سرو کرنے میں مصروف تھیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ کافی پیتے ہوئے کوئی میگزین دیکھنے میں محو تھا کہ ایکسکیوزمی کی آواز پر اس

www.paksociety.com

نے بے اختیار چونک کر اوپر دیکھا۔ ایک صاحب جو کافی بُردبار اور بارعب سی شخصیت نظر آرہے تھے اس سے بڑی شائستگی سے مخاطب تھے۔

''اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں کچھ دیر آپ کے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں؟''

''جی بالکل ضرور بیٹھیے۔'' فاران نے بھی بہت تہذیب سے انہیں بیٹھنے کی دعوت دی۔ اُسے ان کی صورت بہت دیکھی ہوئی سی محسوس ہورہی تھی لیکن بالکل یاد نہیں آرہا تھا کہ کہاں دیکھا ہے۔

''میں فرہاد شیرازی ہوں، یہاں کی فلم انڈسٹری کا ایک مشہور ڈائریکٹر، آئی ہوپ آپ نے میرا نام ضرور سنا ہوگا۔'' ان کے تعارف کروانے پر فاران کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا اور ایک دم ہی پہچان کی روشنی اس کی آنکھوں میں دمک اٹھی اس نے اور زنیرا نے فرہاد شیرازی کی کافی فلمیں دیکھی ہوئی تھیں۔ ان فیکٹ وہ زنیرا کے فیورٹ ڈائریکٹر تھے۔ اخبارات اور رسائل میں ان کی تصویریں چھپتی رہتی تھیں اور اکثر ٹی وی پر ان کے انٹرویوز کو بھی ان لوگوں نے بہت شوق سے دیکھا تھا۔

''اوہ..... شیرازی صاحب، واٹ اے... سرپرائز...... مجھے یقین نہیں آرہا کہ میں اپنے فیورٹ ڈائریکٹر کو اپنے پاس بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔'' اس کے پُرجوش لہجے پر فرہاد شیرازی دھیمے سے مسکرا دیے۔

''ابھی میں جو کچھ آپ سے کہنے جارہا ہوں اسے سن کر آپ کو مزید یقین نہیں آئے گا۔'' ان کے معنی خیز انداز پر فاران نے چونک کر اُن کی طرف دیکھا تو کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد ان کے ہونٹوں سے نکلتے ہوئے الفاظ سچ مچ فاران کو حیرت کے گہرے سمندر میں ڈبو رہے تھے۔

''سب سے پہلے تو میں آپ کا تعارف حاصل کرنا چاہوں گا۔''

''جی، میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا ہوں اور میرا نام فاران سجاد ہے۔''

''کیا آپ شادی شدہ ہیں؟'' یہ شیرازی کا اگلا سوال تھا۔

''جی ہاں اور میرے دو پیارے، پیارے سے بچے بھی ہیں۔'' فاران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''فاران آپ جانتے ہوں گے کہ آج کل میں اپنی ایک نئی فلم کی لانچنگ پر کام کررہا ہوں جس کے لیے مجھے نئے چہروں کی تلاش ہے خاص طور پر ہیرو کے لیے میں کافی دنوں سے سرگرداں تھا لیکن کوئی بھی نوجوان میرے قائم کردہ معیار پر پورا نہیں اتر رہا تھا لیکن آپ کو پہلی نظر میں دیکھتے ہی دل نے کہا یہی وہ شخص ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔''

''جی...؟'' فاران نے شدید حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔ دل اتنی زور سے دھڑکا کہ اس کے دھڑکنے کی آواز اس کے کانوں تک آئی تھی۔

''آپ کی پرسنالٹی، آپ کا چہرہ خاص طور پر آپ کی آنکھوں کی کشش ہی فلم بینوں کو سینما تک کھینچ لائے گی۔'' شیرازی اتنے نارمل انداز میں اس کی تعریف کررہے تھے گویا آٹے، دال کا بھاؤ بتا رہے ہوں جبکہ فاران کی اضطراری کیفیت اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ دل سنبھالے نہیں سنبھل رہا تھا۔

''لیکن سر میں تو شادی شدہ ہوں اور آپ کو تو ینگ ہیرو کی تلاش ہوگی۔'' فاران کے لہجے میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔ اتنا نروس تو وہ کبھی نہیں ہوا تھا۔

''دیکھیے فاران ایک بات یاد رکھیے جوان وہی کو خود ہی کھٹا کہتا ہے اس سے کوئی بھی دہی نہیں خریدتا۔'' شیرازی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ ''آپ کا شادی شدہ ہونا جب میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا تو آپ کیوں اس کے بارے میں پریشان ہورہے ہیں۔ بس آپ مجھے صرف اس بات کا جواب دیجیے کہ کیا آپ میری فلم میں ایز اے ہیرو کام کرنے کو تیار ہیں، میرا مطلب ہے کہ میری آفر آپ کو قبول ہے؟'' انہوں نے دو ٹوک انداز میں اس سے پوچھا تو وہ مزید گڑبڑا گیا۔

''سر میں نے پہلے کبھی ایکٹنگ نہیں کی ہے، دراصل مجھے اس بارے میں کچھ پتا ہی نہیں ہے ورنہ آپ کی آفر تو میرے لیے دنیا کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔'' اس نے ان کے حتمی انداز پر بہت نروس ہوکر.... جواب دیا تو شیرازی صاحب نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔

''مجھے ایسے لوگ پسند ہیں جو کوئی فیصلہ کرلیتے ہیں تو اس پر سرتاپا ڈٹ جاتے ہیں اگر کوئی دوڑ نہیں سکتا تو پھر بھی وہ فاتح ہے کیونکہ اس نے کوشش ہی نہ کرنے کے خوف کو شکست دی ہے۔ ناکامی سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں دوست، میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ آپ جو بھی چاہتے ہیں وہ بن سکتے ہیں۔''

''آپ کا مطلب ہے کہ میں ایکٹنگ کرسکوں گا وہ بھی ایز اے ہیرو؟'' فاران نے بہت جھجکتے ہوئے یقین نہ آنے والے لہجے میں پوچھا تو وہ ہنس دیے۔

''یہ سب آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے۔ جوہری کو ہی پتا ہوتا ہے کہ ہیرا کیسے تراشا جاتا ہے۔ آپ ایسا کریں کہ کل شام اس پتے پر آکر مجھ سے مل لیں۔ ہم وہیں پر سب باتیں ڈسکس کرلیں گے۔'' وہ جیب سے اپنا کارڈ نکالتے ہوئے بولے تھے اور فاران کو ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے وہ اس جہاز کی اڑان سے بھی زیادہ اونچا اڑتا جارہا ہے۔ پھر لاہور آنے تک شیرازی نے اپنی باتوں سے جیسے اس کے اندر ایک نئی روشنی اور نیا شعور اجاگر کردیا تھا۔ اس وقت وہ ان کا وزیٹنگ کارڈ ہاتھوں میں لیے اپنی زندگی میں آنے والے اس واقعے کو ایک معجزہ سے ہی تشبیہ دے رہا تھا۔ تب اچانک ہی اسے زنیرا کا خیال آیا جس کی برتھ ڈے پر قدرت نے فاران کی زندگی میں ایک بہت ہنگامہ دینے والا حسین موڑ لانے کا اشارہ دیا تھا۔ ویسے بھی پہلے اپنی میٹنگ اور پھر اس ایکسائٹمنٹ میں وہ جیسے زنیرا کی سالگرہ کا دن بھول ہی گیا تھا۔ کتنی بور اور اپ سیٹ لگ رہی تھی وہ اس کے یوں اچانک چلے جانے سے لیکن اللہ کے ہر کام میں ضرور کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے اگر آج وہ کمپنی کے کام سے لاہور نہ آرہا ہوتا تو یہ وقت، یہ لمحے کبھی یوں اس کی زندگی میں نہ آتے۔ اسی فلائٹ میں اس کی زندگی کی

نئی خوشیاں نئی شروعات چھپی ہوئی تھیں اگر یہ فلائٹ مس ہو جاتی تو اسے پتا بھی نہیں چلتا کہ وہ اپنی زندگی میں آنے والی کتنی بڑی خوشی کو بھی مس کر گیا ہے۔ فاران نے مسکراتے ہوئے یہ سب سوچا اور اب اس خبر کو اسے اپنی زنیرا سے بھی تو شیئر کرنا تھا۔

☆☆☆

''اوہ مائی گاڈ..... مجھے بالکل یقین نہیں آرہا، فاران! بھلا شیرازی آپ کو فلم کی آفر کیسے کر سکتے ہیں؟'' زنیرا کو کسی طور یقین نہیں آرہا تھا اور یہ جملہ کوئی تیسری بار اس کے منہ سے ادا ہو رہا تھا۔

''ارے بابا اب میں اتنی دور سے تمہیں کیسے یقین دلاؤں..... پہلے میں خود تو اس بے یقینی کی کیفیت سے کسی طرح نکلوں۔'' فاران کا لہجہ خوشی سے معمور تھا۔

''کمال ہو گیا یہ تو..... فاران میری فرینڈز ہمیشہ مجھ سے کہتی تھیں کہ تمہارا شوہر کسی فلم کا ہیرو لگتا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ سچ مچ ایک ہیرو بن جائیں گے اور وہ بھی شیرازی جیسے ٹاپ موسٹ ڈائریکٹر کی فلم کے۔ سچ فاران آپ جو کچھ بتا رہے ہیں میرا دل چاہ رہا ہے کہ ابھی سب فرینڈز کو فون کر کے انہیں یہ خبر سناؤں۔ ویسے بھی آج کل شیرازی کی اس نئی فلم تیرا میرا پیار امر کے چرچے کافی ہو رہے ہیں۔ اوہ میرے خدا..... اور اس کے ہیرو آپ ہوں گے۔'' آخری جملہ اس نے اتنی زیادہ ایکسائٹمنٹ کے ساتھ ادا کیا کہ فاران بے اختیار ہنس دیا۔

''ارے جانِ فاران ابھی کل میری ان سے ملاقات تو ہو جانے دو، ان لوگوں کے دین ایمان کا کچھ پتا نہیں، ہو سکتا ہے کہ کل ان کا ارادہ ہی بدل جائے۔'' اس کی بات پر زنیرا ایک دم گھبرا گئی۔

''پلیز فاران ایسی ناامیدی کی بات کر کے میری خوشی کو الجھن میں تو مت بدلیں ناں!'' وہ کچھ اپ سیٹ سی ہو گئی۔

''بھئی میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ جب تک ہر چیز کنفرم نہ ہو جائے ہمیں ہوائی قلعے نہیں بنانے چاہئیں۔ پلیز ابھی تم میرے یا اپنے گھر والوں کو قطعی اس خبر کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ میں کل رات ان سے ملنے کے بعد تم کو فون کروں گا اور انشاء اللہ اچھی خبر ہی ہوگی۔'' فاران نے بڑی سنجیدگی سے اسے سمجھایا تو وہ دل پر جبر کر کے مان گئی۔ ورنہ اس کا تو ارادہ ہو رہا تھا کہ وہ ابھی اتنی لیٹ نائٹ میں بھی سب کو جگا کر یہ ناقابلِ یقین خبر سنا دے۔

☆☆☆

وہ جلے پیر کی بلی کے مانند پورے گھر میں ادھر سے اُدھر گھومتی پھر رہی تھی۔ بڑے بیٹے فرحان کو آج اس نے جلدی ہی کھانا کھلا کر سلا دیا تھا جبکہ روشانہ کسی طور سونے پر راضی نہیں ہو رہی تھی۔

''مما، بابا نے تو کہا تھا کہ وہ آج آجائیں گے، مجھے ان کا ویٹ کرنا ہے۔'' وہ ٹھنک کر بولی تھی۔

''بیٹا ابھی ان کا کام ختم نہیں ہوا ہے۔ انشاء اللہ وہ کل ضرور آجائیں گے۔'' وہ اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے اسے سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''بابا ہمیشہ اپنا پرامس پورا کرتے ہیں، وہ آج ضرور آئیں گے۔'' روشانہ اس کی بات مان کر نہیں دے رہی تھی۔ بیٹیاں اپنے باپ سے زیادہ اٹیچڈ ہوتی ہیں لیکن روشانہ کی تو جان ہی جیسے اپنے بابا میں تھی اور فاران کو بھی اس کے بنا ایک پل بھی چین نہیں آتا تھا۔ اکثر زنیرا اسے ٹوکتی بھی رہتی تھی کہ اس کا اتنا لاڈ پیار اسے بگاڑ دے گا لیکن فاران اس کی باتوں کو ہنسی میں اڑا دیتا۔

''بیوی تم ہم باپ بیٹی کی محبت سے جیلس ہونا چھوڑ دو۔ تمہارے عشق کا کوٹا تو میں نے الگ اپنے دل میں چھپا کر رکھا ہوا ہے پھر تمہیں کیا پریشانی ہے۔''

روشانہ کو بڑی مشکل سے سلا کر وہ لاؤنج میں آگئی۔ موبائل اس کے ہاتھ میں تھا لیکن بج کر ہی نہیں دے رہا تھا۔ زنیرا نے کئی بار خود فاران کو کال ملانے کی کوشش کی لیکن وہ بھی آف جا رہا تھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ زنیرا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود ابھی اُڑ کر لاہور پہنچ جائے۔

''آخر کتنی لمبی میٹنگ چل رہی ہے اس کی شیرازی کے ساتھ!'' زنیرا نے بہت الجھ کر سوچا تھا تبھی اس کا موبائل بج اٹھا اسکرین پر فاران کا نام جگمگا رہا تھا۔

''ہیلو فاران کیا ہوا کانٹریکٹ سائن کر لیا آپ نے؟'' اس نے یہ سوالات اتنی بے چینی سے پوچھے کہ فاران کو اپنی ہنسی روکنی محال ہو گئی۔

''ارے لڑکی تم تو کچھ زیادہ ہی ایکسائٹڈ ہو رہی ہو۔''

''اُفوہ، بھئی آپ میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے۔ کیا کہا ہے شیرازی نے؟ آپ سلیکٹ ہو گئے ناں؟'' اس بار اس کا لہجہ اور زیادہ بے تابی سمیٹے ہوئے تھا۔

''ہاں زنیرا آج سب کچھ فائنل ہو گیا ہے انہوں نے کل مجھے کانٹریکٹ سائن کرنے کے لیے بلایا ہے۔'' فاران کے لہجے میں خوشی کی بے پناہ کھنک تھی۔ زنیرا خوشی سے چیخ ہی اٹھی۔

''اُف فاران، آپ شیرازی کی فلم کے ہیرو بن گئے ہیں۔ اللہ کتنا مزہ آئے گا۔'' اس کے بے ربط جملے خوشی کے بے پناہ اظہار کو ظاہر کر رہے تھے پھر کتنی ہی دیر دونوں اسی موضوع پر بات کرتے رہے۔ ابھی فاران کو اسی سلسلے میں دو تین دن اور رکنا تھا۔ باس سے اس نے لاہور میں کسی عزیز کی شادی کا بہانہ بنا کر کچھ دنوں کی چھٹی لے لی تھی۔ باتیں کرتے ہوئے اچانک فاران کو کچھ یاد آیا۔

''ارے ہاں زنیرا..... تمہارے فیورٹ ڈائریکٹر صاحب نے ایک عجیب سی شرط بھی رکھی ہے۔''

''کیسی شرط......؟'' زنیرا نے بہت تجسس سے پوچھا۔

''ان کی تاکید ہے کہ جب وہ اس سلسلے میں پریس کانفرنس کریں گے تو مجھے اپنے آپ کو اَن میریڈ ظاہر کرنا ہوگا اور جب تک فلم ریلیز نہیں ہو جاتی مجھے میڈیا کے سامنے تمہارا اور بچوں کا قطعی کوئی ذکر نہیں کرنا ہے۔ بہت سختی سے منع کیا ہے انہوں نے۔'' فاران کا لہجہ الجھا ہوا سا تھا۔

''کوئی بات نہیں فاران، یہ بات ان کے اور ان کی فلم کے مفاد میں ہی ہے۔ کتنا مزہ آئے گا جب آپ کی فلم ہٹ ہو جائے گی۔ لڑکیاں آپ کے لیے کریزی ہو رہی ہوں گی اور پھر یہ اچانک انکشاف کہ آپ کی ایک پیاری سی بیوی اور دو کیوٹ سے بچے بھی ہیں ان کے دل پر کیسی بجلی گرائے گا۔ ایمان سے پھر تو میں ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جایا کروں گی۔ خوب خون جلاؤں گی آپ کی فینز کا۔'' وہ بہت ترنگ میں کہتے ہوئے جیسے خوابوں کی حسین دنیا میں کھو رہی تھی۔

''اچھا، اچھا میری شیخ چلّی صاحبہ اب ذرا حقیقت کی دنیا میں واپس آجائیں۔'' فاران اس کی معصومیت پر بے ساختہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''اور ہاں میرے دونوں پھولوں کا کیا حال ہے۔ مجھے یاد تو نہیں کر رہے؟'' دفعتاً اسے اپنے بچوں کی یاد آئی تھی۔

''فرحان تو مگن ہے لیکن روشانہ آپ کو بہت مس کر رہی ہے۔ آج بھی بڑی مشکل سے سوئی ہے۔ فاران آپ نے اسے کچھ زیادہ ہی اپنا عادی بنا لیا ہے۔ قسم سے بڑا تنگ کرتی ہے مجھے آپ کی غیر موجودگی میں۔'' وہ شکوہ کرتے ہوئے بولی۔

''بس میری بچی کو بہلائے رکھنا، پرسوں تک آجاؤں گا۔'' فاران کے لہجے میں اپنی بیٹی کے لیے پیار امنڈ آیا تھا۔

''اوکے ہمارے ہیرو جی، انشاء اللہ جب آپ گھر واپس آئیں گے تو سب سے پہلے تو میں آپ سے آٹو گراف لوں گی۔ آپ کی زندگی کا سب سے پہلا آٹو گراف۔'' وہ شرارت بھرے لہجے میں بولی تو فاران نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا۔

فاران نے آنے میں تین دن مزید لگا دیے تھے۔ شیرازی سے ایکٹنگ کے اَسرار و رموز سمجھتے ہوئے اسے بہت مزہ آرہا تھا۔ شیرازی بہت ہی اچھے انداز میں اسے ہر طرح سے بریف کر رہے تھے۔ فاران کی صبح شام زنیرا سے اور بچوں سے بات ہوتی رہی تھی۔ زنیرا نے یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے خاندان میں پھیلا دی تھی۔ مبارک بادیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ سب ہی بہت ایکسائٹڈ تھے۔ زنیرا کی چھوٹی بہن لالہ رخ اور بھائی شہباز تو فخریہ اپنے، اپنے فرینڈز کو بھی یہ خبر سنا رہے تھے۔ امی فلموں کی زیادہ شوقین نہیں تھیں پر داماد کے ہیرو بننے کی ویلیو سے بھی واقف تھیں لیکن خاموش سے تھے تو بس اسلم صاحب یعنی زنیرا کے ابو...... انہوں نے اس خبر پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ اس دن زنیرا اپنے بہن بھائی کے اصرار پر شام کو امی کے گھر پہنچی تو آنکھوں میں خوشی کی جگمگاہٹ لیے وہ ابو کے کمرے میں بھی چلی آئی۔

''فاران کب تک آرہا ہے؟'' زنیرا سے انہوں نے بنا کسی خوشی کا اظہار کیے بجھے ہوئے لہجے میں جب سوال کیا تو زنیرا نے بڑی حیرت سے اُن کے چہرے کی طرف دیکھا۔ ہر طرف سے اس خبر کی اہمیت کو انجوائے کرتے ہوئے زنیرا کو ابو کا رویہ کچھ عجیب سا لگا تھا۔

''جی انشاء اللہ وہ پرسوں تک آجائیں گے لیکن کیا آپ کو فاران کا فلم سائن کرنا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ آپ کچھ اپ سیٹ سے لگ رہے ہیں ابو؟'' زنیرا نے کچھ جھجکتے ہوئے اُن کے چہرے کی طرف دیکھا۔

''بیٹا کبھی کبھی کسی جگمگاتی ہوئی رنگین خوشی کے پیچھے گہرے دکھ چھپے ہوتے ہیں اور ان کا پتا اس وقت چلتا ہے جب وہ دکھ اپنی سیاہی اس جگمگاتی خوشی پر پھیلا کر زندگی میں اندھیرا ہی اندھیرا بکھیر دیتے ہیں۔'' اسلم صاحب کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا کہ زنیرا بس انہیں دیکھتی ہی رہ گئی۔

☆☆☆

فاران کو لاہور گئے ہوئے پندرہ دن سے زیادہ ہوچکے تھے اور فی الحال اس کا واپس آنے کا کوئی پروگرام بھی نہیں لگ رہا تھا۔ زنیرا کا انتظار اب سخت بوریت میں بدلنے لگا تھا۔ بچوں کو خاص طور پر روشانہ کو بہلاتے، بہلاتے اب وہ تھکنے لگی تھی جو ہر روز اپنے بابا کا انتظار کرتے ہوئے اسے کافی تنگ کرتی تھی۔

''مما آپ نے تو کہا تھا کہ بابا آج آجائیں گے لیکن وہ آج بھی نہیں آئے۔'' پورے دن کا انتظار رات اس کی آنسو بھری آنکھوں پر ختم ہوتا تھا۔ مشکل یہ بھی تھی کہ فاران وہاں کچھ ایسا بزی ہوچکا تھا کہ بچوں سے تفصیلی بات کرنے کا بھی اس کے پاس ٹائم نہیں تھا۔ زنیرا سے بھی بس جلدی، جلدی میں ہی بات ہوتی۔

''زنی میری جان، انشاء اللہ میں کل رات تک ہر حال میں واپس آنے کی کوشش کروں گا۔'' آج بھی وہ زنیرا کو کل اپنے آنے کا یقین دلا رہا تھا۔

''بس، بس رہنے دیں فاران...... پتا نہیں کتنے دنوں سے آپ ہمیں یہ جملے بول بول کر بہلائے جا رہے ہیں۔ قسم سے مجھے تو لگ رہا ہے کہ آپ کے ڈائریکٹر صاحب نے آپ کو کڈنیپ کر لیا ہے۔'' زنیرا آج خاصی الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

''ارے، ارے اپنے فیورٹ ڈائریکٹر کے لیے ایسی بات کہہ رہی ہو...... اگر انہیں پتا چل جائے ناں کہ ان کی اتنی بڑی فین کے ان کے بارے میں یہ خیالات ہیں تو اُن کو کتنا دکھ ہوگا۔'' فاران نے اس کی خفگی کو مزاح کا روپ دینے کی کوشش کی لیکن وہ مزید بھڑک گئی۔

''آپ کو نہیں پتا فاران کہ روشانہ آج کل کتنی ضدی اور چڑچڑی ہوگئی ہے۔ صبح شام آپ کا انتظار کرتی رہتی ہے اور مشکل یہ ہے کہ سارا دن آپ اتنا بزی ہوتے ہیں کہ بچوں سے بات کرنے کا بھی آپ کے پاس ٹائم نہیں ہوتا اور رات جب آپ کا فون آتا ہے تو وہ سو چکے ہوتے ہیں۔''

''کیا کروں جان...... میرا تو خود دل چاہ رہا ہے کہ میں اڑ کر تم لوگوں کے پاس پہنچ جاؤں لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ ہیرو بننا کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ دو تین تو میرے اسکرین ٹیسٹ ہوچکے ہیں، مختلف ٹریننگ دی جا رہی ہیں مجھے، دو تین میٹنگز تو پروڈیوسر کے ساتھ ہوچکی ہیں۔ ہیروئن کا سلیکشن بھی ان ہی دنوں میں ہو رہا ہے۔ شیرازی صاحب کا خیال ہے کہ ہیروئن سلیکٹ ہوجائے تو وہ ہم دونوں کی کیمسٹری بھی بنانے کی کوشش کریں گے۔ یار اب تو میں خود بھی تھکنے لگا ہوں۔'' فاران کے لہجے میں اتری تھکن کو محسوس کر کے زنیرا پریشان ہوگئی۔

''اچھا، اچھا فاران پریشان مت ہوں۔ میں بچوں کو سنبھال لوں گی اور اپنے دل کو بھی تسلی دے دوں گی کہ میرا سجنا بہت جلدی میرے پاس واپس لوٹ آئے گا۔'' زنیرا نے لہجے میں شوخی سموکر اتنے پیار سے کہا کہ فاران کا موڈ ایک دم فریش ہوگیا۔

''اوکے میری سجنی اب اپنے سجنا کو سونے کی اجازت دے دو۔ کل نو بجے اسٹوڈیو پہنچنا ہے۔ اپنی فکر مت کرو، سپنوں میں تم میرے ساتھ ہی ہوگی۔'' زنیرا نے مسکراتے ہوئے اس کے جملے کی خوب صورتی کو اپنے دل میں اتارا اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

☆☆☆

''بیٹا مجھے ڈر ہے کہ فاران کی جاب پر اس فلم کی وجہ سے کوئی برا اثر نہ پڑے۔ ماشاء اللہ سے اتنی اچھی جاب ہے، فاران کو اسے کھونا نہیں چاہیے۔'' آج اسلم صاحب زنیرا کے گھر آئے ہوئے تھے اور فاران کی طرف سے کافی فکرمند بھی لگ رہے تھے۔

''ارے نہیں، ابو فاران نے بہت عرصے سے چھٹیاں نہیں لی تھیں اسی لیے کمپنی نے اسے بہ آسانی چھٹیاں دے دی ہیں۔ اس معاملے میں فاران نے بالکل بھی بے پروائی نہیں برتی ہے۔'' زنیرا نے فوراً ہی فاران کی طرف سے صفائی دی تو وہ خاموش ہوکر کچھ سوچنے لگے۔

''ابو میں نے نوٹ کیا ہے کہ آپ کو فاران کا فلم میں کام کرنا اچھا نہیں لگ رہا؟'' زنیرا نے کچھ جھجکتے ہوئے اُن کی طرف دیکھا۔ ہمیشہ کی طرح انہوں نے مسکرا کر اس کی بات کی تردید نہیں کی بلکہ ایک گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھا۔

''نہیں بیٹا...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آج کل تو ہر کوئی فلموں کی اس جادونگری میں آجانے کو اپنے لیے خوش قسمتی کی ایک انتہا سمجھتا ہے اور اگر وہ ہٹ ہو جائے تو سمجھو شہرت اور پیسے کو سمیٹنا بھی اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے اور فاران کی جھولی میں یہ موقع خود بخود قدرت نے ڈال دیا ہے۔ اسے کوئی بھی effort نہیں کرنی پڑی لیکن زنیرا پتا نہیں کیوں میرا دل اس خوشی کو محسوس نہیں کر پا رہا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اپنی بیٹی سے بے اندازہ محبت ہے۔ بیٹا میں تمہاری حساس طبیعت سے واقف ہوں...... جب تم چھوٹی سی تھیں تو میری ذرا سی بے توجہی تمہیں فوراً ہی کملا دیا کرتی تھی۔ تمہاری امی کی ہلکی سی خفگی سے تمہاری آنکھوں کے کٹورے لبالب بھر جاتے تھے اور......'' وہ ایک دم بات ادھوری چھوڑ کر روشانہ کی طرف دیکھنے لگے جو کچھ دور... بیٹھی

اپنا اسکول ہوم ورک کر رہی تھی۔ زنیرا نے الجھ کر ان کی طرف دیکھا۔

”ابو لیکن ان سب باتوں کا تعلق فاران کے فلم میں کام کرنے سے کیا ہے؟“

”بیٹا بہت گہرا تعلق ہے جسے تم ابھی نہیں سمجھ رہی ہو۔ اس انڈسٹری کی چمک دمک انسان کی آنکھوں کو اتنا خیرہ کر دیتی ہے کہ پھر اسے کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔ تمہارے اس پُرسکون محبتوں سے معمور گھر کی خوشیوں پر کہیں اس فلم انڈسٹری کی جگمگاہٹ ایک اندھیرا بن کر نہ چھا جائے۔ زنیرا تمہارا حساس دل وہ سب نہیں برداشت کر پائے گا جن کا تمہیں ابھی ادراک نہیں ہے خاص طور پر روشانہ جو ہو بہو تمہاری تصویر ہے، وہ تو ٹوٹ ہی جائے گی۔“ اسلم صاحب کی دور اندیش نگاہیں جیسے بہت دور تک دیکھ رہی تھیں۔ زنیرا نے گہری نظروں سے ان کے پُرتفکر چہرے کی جانب دیکھا اور دھیمے سے مسکرا دی۔

”ابو میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں لیکن مجھے فاران پر پورا بھروسا ہے وہ کبھی بھی اپنی فیملی سے الگ نہیں رہ سکتے۔“ اس نے اپنے ابو کے احترام میں لفظ ”فیملی“ استعمال کیا تھا ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ انہیں بتائے کہ فاران اس سے محبت نہیں عشق کرتا ہے۔ کیسے اب بھی لاہور سے ہر رات وہ اپنی حکایاتِ دل اسے سناتا رہتا ہے۔ کتنا بے تاب اور بے قرار ہو رہا ہے وہ اس کے لیے جتنی شدت سے فاران نے اسے چاہا ہے شاید کوئی کسی کو ایسے چاہ ہی نہیں سکتا۔ یہ سب باتیں اس نے دل میں سوچی تھیں لیکن اس کے ابو نے اپنی بیٹی کی آنکھوں میں جھلملاتی فاران کی محبت کی روشنی کو اس پر اعتماد اس پر اعتبار کے جنونی جذبے کو بہت اچھی طرح سے محسوس کیا تھا تبھی دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

”ہمیشہ خوش رہو میری بچی۔“

”ارے ابو میں آپ کو بنا کھانا کھائے ہر گز نہیں جانے دوں گی۔“ وہ ان کے جانے کا ارادہ دیکھ کر انہیں رکنے کے لیے اصرار کرنے لگی۔

”بیٹا ایسے ہی کسی کام سے نکلا تھا تو تم سے بھی ملنے چلا آیا۔ تمہاری امی یقیناً مجھ سے خفا ہوں گی کہ بغیر اُن کو لیے میں تمہارے گھر آ گیا۔ انشاءاللہ اگلی بار ان کے ساتھ آؤں گا تو ضرور کھاؤں گا۔“ وہ اس کے اصرار کے باوجود نہیں رکے۔ زنیرا ان کے جانے کے بعد جب واپس کمرے میں آئی تو روشانہ کتاب ہاتھ میں لیے پتا نہیں کیا سوچ رہی تھی۔

”کیا بات ہے روشی...... ہوم ورک میں کوئی مشکل پیش آ رہی ہے؟“ اس نے بیٹی کے ہاتھ سے کتاب لیتے ہوئے اس سے پیار سے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

”مما اگر آج بھی بابا نہیں آئے تو ناں کل ہم لوگ لاہور ان کے پاس چلے جائیں گے اور اگر آپ نہیں گئیں تو میں اکیلی ہی چلی جاؤں گی۔“ اس نے بڑے حتمی لہجے میں اپنا پروگرام سنا دیا۔ زنیرا بس اسے دیکھ کر ہی رہ گئی۔ اس وقت روشانہ کا انداز ایسا تھا کہ زنیرا کو اسے کچھ سمجھانا بالکل ہی بیکار لگا لیکن پھر اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ رات کو وہ بچوں کو ان کے کمرے میں سلانے کے لیے لے کر آئی ہی تھی کہ اچانک ہی روشانہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور ایک چیخ سی اس کے لبوں سے نکلی تھی۔ ”بابا“ زنیرا نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا اور ایک لمحے کو ساکت سی کھڑی دیکھتی ہی رہ گئی۔ دروازے کی چوکھٹ پر فاران کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اپنی چابی سے دروازہ کھول کر وہ خاموشی سے اندر آیا تھا کہ ان لوگوں کو خبر ہی نہیں ہوئی تھی۔ دونوں بچے فاران سے لپٹے اپنی بے تحاشا خوشی کا اظہار کر رہے تھے اور وہ جھلملاتی آنکھوں سے اس کے اس خوب صورت سرپرائز پر جیسے اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

☆☆☆

فاران کے آنے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے خاندان میں پھیل گئی تھی اور دو دن سے جیسے زنیرا کے گھر میں لوگوں کا میلہ سا لگا ہوا تھا، لوگ جوق در جوق اسے مبارک باد دینے چلے آ رہے تھے اور وہ سب کے درمیان جیسے راجا اِندر بنا بیٹھا تھا۔ زنیرا اس کی اتنی اہمیت دیکھ کر فخر آمیز خوشی سے سرشار ہوئی جا رہی تھی۔ یہ شوبز بھی عجیب پُراسراری جگہ ہے کچھ لوگ جو اسے برا بھی سمجھتے ہیں لیکن اگر کسی فنکار سے ان کی دور کی بھی رشتے داری ہو تو فخریہ انداز میں تعلق بتاتے ہوئے جھکتے بھی نہیں ہیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے سوچا تھا اور پھر دفعتاً اسے اپنے ابو یاد آ گئے۔ وہ ابھی تک فاران سے ملنے نہیں آئے تھے۔ ہاں البتہ فون پر ان کی فاران سے بات ضرور ہوئی تھی۔

”فاران میرے خیال میں کل ہمیں ابو سے ملنے ضرور جانا چاہیے۔ آپ کی ابھی تک ان سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔“ رات سونے سے پہلے زنیرا نے فاران سے جب یہ بات کی تو وہ کچھ خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

”فاران کیا بات ہے، کیا آپ نے ابو کے نہ آنے کو مائنڈ کیا ہے؟“ زنیرا نے اس کی خاموشی پر کچھ پریشان ہو کر پوچھا۔

”ارے نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، اصل میں ابھی جب تم کچن میں تھیں تو شیرازی صاحب کا فون آیا تھا۔ انہوں نے کل مجھے فوری بلایا ہے۔“ فاران نے کچھ جھجکتے ہوئے اسے بتایا اور زنیرا کا ردِعمل فاران کی توقع کے عین مطابق تھا۔

”ارے یہ کیسے ممکن ہے، ابھی دو دن ہی تو ہوئے ہیں آپ کو آئے ہوئے۔ آپ کے ڈائریکٹر صاحب نے یہ کیا تماشا لگایا ہوا ہے۔ خرید نہیں لیا ہے انہوں نے آپ کو۔ روشی تو ہرگز برداشت نہیں کر سکے گی آپ کا پھر سے یوں اچانک چلے جانا اور...... اور میں بھی نہیں۔“ وہ بے اختیار رو دی۔

”اُفوہ زنی...... اگر تم اس طرح روؤ گی تو میں کیسے اپنی زندگی کے اس مشکل ترین ٹاسک کو پورا کر سکوں گا۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے جان۔ سمجھنے کی کوشش کرو ناں۔“ وہ اسے اس طرح روتے دیکھ کر بے حد پریشان ہو گیا تھا۔

”فاران پلیز چھوڑ دیں آپ اس فلم ولم کو...... قسم سے اگر پتا ہوتا کہ مجھے آپ کے ہیرو بننے کی قیمت آپ کی جدائی کی صورت میں دینا ہوگی تو میں کبھی بھی آپ کو فلم میں کام کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ بس آپ شیرازی صاحب کو منع کر دیں۔ میں آپ کو کل ہرگز بھی نہیں جانے دوں گی۔“ وہ اس کے سینے سے لگی بس روئے جا رہی تھی۔

”زنیرا تم تو روشانہ سے بھی چھوٹی بچی لگ رہی ہو۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل تو ہے نہیں کہ بس میں انہیں فون کر کے کہہ دوں کہ اب میری بیوی کا موڈ بدل گیا ہے اس لیے میں آپ کی فلم میں کام نہیں کر سکتا۔ ارے پاگل لڑکی میں ایگری منٹ سائن کر کے آیا ہوں اور اتنے بڑے ڈائریکٹر کی فلم سائن کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ وہ تو شکر کرو کہ نیوز رپورٹرز کو ہمارے گھر کا ایڈریس نہیں معلوم ورنہ کتنے ہی تو انٹرویوز کے لیے آ جاتے۔“ وہ کبھی الجھ کر اور کبھی پیار سے اسے سمجھا رہا تھا لیکن زنیرا کا دل جیسے ڈوبا جا رہا تھا اور آنسو تھم کر ہی نہیں دے رہے تھے۔

☆☆☆

فاران جہاز کی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے زنیرا کو اپنے موبائل سے مسلسل فون ٹرائی کر رہا تھا لیکن نہ تو وہ لینڈ لائن پر کال اٹینڈ کر رہی تھی اور موبائل تو اس نے آف ہی کیا ہوا تھا۔ تبھی ائر ہوسٹس نے آ کر... اس سے موبائل آف کرنے کی ریکویسٹ کی کہ جہاز کے ٹیک آف کرنے کا ٹائم ہو رہا تھا۔ فاران نے مایوس ہو کر موبائل آف کر دیا۔

آج روشانہ اور فرحان کے اسکول جانے کے بعد جب وہ ائرپورٹ جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا تو زنیرا کا اترا ہوا چہرہ اور سوجی ہوئی آنکھیں جیسے اس کے دل کو مسلے دے رہی تھیں۔

''پلیز زینی مجھے ایسے تو رخصت نہ کرو، اگر تم میری مجبوری نہیں سمجھو گی تو پھر کون سمجھے گا۔'' اس نے زینی کو بے اختیار اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

''فاران آپ کو دیر ہو رہی ہے اگر فلائٹ مس ہوگئی تو شیرازی صاحب آپ کو فلم سے باہر کر دیں گے۔'' وہ بے حد تلخ ہو رہی تھی۔ فاران کو بھی غصہ آگیا۔

''فلم سے باہر کر دیں گے تو میں مر نہیں جاؤں گا لیکن تمہارا رویہ ایسا ہی رہا تو میں موت کو اس زندگی پر ترجیح دینا زیادہ پسند کروں گا۔'' فاران کی اس بات پر زنیرا نے ہول کر اس کی طرف دیکھا۔ سفر پر جانے سے پہلے کتنی بدشگونی کی بات کر رہا تھا وہ۔

''پلیز فاران آپ خیریت سے جائیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' ضبط کرتے کرتے بھی اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

''زینی بس یہ میری پہلی اور آخری فلم ہوگی۔ مجھے تم سے اور بچوں سے بڑھ کر کچھ بھی عزیز نہیں۔ یہ جو تھوڑے سے جدائی کے دن ہیں پلیز انہیں کسی طرح سہار لو۔ خدا کی قسم مجھے نہیں پتا تھا کہ ہم لوگوں کو اس طرح کے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اور پھر تم تو سب سے زیادہ ایکسائٹڈ تھیں...... سوچو اگر یہ فلم ہٹ ہوگئی تو ایک مشہور ہیرو کی بیوی کے طور پر تمہاری کتنی اہمیت اور عزت ہوگی ہر جگہ اگر لوگ مجھ سے آٹوگراف مانگیں گے تو میں اُن سے کہوں گا کہ پہلے میری بیگم سے اجازت لو۔'' آخری جملے کو اس نے اتنے مزے سے ادا کیا کہ زنیرا کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

''شکر خدا کا تم کو ہنسی تو آئی اب میں اطمینان سے جاسکوں گا۔'' فاران نے جیسے اطمینان کی سانس لی تھی۔ زنیرا نے اداس نظروں سے اس کی جانب دیکھا جو بہت مطمئن انداز میں اب اپنا سوٹ کیس بند کر رہا تھا۔

''بس میری ایک جھوٹی ہنسی کو اپنے اطمینان کا جواز بنالیا۔'' اس نے دل ہی دل میں فاران سے شکایت کی لیکن لب خاموش رہے تھے۔ فاران کو سی آف کرنے کے بعد وہ بجھے دل سے اپنے کمرے میں واپس آگئی جہاں فاران کی چھوڑی ہوئی چیزیں بے ترتیبی سے پڑی ہوئی تھیں۔ وہ ہمیشہ ہی فاران کے آفس جانے کے بعد اپنے بکھرے ہوئے کمرے کو سمیٹتے ہوئے ایک عجیب سی خوشی محسوس کرتی تھی۔ اسے کبھی بھی فاران پر غصہ نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ قالین پر پڑے موزے کو بھی وہ بہت پیار سے اٹھاتی تھی۔ بیڈ پر بے پروائی سے ڈالے گئے گیلے تولیے سے بھی اسے کوئی الجھن نہیں محسوس ہوتی تھی لیکن آج اس نے ان تمام چیزوں کو بہت بے دلی سے سمیٹا اور خاموشی سے آنکھیں بند کرکے اپنے بیڈ پر لیٹ گئی۔ موبائل اس نے آف کر دیا تھا وہ جانتی تھی کہ فاران عادت کے مطابق ائرپورٹ پہنچ کر اسے فون ضرور کرے گا اور پھر ایسا ہی ہوا تھا۔ لینڈ لائن پر بجتی ہوئی بار بار فون کی گھنٹی اسے بتا رہی تھی کہ کون اس سے بات کرنا چاہ رہا ہے لیکن زنیرا کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ اس کی آواز بھی سنے۔ وہ خود اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھی۔ ابھی ایک رات پہلے تک وہ فخر و انبساط کے جذبے سے سرشار سارے گھر میں چہکتی پھر رہی تھی۔ فاران سے وہاں کے قصے بے حد دلچسپی سے سنتی رہی تھی۔ شیرازی صاحب کے بارے میں کتنے ہی سوالات کر ڈالے تھے اس نے فاران سے۔ اس نے شاید یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ فاران محض دو دن کے لیے اس کے پاس آیا ہے۔ اس کا ایک دم سے دوبارہ چلے جانا جیسے زنیرا کی ساری ایکسائٹمنٹ کو بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ اسے یہ فلم اپنی اتنی بڑی رقیب محسوس ہو رہی تھی جسے قتل کر دینے کو دل

چاہنے لگا تھا۔ شیرازی صاحب سے بڑا ولن اسے پوری دنیا میں کوئی اور نہیں نظر آرہا تھا۔

''کاش اس دن فاران کو لاہور نہ جانا پڑتا...'' یہ شادی کے بعد اس کی پہلی سالگرہ تھی جو اس نے فاران کے بنا منائی تھی۔ پتا نہیں کیسا منحوس دن تھا وہ۔ ہاں اس سالگرہ والے روز ہی تو فاران کو جیسے شیرازی صاحب نے اس سے چھین لیا تھا۔ کاش، کاش وہ اس دن فاران کو کسی طور بھی لاہور نہ جانے دیتی یا پھر وہ کسی اور فلائٹ سے چلا جاتا جس میں وہ ڈائریکٹر نہ ہوتا۔ وہ بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ سوچوں کی یلغار میں الجھ رہی تھی اور ابھی تو اسے روشانہ کے ری ایکشن کا بھی سامنا کرنا تھا۔ کتنا شاک لگے گا اسے جب پتا چلے گا کہ اس کے بابا پھر سے اسے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

''ابو آپ ٹھیک ہی سوچ رہے تھے۔ ابھی تو صرف شروعات ہے اور میں اندر سے بھربھری مٹی کی طرح ڈھیتی جا رہی ہوں۔ میرا گھر میرے معصوم بچے سب کتنے ڈسٹرب لگنے لگے ہیں۔ اس وقت فاران کی آنکھوں میں مجھے محبت کی نرمی نہیں بلکہ آنے والے دنوں کا خمار ڈولتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ابو پلیز دعا کریں کہ فاران کی یہ فلم بالکل فلاپ ہوجائے وہ پھر کبھی کوئی فلم نہ کر سکیں۔ میں بہت خود غرض ہو رہی ہوں۔ اس وقت لیکن ابو آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے۔ اس فلم... انڈسٹری کی چمک دمک میں اگر فاران کو میں اور بچے نظر نہیں آئے تو ہم بے موت مر جائیں گے۔ ابو میری تو ہر سانس میں صرف فاران بستے ہیں۔ میں تو سانس بھی نہ لے پاؤں گی۔'' وہ انجانے میں اپنے ابو سے روتے ہوئے اپنے دل کی باتیں کہہ رہی تھی جو دور ہوتے ہوئے بھی اس کے پاس تھے۔

☆☆☆

''امی مجھے آئے ہوئے دو دن ہوچکے ہیں لیکن الطاف انکل کے گھر سے ابھی تک کوئی ملنے ہی نہیں آیا۔ سب خیریت تو ہے ناں۔'' اجالا نے ننھے عفی کو بستر پر لٹاتے ہوئے پوچھا جو تھوڑی ہی دیر پہلے اپنی نانی کی گود میں سو گیا تھا۔

''ارے بیٹا جب سے تم آئی ہو ڈھنگ سے تم سے بات کرنے کا موقع ہی کب ملا ہے، ماشاء اللہ صبح سے شام تک مہمانوں کی آمد و رفت اور پھر تمہارے بچوں نے بھی تو تمہیں اتنا مصروف رکھا ہوا ہے۔ اصل میں ابھی عادی نہیں ہوئے ناں وہ یہاں کے ماحول کے۔ اپنے امریکا کو مس کر رہے ہیں۔'' اجالا کے سوال کے جواب میں ماں کی طویل کتھا سن کر اجالا کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

''امی آپ کا جواب اتنا طویل تھا کہ اس میں میرا سوال ہی کہیں کھو گیا۔ پلیز مجھے بتائیں ناں کہ راحیلہ باجی کو کیا میرے آنے کی اطلاع آپ لوگوں نے نہیں دی ہے؟'' اس بار اجالا کے لہجے میں تجسس بھی در آیا تھا۔ شادی کے بعد اتنے عرصے میں پہلے وہ محض ایک مرتبہ ہی پاکستان آئی تھی۔ تین بچوں کی اوپر تلے پیدائش نے اسے کافی مصروف کر دیا تھا اور پھر عدیل کا دل ہی نہیں مانتا تھا کہ وہ اتنے چھوٹے بچوں کے ساتھ اتنا لمبا سفر کرے اور دوسرے وہ دونوں ہی ڈرتے تھے کہ پتا نہیں اتنے چھوٹے بچوں کے لیے پاکستان کا پانی اور وہاں کی آب و ہوا موافق ہوگی بھی یا نہیں، پہلی بار وہ شادی کے سات ماہ بعد جب پاکستان آئی تھی تو عدیل بھی اس کے ساتھ تھا۔ سسرال اور میکے دونوں جگہ ہی اس نئے نویلے جوڑے کی بھرپور پذیرائی ہوئی تھی۔ دعوتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔ راحیلہ باجی نے تو ان کے آنے کے دوسرے ہی دن ان کے اعزاز میں ڈنر رکھ دیا تھا۔ اجالا کو ان کے گھر جانے کے تصور سے ہی ایک عجیب طرح کی گھبراہٹ محسوس ہونے لگی۔ وہ دشمنِ جاں بھی اپنی محبوب بیوی کے ہمراہ وہاں ضرور موجود ہوگا۔ آخر وہ اس کی بہن کا گھر ہے۔

"تم میرے دل سے چلے کیوں نہیں جاتے فاران۔ میری اتنی خوب صورت زندگی میں تمہاری یاد کا کانٹا مجھے کیوں بے چین کیے رکھتا ہے۔ میں اللہ سے گڑگڑا کر معافی مانگتی رہتی ہوں کہ شاید عدیل کی اتنی شدید محبت کا صلہ میں منافقت سے دے رہی ہوں لیکن میرا اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں اس معاملے میں بالکل بے بس ہوں کہ لاکھ نہ چاہنے کے باوجود تمہیں کھودینے کا دکھ میرے دل کے اندر کہیں چھپا رہتا ہے لیکن مجھے اپنے اللہ پر پورا یقین ہے کہ ایک روز وہ خود ہی میرے دل سے اس دکھ اس کسک کو نکال کر اس میں صرف اور صرف عدیل کا پیار بھر دے گا۔" کار کی پچھلی سیٹ پر وہ عدیل کے ساتھ بیٹھی انہی سوچوں میں گم تھی۔ وہ لوگ اس وقت راحیلہ باجی کے گھر جا رہے تھے۔ تب ہی کار ایک دھچکے سے راحیلہ باجی کے گھر کے سامنے رک گئی۔ سامنے گیٹ سے اسی وقت فاران بھی باہر نکلا تھا۔ اجالا کے دل کی دھڑکنیں بے اختیار تیز ہو گئیں۔۔اور نہ جانے کیوں جیسے لاشعوری طور پر اس نے عدیل کے ہاتھ کو تھام لیا۔

"ارے اجالا یہ امریکا نہیں ہے جو ہم ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یوں سب کے سامنے چلیں۔" عدیل نے شوخی سے اسے دیکھا تو اس نے کچھ خجل ہو کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ تبھی فاران مسکراتا ہوا ان کے نزدیک آ گیا۔

"ارے اجالا کیسی ہو تم؟" اس کا لہجہ بہت پُرجوش تھا اور وہ بڑی گرم جوشی سے عدیل سے ہاتھ ملاتے ہوئے اجالا کی خیریت بھی پوچھ رہا تھا۔ کتنا ہینڈسم اور اسمارٹ لگ رہا تھا وہ۔ عدیل کی شخصیت اس کے سامنے اجالا کو بہت دبی دبی سی لگی۔ دل میں ایک کسک سی اٹھی۔ فاران تو اس کا خواب تھا۔ وہ خواب جو وہ بچپن سے دیکھتی آئی تھی لیکن اس کی تعبیر کسی اور نے پالی تھی۔ راحیلہ باجی بھی اس سے بہت والہانہ انداز میں ملیں۔ وہ اجالا سے تین سال بڑی تھیں لیکن عمر کا یہ چھوٹا سا فرق ان کی دوستی کے درمیان کبھی حائل نہیں ہوا تھا۔ ساجدہ باجی تو شادی کے بعد سے ہی بحرین میں مقیم تھیں ویسے بھی وہ اجالا سے کافی بڑی تھیں اس لیے دوستی سے زیادہ ان کے درمیان محبت اور احترام کا زیادہ رشتہ تھا۔ الطاف صاحب نے بھی بہت شفقت سے دونوں کو گلے لگایا اور اپنے شفیق خالو سے ملتے ہوئے نہ جانے کیوں اجالا کی آنکھیں بھیگ سی گئیں۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا کہ اس کے مایوں والے روز الطاف انکل اس کے کمرے میں چلے آئے تھے اور اسے گلے سے لگا کر بے اختیار رو پڑے تھے۔

"تم تو میرے گھر کا چراغ تھیں بیٹا لیکن فاران کی ضد کی وجہ سے اس کی روشنی اب کسی اور کے گھر میں بکھرے گی۔" ان کے یہ الفاظ اجالا کے دل میں ایک درد بن کر ایسے اترے کہ پھر اسے اپنے آنسوؤں پر قابو ہی نہیں رہا تھا اور اس وقت ان سے ملتے ہوئے نہ جانے کیوں ان کے الفاظ کی بازگشت اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

"ارے بھئی یہ زنیرا کہاں غائب ہے، اسے بلا کر بتاؤ کہ مہمان آ چکے ہیں۔" الطاف انکل نے راحیلہ باجی کو مخاطب کر کے کہا تو اجالا نے غور سے انکل کے چہرے کی طرف دیکھ کر کچھ تلاش کرنا چاہا۔ راحیلہ باجی نے ایک بار امریکا فون کر کے اسے بتایا تھا کہ وہ سب لوگ فاران کی شادی سے سخت ناخوش ہیں اور کسی نے بھی زنیرا کو بہو کے طور پر دل سے قبول نہیں کیا ہے اور اس وقت اجالا کا دل شدت سے اس بات کا متمنی ہونے لگا کہ وہ اپنی آنکھوں سے الطاف انکل اور راحیلہ باجی کا روکھا اور سرد رویہ زنیرا کے ساتھ ہوتے ہوئے دیکھے۔ وہ لوگ اپنے ایک، ایک عمل سے یہ ظاہر کریں کہ ان کی اولین پسند اور چاہت فاران کے لیے صرف اور صرف وہ تھی زنیرا نہیں تھی۔

اس وقت بھی زنیرا کا ان لوگوں سے ملنے نہ آنا اسے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہی لگا تھا۔ وہ یقیناً ان لوگوں کے رویے سے خائف تھی لیکن راحیلہ باجی کے جواب نے جیسے اسے آسمان سے زمین پر لا پٹخا۔

"ارے ابا وہ جب سے آئی ہے کچن میں ہی مصروف ہے۔ مجھ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ بریانی وہ خود بنائے گی بس بریانی کو دم پر لگا کر آ رہی ہے۔" راحیلہ باجی کے لہجے میں چھلکتی بے پناہ محبت زنیرا کے لیے محسوس کر کے وہ جیسے ششدر رہ گئی۔ الطاف انکل نے مسکراتے ہوئے اجالا کی طرف دیکھا۔

"پتا نہیں کس نیکی کے صلے میں اللہ نے ہمیں زنیرا جیسی بہو دے دی۔ یقین کرو اجالا! اتنی نیک اور پیاری بچی ہے زنیرا کہ کیا بتاؤں۔" وہ کتنی محبت سے زنیرا کی تعریف کر رہے تھے اور وہ بھی اس اجالا سے جسے انہوں نے اس کے بچپن سے ہی اپنی بہو مانا تھا۔ اور جس کی شادی پر پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے انہوں نے جی بھر کر زنیرا کو کوسا تھا اور آج اجالا کے جذبات اس کے احساسات کو بالکل بھلا کر وہ اسی کے سامنے زنیرا کو بہو کے بجائے بیٹی گردان رہے تھے۔ اسے اپنے گھر کی رونق اور اپنی خوشیوں سے تشبیہ دے رہے تھے۔ اجالا کے اندر چھن سے کوئی چیز ٹوٹ گئی۔ تبھی گہرے فیروزی کامدار اسٹائلش سوٹ میں ملبوس ہنستی مسکراتی زنیرا ان لوگوں کے درمیان چلی آئی۔ وہ بہت خوش دلی سے اجالا سے ملی۔ فاران اور عدیل بہت جلد ہی ایک دوسرے کھل مل گئے تھے۔ اجالا بھی اپنے دل کا درد چھپا کر بظاہر ہنستے مسکراتے سب سے باتیں کر رہی تھی لیکن زنیرا کی اپنی سسرال میں اتنی آؤ بھگت اور لاڈ پیار اسے ایک عجیب سی جیلسی سے دوچار کر رہا تھا۔ یہ سب تو اس کا حق تھا جو زنیرا نے اس سے چھین لیا تھا۔ راحیلہ باجی اور الطاف انکل کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ ان کا زنیرا سے یہ التفات اجالا کو

کتنی تکلیف دے رہا ہے۔ان کے حساب سے تو عدیل جیسے چاہنے والے شوہر کا ساتھ پا کر اجالا اپنی زندگی سے بہت خوش اور مطمئن تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ شادی اُس نے محض اپنی انا کی خاطر کی تھی۔ فاران نے اسے اور اس کی محبت کو ٹھکرایا تو اس نے فوراً ہی عدیل کا ہاتھ تھام کر فاران کو جتا دیا کہ اسے بھی فاران کی کوئی پروا نہیں اور اس وقت بھی وہ مسکراتے چہرے کا ماسک سجائے کسی پر بھی یہ ظاہر نہیں کر رہی تھی کہ اس کا دل کس اذیت سے دو چار ہو رہا ہے۔ اسے اپنی انا اور خودداری کچھ زیادہ ہی عزیز تھی۔ فاران کی محبت بھری نگاہ جب جب زنیرا کی طرف اٹھتی تب اجالا بھی مسکرا کر کوئی شوخ سا جملہ عدیل کی طرف اچھال دیتی۔ اپنے اور عدیل کے ورلڈ ٹور کے قصے اتنے پیار سے سنائے تھے اس نے کہ سب مبہوت ہو کر سن رہے تھے اور عدیل آنکھوں میں پیار کی چمک لیے اسے تک رہا تھا اور یہ اذیت بھرا کھیل کھیلتے کھیلتے جب وہ تھکنے لگی تو واپس لوٹ آئی تھی۔

رات عدیل کے سو جانے کے بعد نہ جانے کتنی دیر تک اس کا تکیہ آنسوؤں سے بھیگتا رہا تھا۔

اس دن کے بعد پھر اس کی زنیرا اور فاران سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی تھی یا پھر اس نے چاہا ہی نہیں تھا۔ وہ عدیل کے ساتھ اسلام آباد، مری، کاغان، سوات وغیرہ کے ٹرپ پر نکل گئی تھی اور اب تقریباً آٹھ نو سال بعد اس کا پاکستان آنا ہوا تھا تو پورا خاندان جیسے اس سے ملنے کو امڈ آ رہا تھا لیکن راحیلہ باجی اور الطاف انکل خلافِ توقع نہ ہی اس سے ملنے آئے تھے اور نہ ہی ان کا کوئی فون آیا تھا۔ اس نے تو لاشعوری طور پر فاران اور زنیرا کا بھی انتظار کیا تھا لیکن ان کی فیملی تو جیسے پتا نہیں کہاں کھو گئی تھی۔ ویسے بھی پچھلے سات آٹھ سالوں میں تین بچوں کی آمد نے جیسے اس کے دل کے موسم کو بہت بدل دیا تھا۔ بچوں کی مصروفیت ان کی فکر اور ان کے مختلف خوب صورت رنگوں نے جیسے کسی کی یادوں کو بہت دھندلا دیا تھا۔ بلکہ اکثر تو اسے یاد بھی نہیں رہتا تھا کہ فاران بھی اس کی زندگی میں کتنی اہمیت کا حامل ہوا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ عدیل کی محبت نے بھی بہت خاموشی سے اس کے دل میں کچھ جگہ بنائی تھی کہ فاران کی یاد کو خود بخود اس کے دل سے نکل جانا پڑا تھا اور اس وقت اپنی امی سے فاران کی فیملی کے بارے میں پوچھتے ہوئے اس کے دل میں قطعی وہ جذبات نہیں تھے جو پہلے کبھی ہوا کرتے تھے۔

”ارے بیٹا بس کیا بتاؤں آج کل الطاف بھائی تو ذیشان کے پاس اسلام آباد میں مقیم ہیں اور راحیلہ آج کل زنیرا اور فاران کی وجہ سے کافی پریشان ہے بلکہ کچھ دنوں سے وہ زنیرا کے پاس ہی رہ رہی ہے۔“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگئیں۔

”امی پلیز مجھے بتائیں ناں آخر ہوا کیا ہے۔ میرا تو دل ہولا جا رہا ہے۔“ اجالا سچ مچ پریشان ہوگئی تھی۔

”تمہیں میں نے فون پر بتایا تو تھا کہ فاران نے اپنی فرم سے ایک سال کی چھٹی لے کر ایک فلم میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔“ امی کی بات پر اجالا نے اثبات میں سر ہلایا۔

”ہاں امی لیکن اس وقت تو بقول آپ کے زنیرا اور سب گھر والے بہت خوش تھے اور بات تھی بھی بہت بڑی اور حیرت انگیز..... سچ امی شیرازی جیسے ڈائریکٹر کی فلم میں کام کرنے کے لیے بڑے بڑے آرٹسٹ بے چین رہتے ہیں۔ میں نے تو خود اپنے سب جاننے والوں کو بڑے فخریہ یہ خبر سنائی تھی۔“ اجالا نے اپنی امی کی بات پر کچھ الجھ کر انہیں دیکھا۔

”ہاں بیٹا شروع، شروع میں تو زنیرا بھی بہت خوش رہی پھر اخبارات میں فاران کی اپنی ہیروئن کے ساتھ خوب تصاویر شائع ہونا شروع ہوگئیں۔ ا...

ہیروئن بھی فاران کی طرح بالکل نئی ہے۔ پروڈیوسر ڈائریکٹر فلم کی پبلسٹی بہت شاندار طریقے سے کر رہے ہیں لیکن اجالا تصویریں کافی رومینٹک انداز کی ہوتی ہیں۔ زنیرا نے کبھی ہم میں سے کسی پر کچھ ظاہر نہیں کیا لیکن پچھلے دنوں راحیلہ میرے پاس آئی تو کچھ پریشان اور الجھی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ جب سے فاران نے فلم میں کام کرنا شروع کیا ہے اس کی میرڈ لائف پر اس چیز کا بہت برا اثر پڑا ہے۔ ایک تو اس کا زیادہ تر وقت اب لاہور میں گزرتا ہے جس سے زنیرا اور بچے خاص طور پر روشانہ بہت ڈسٹرب ہوگئی ہے۔ اچھی خاصی ذہین بچی کا اس بار رزلٹ بھی بہت خراب آیا ہے۔ دوسرے یہ کہ زنیرا، فاران کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی پوزیسو ہے، وہ فاران کی ہیروئن کے ساتھ ان تصاویر کو برداشت ہی نہیں کر پا رہی۔ بقول راحیلہ اس کو اتنی عقل نہیں آرہی کہ یہ سب فلم کی ڈیمانڈ ہے، رول کا تقاضا ہے، اب ہیرو اپنی ہیروئن کو بہن تو بنانے سے رہا۔“ اس بار امی نے تفصیل سے جواب دیا۔

”اوہ.....!“ اجالا نے ایک گہری سی سانس لی۔ ”میں زنیرا کو اتنا بے وقوف نہیں سمجھتی تھی لیکن وہ تو دوسری ناقص العقل عورتوں کی طرح بلاوجہ کی جیلسی اور بے تکے شکوک و شبہات میں گھر کر اپنے ساتھ ساتھ فاران کو شدید ذہنی ٹینشن دے رہی ہوگی۔ امی اس طرح تو فاران بالکل بھی ڈھنگ سے کام نہیں کر پائے گا۔ قدرت کی طرف سے اتنے بڑے دیے گئے موقع کو وہ یقیناً گنوا دے گا۔“ اجالا نے افسوس کے ساتھ ساتھ تشویش کا بھی اظہار کیا تھا۔

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو اجالا..... پچھلے دنوں زنیرا کو شاید اسی ٹینشن کی وجہ سے کافی تیز بخار بھی ہوگیا تھا لیکن فاران اس کے اصرار کے باوجود اس کے پاس نہ آسکا کیونکہ شوٹنگ چل رہی تھی اور پروڈیوسر وڈائریکٹر نے اجازت نہیں دی۔“

”امی وہاں سیٹ لگے ہوتے ہیں جن پر بہت پیسہ خرچ ہوتا ہے، اب اگر ہیرو صاحب ذرا ذرا سی پریشانی پر شوٹنگ چھوڑ کر گھر بھاگنے لگا تو ہو چکی مکمل فلم...... اچھا ابھی آج کل راحیلہ باجی اپنی بھابی کے پاس اس کی دل جوئی کے لیے موجود ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ کل میں فاران کے گھر جا کر راحیلہ باجی کے ساتھ ساتھ زنیرا سے بھی مل لوں۔ مجھے تو حیرت ہو رہی ہے کہ وہ فاران سے کیسے بدگمان ہو سکتی ہے جو اتنی چاہ سے اسے اپنے گھر میں لایا ہے۔“ آخری جملہ کہتے ہوئے بہت عرصے بعد ایک خلش ایک کسک نے جیسے اس کے دل میں بے اختیار کچوکا سا دیا تھا۔

☆☆☆

زنیرا کی آنکھ مسلسل بجتے ہوئے فون پر کھلی تھی۔ راحیلہ باجی بچوں کو لینے اسکول گئی ہوئی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد نہ جانے کیسے بے وقت... اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ شاید کسی دوا کا اثر تھا۔ اس نے کسلمندی سے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف اجالا تھی۔

”ہیلو زنیرا کیسی ہو تم...... مجھے پہچانا؟“ اجالا کے اتنے اپنائیت بھرے لہجے پر وہ کچھ سوچ میں پڑ گئی ویسے بھی دماغ پوری طرح سے بیدار نہیں ہوا تھا۔

”سوری، میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔“ وہ کچھ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

”ہاں پہچان بھی کیسے سکتی ہو...... بھئی آٹھ نو سال بعد تو ہماری بات ہو رہی ہے۔“ اجالا نے ہنس کر جیسے اسے کچھ یاد دلانا چاہا لیکن لاکھ سوچنے پر وہ بھی اجالا کو پہچاننے سے قاصر رہی۔

”اصل میں میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس وقت بھی بخار ہے پلیز آپ سیدھے سادے طریقے سے اپنا تعارف کروا دیں تو مہربانی ہوگی۔“ اس بار اس کا لہجہ کچھ روکھا سا ہوگیا تھا۔ ویسے بھی آج کل بخار کی وجہ سے بھی اس کے مزاج میں کچھ چڑچڑا

پن سا آگیا تھا۔ اجالا کچھ شرمندہ سی ہوگئی۔

''سوری زنیرہ، میں نے بلاوجہ ہی تم کو پریشان کیا۔ اصل میں، میں اجالا بول رہی ہوں۔ ابھی پرسوں ہی امریکا سے آئی ہوں۔'' اس نے جیسے زنیرہ سے معذرت کی تھی۔

''ارے اجالا آپ...... سچ میں آپ کو بالکل بھی نہیں پہچان سکی تھی۔ اِن فیکٹ آپ کی طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا۔ کسی نے آپ کے آنے کا بتایا ہی نہیں۔'' زنیرا نے ایک ہی سانس میں بہت ساری صفائی دے ڈالی۔

''کوئی بات نہیں...... ویسے میں نے تمہاری طبیعت ہی پوچھنے کے لیے فون کیا تھا۔ سنا ہے راحیلہ باجی بھی تمہارے پاس آئی ہوئی ہیں۔'' اجالا نے بہت خوش دلی سے جواب دے کر زنیرا کی شرمندگی کو کم کردیا۔

''ہاں، میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی، بچے پریشان ہورہے تھے سو وہ ان کی دیکھ بھال کے لیے کچھ روز میرے پاس رہیں گی۔ آپ کو تو پتا ہی ہوگا کہ فاران آج کل لاہور میں ہیں۔'' اس بار زنیرا کا لہجہ کچھ بجھا ہوا سا تھا۔

''ارے ہاں، زنیرا تمہیں بہت بہت مبارک ہو، ماشاء اللہ فاران کو اچانک ہی اتنی بڑی فلم مل گئی ویسے تمہیں پتا ہے کہ یونیورسٹی کے زمانے میں بھی ایک ٹی وی پروڈیوسر نے اسے اپنے ایک سیریل میں کام کرنے کی آفر دی تھی جو اس نے ریجکٹ کردی تھی کیونکہ وہ اس کا فائنل ایئر تھا اور وہ پڑھائی میں بہت بزی تھا۔'' اجالا نے بہت گرم جوشی سے اسے مبارک باد دیتے ہوئے فاران کو دی گئی ایک پرانی آفر کا بھی حوالہ دے دیا۔

''اجالا کاش وہ اسی زمانے میں شوبز جوائن کرلیتے لیکن اب اس عمر میں شادی کے بعد پتا نہیں کیوں وہ اس فیلڈ میں چلے گئے۔ آپ کو نہیں پتا اجالا کہ میں اور میرے بچے کتنے ڈسٹرب رہنے لگے ہیں۔ خاص طور پر روشی تو اُن کی دوری بالکل برداشت نہیں کر پارہی اور مجھے اسے سنبھالنا بہت مشکل لگ رہا ہے۔ اصل میں کبھی اس سے پہلے وہ لوگوں سے اس طرح سے اتنے، اتنے دن دور رہے ہی نہیں۔'' اس کا لہجہ اتنا اداس تھا کہ ایک لمحے کو اجالا کچھ بول ہی نہیں سکی۔

''چلو زنیرا ابھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم آرام کرو، میں کل تم سے اور راحیلہ باجی سے ملنے آؤں گی ان کو بھی بتا دینا۔'' اجالا نے اسے کچھ سمجھانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے بات کو مختصر کر کے فون بند کردیا لیکن دل ہی دل میں اس نے طے کرلیا تھا کہ وہ فاران کی گھریلو زندگی کو ایسے بکھرنے نہیں دے گی اور اس کے لیے اس کا کل زنیرا سے ملنا ضروری تھا۔ پتا نہیں کس ناتے وہ فاران کے لیے اتنی پریشان ہورہی تھی۔ سچی اور بے لوث محبت اسی کو تو کہتے ہیں جس میں بنا کسی طلب کے کسی کو چاہا جاتا ہے جو سود و زیاں سے بے نیاز ہوتی ہے، کسی کو پانے یا حاصل کرنے کی جستجو بھی ختم ہوجاتی ہے۔ صرف اس کو خوش دیکھنا ہی دل کو ایک سکون سا دے جاتا ہے۔ ان گزرتے سالوں میں اجالا کے خیالات اور کے احساسات میں بہت تبدیلی آگئی تھی، وہ جیلسی اور جلنا اور کڑھنا پتا نہیں کب کا ختم ہوچکا تھا۔ تبھی تو اس وقت ایک بے اختیار سے جذبے کے تحت وہ فاران کے لیے فکر مند تھی پھر اس رات وہ امی سے دیر تک اسی موضوع پر بات کرتی رہی اور پھر پروگرام یہ بنا کہ بس صبح ناشتے کے بعد وہ لوگ زنیرا سے ملنے کے لیے نکل جائیں گے۔ رات کے تقریباً دو بج رہے تھے جب امی نے جھنجوڑ کر اجالا کو جگایا تھا۔

''اٹھو اجالا، جلدی کرو ہمیں فوراً فاران کے گھر جانا ہے۔''

زنیرا اور فاران کی داستانِ حیات
کا اگلا باب آئندہ ماہ پڑھیے



منی ناول

اک نئے موڑ پر

رضوانہ پرنس

دوسرا حصہ

کبھی منزل ، کبھی رستہ کوئی کیسے بدلتا ہے
ہمیں معلوم ہی کب تھا کوئی کیسے بدلتا ہے
یقیں سے بے یقینی کے سفر تک ساتھ تھا میرے
بدل کر اس نے دکھلایا کوئی کیسے بدلتا ہے

راہِ زیست کبھی پُرخار و پُرپیچ تو کبھی رواں دواں ہوتی ہے۔ اسی راہ پر سفر کرتے ہوئے اجنبی مسافروں سے آشنائی، کبھی منزل کی جانب رہنمائی کرتی ہے تو کبھی راہ گم کردیتی ہے... ایسے ہی ایک مسافر کا دلگداز احوال جو منزل پر پہنچا تو ضرور مگر کیسے...؟

شوبز کی دنیا کے اسرار سے پردے اٹھاتی، گراتی ایک دل فریب روداد

کتنا سوگوار سا ماحول تھا چہار سو۔ ایک اداس سی خاموشی کے حصار میں سارا گھر ڈوبا ہوا تھا۔ صبح سے بارش کا بھی نہ رکنے والا سلسلہ جاری تھا بالکل اس گھر کے مکینوں کے آنسوؤں کی طرح جو کسی طرح تھم کر ہی نہیں دے رہے تھے۔ زنیرا نے آنسوؤں سے بوجھل نظریں اٹھا کر سامنے بیٹھے ہوئے فاران کی جانب دیکھا جو صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے بہت نڈھال سا بیٹھا ہوا تھا۔ ساجدہ باجی پاس بیٹھی



ہوئی ہولے ہولے اس کا سر سہلا رہی تھیں۔ وہ کل صبح ہی بحرین سے یہاں پہنچی تھیں۔ راحیلہ بھی متورم آنکھوں کے ساتھ اُن لوگوں کے نزدیک ہی قالین پر بیٹھی نہ جانے کن سوچوں میں گم تھیں۔ تبھی سارہ بھابی اندر داخل ہوئیں۔ اُن کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس میں بھاپ اڑاتے ہوئے چائے کے مگ رکھے ہوئے تھے۔ ذیشان بھائی بھی ان کے ہمراہ تھے۔

''چلو فاران، اٹھو کل سے تم نے ڈھنگ سے کچھ نہیں کھایا پیا ہے۔ چائے کے ساتھ یہ سینڈوچ کھالو ورنہ طبیعت مزید خراب ہوجائے گی۔'' انہوں نے ٹرے میں سے چائے کا مگ اور سینڈوچ کی پلیٹ میز پر رکھتے ہوئے فاران کو بہت پیار سے مخاطب کیا پھر وہ اپنی دونوں بہنوں کی طرف متوجہ ہوکر انہیں بھی چائے پینے کے لیے اصرار کرنے لگے جبکہ سارہ بھابی بھیگی آنکھوں کے ساتھ زنیرا کو زبردستی چائے پینے پر مجبور کررہی تھیں تبھی راحیلہ کو اچانک ہی اجالا کا خیال آیا جو کافی دیر سے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔

''سارہ بھابی یہ اجالا کہاں ہے؟ پتا نہیں اس نے بھی کچھ کھایا ہے یا نہیں؟'' راحیلہ نے بہت فکرمندی سے پوچھا۔

''وہ گیسٹ روم میں بچوں کے پاس ہے۔ سب ہی بچے بہت اداس اور سہمے ہوئے ہیں۔ اپنے دادا کے چہیتے بھی تو بہت تھے۔'' سارہ نے گلوگیر آواز میں جواب دیا۔ الطاف صاحب کے اچانک انتقال نے جیسے پورے گھر کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کسی کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ایک ہنستا بولتا ہشاش بشاش سا انسان ایک دم سے کیسے ہمیشہ کے لیے اُن لوگوں کو چھوڑ کر جاسکتا ہے۔ ان دنوں وہ فاران اور زنیرا کی ازدواجی زندگی میں آنے والی ٹینشن سے کچھ پریشان ضرور تھے لیکن بقول ذیشان وہ اسے دل پر قطعی نہیں لے رہے تھے کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ یہ فیز وقتی ہے اور زنیرا اور فاران کی محبت اتنی کمزور نہیں جو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے ختم ہوجائے بلکہ پرسوں ہی زنیرا سے فون پر بات کرنے کے بعد انہوں نے ذیشان سے کہہ کر دوسرے دن کی فلائٹ سے اپنی سیٹ بھی بک کروالی تھی۔ انہیں پوری امید تھی کہ اُن کے جانے سے زنیرا بہت سنبھل جائے گی۔ اسی دن انہوں نے فاران کو بھی فون کرکے اپنے پروگرام سے آگاہ کیا تھا۔

''ارے واہ ابا، یہ تو آپ نے بہت زبردست پروگرام بنالیا۔ سچ میں بھی آج یہی سوچ رہا تھا کہ آپ اگر زنیرا کو سمجھائیں گے تو اور ہی بات ہوگی، وہ آپ کو مانتی بھی بہت ہے۔'' فاران سچ مچ اُن کا پروگرام سن کر خوش ہوگیا تھا۔

''ارے میرے ہیرو تم دل جمعی کے ساتھ اپنا کام مکمل کرواؤ۔ میں تمہارے گھر کی اصلی فلم کا ڈائریکٹر بن کر اس کا ہیپی اینڈ کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن بیٹا تمہارے گھر کی ہیروئن کو ڈائریکشن دینا اس وقت مجھے دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا ہے۔'' ان کے پُرمزاح لہجے پر فاران کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ اپنے ابا سے بات کرکے جیسے اس کا ذہن ایک دم سے فریش ہوگیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کے ابا اس کی ساری ذہنی پریشانیاں اور ٹینشن اپنے دامن میں سمیٹ کر پھر سے اس کی زندگی میں سکون کے رنگ بھردیں گے۔ وہ زنیرا کے اپنی روز روز کی چخ چخ سے تنگ آچکا تھا۔ وہ اپنے ابا سے کتنی خوشی، خوشی اس پروگرام کے بارے میں ڈسکس کررہا تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ آنے والا کل کتنی بڑی قیامت چھپا کر اس کی زندگی میں آنے والا ہے۔ اس کے ابا جس صبح کراچی جانے کی بات کررہے ہیں وہ صبح تو اُن کی زندگی میں تھی ہی نہیں۔ رات کے کھانے کے بعد سارہ ان کے کمرے میں ان کے ساتھ مل کر پیکنگ کروارہی تھی کہ اچانک ان کی طبیعت کچھ ایسی بگڑی کہ اسپتال تک جانے کا وقت نہیں ملا پل بھر میں سارا منظر بدل گیا۔

لاہور میں فاران کو جب یہ اطلاع پہنچی تو وہ صدمے سے ساکت رہ گیا۔ اسے کسی طور یقین نہیں آرہا تھا۔ ابھی کچھ گھنٹے قبل تو وہ اپنے ابا سے باتیں کررہا تھا۔ اُن کی ہنسی سن رہا تھا۔ اپنے شفیق ابا کی امید افزا باتیں، اُن کی حوصلہ افزائی اس کے دل میں ایک نئی امنگ اور سکون آمیز خوشی بن کر اتر رہی تھیں پھر بھلا کیسے وہ ایک دم اسے چھوڑ کر جاسکتے ہیں ......لیکن موت شاید نام ہی تمام محبتوں اور رشتوں کو توڑ کر جانے کا ہے۔ وہ بے قرار ہوکر رو رہا تھا۔ اس وقت اتفاق سے اسلام آباد کے لیے کوئی فلائٹ نہیں تھی لیکن شیرازی صاحب نے فوری کسی کار کا بندوبست کرکے اسے بائی روڈ اسلام آباد روانہ کردیا۔ ادھر زنیرا اور راحیلہ پر بھی یہ خبر ایک قیامت بن کر ٹوٹی تھی۔ کل رات ہی تو ذیشان بھائی نے فون کرکے ان لوگوں کو الطاف صاحب کے آنے کے بارے میں بتایا تھا۔ زنیرا کے اداس دل میں خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی تھی۔ آٹھ دس دن سے فاران اپنی شوٹنگ میں بہت زیادہ بزی رہا تھا۔ فلم کی ریلیز کی ڈیٹ اناؤنس کردی گئی تھی اور کام مقررہ وقت پر ختم کرنا ضروری تھا۔ پورا یونٹ دن رات بزی رہتا تھا۔ زنیرا، فاران کی اس مجبوری، اس کے کام کی گہرائی، اس کی ٹینشن، اس کی بے اندازہ محنت اور مصروفیت کسی بھی چیز کو سمجھنے کی روادار نہیں ہورہی تھی۔ اگر کبھی فاران کا فون آبھی جاتا تو اختتام زنیرا کے رونے یا غصے پر ہوتا تھا۔ راحیلہ باجی کے شوہر اپنے آفس کے کسی کورس پر فرانس گئے ہوئے تھے سو وہ اپنے اکلوتے بیٹے حمزہ کے ساتھ زنیرا کے اصرار پر اس کے پاس رہنے کے لیے آئی ہوئی تھیں اور بھائی، بھاوج کے درمیان بڑھتی تلخیوں پر کافی پریشان بھی تھیں۔ کچھ دنوں سے زنیرا کو بخار بھی ہورہا تھا۔ ادھر روشانہ کی چڑچڑاہٹ بھی عروج پر تھی۔ ضد پر آتی تو رو رو کر گھر سر پر اٹھا لیتی۔ زنیرا کبھی پیار سے سمجھانے کی کوشش کرتی اور کبھی چلا کر اس پر اپنا غصہ اتارتی۔ راحیلہ باجی ان حالات میں خود بھی کافی اپ سیٹ ہورہی تھیں، ایسے میں الطاف صاحب کے آنے کی خبر نے جیسے ماحول میں کچھ تازگی سی بکھیر دی۔ زنیرا کو بھی ایک عجیب سی تقویت کے احساس نے خود ہی بستر سے اٹھ جانے پر مجبور کردیا۔ شروع، شروع میں وہ انہیں الطاف انکل ہی کہتی تھی لیکن پھر اُن کی خواہش پر وہ بھی انہیں ابا کہہ کر پکارنے لگی تھی۔ اس نے بڑی لگن سے ان کا کمرا صاف کرکے اسے بہت پیار سے سیٹ کیا تھا۔ صبح ابا کو آنا تھا۔ زنیرا نے بچوں کو بھی اسکول سے چھٹی کرنے کا کہہ دیا تھا کہ کل سب ہی کا ائرپورٹ جاکر انہیں ریسیو کرنے کا پروگرام تھا۔ بچوں کے سوجانے کے بعد وہ اور راحیلہ باجی بیٹھے گپ شپ کررہے تھے کہ اچانک بجتی ہوئی فون کی گھنٹی نے جیسے ان کی ساری خوشیوں کو نگل لیا۔ ذیشان بھائی نے روتے ہوئے جو خبر سنائی تھی اس نے جیسے روشنی سے جگمگاتے کمرے میں گھٹا ٹوپ اندھیرا پھیلا دیا۔ راحیلہ باجی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھیں اور زنیرا اُن کو سنبھالتے ہوئے خود بھی بے حال ہورہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہوگیا ہے۔ پتا نہیں کس طرح اس نے اپنی امی کو فون کرکے یہ اندوہ ناک خبر سنائی تھی اور انہوں نے ہی پھر سب عزیز واقارب کو فوری اطلاع دی تھی کیونکہ بہت صبح کی فلائٹ سے وہ لوگ اسلام آباد روانہ ہورہے تھے۔ اجالا بھی یہ خبر سن کر شاکڈ رہ گئی تھی۔ الطاف انکل نے اسے گودوں کھلایا تھا۔ وہ بچپن سے ہی ان کی بہت چہیتی رہی تھی شاید اس لیے بھی کہ انہوں نے ہمیشہ اسے اپنی بہو کے روپ میں محسوس کیا تھا اور جب اس کی امی نے اسے آدھی رات کو جگا کر الطاف انکل کے انتقال کی خبر سناتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ زنیرا اور راحیلہ چند گھنٹوں میں اسلام آباد

روانہ ہورہے ہیں تو اسی لمحے اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ اسلام آباد جا کر اپنے الطاف انکل کا آخری دیدار کرے گی۔ سو بہت آنسوؤں کے ساتھ اس نے بیگ میں اپنے چند جوڑے اور کچھ ضروری چیزیں رکھیں۔ بچوں کو امی کے حوالے کرکے وہ بھی دو تین دن کے لیے ان لوگوں کے ساتھ اسلام آباد چلی آئی تھی۔

اجالا کا ان لوگوں کے ساتھ آجانا ایک طرح سے اچھا ہی ہوا تھا۔ زنیرا کا بخار اس اچانک صدمے نے کافی تیز کردیا تھا۔ راحیلہ باجی بھی شدید صدمے سے دوچار تھیں۔ فاران تو غم سے اتنا نڈھال تھا کہ اسے اپنے آنسوؤں میں کہیں زنیرا نظر ہی نہیں آرہی تھی۔ یہی حال ذیشان بھائی اور سارہ کا تھا۔ ایسے میں اجالا نے زنیرا کا خیال رکھنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ بچے بھی بہت سہمے ہوئے اور صدمے میں تھے۔ یہ اجالا ہی تھی جس نے انہیں سنبھالا اور اپنی دل جوئی سے اُن کے معصوم دلوں کو تھوڑی سی تقویت دینے میں کامیاب بھی ہوئی۔ اجالا، فاران اور زنیرا کے درمیان حائل سرد مہری کو اچھی طرح محسوس کررہی تھی۔ یہ ایسا غم تھا جس میں یقیناً رونے کے لیے فاران کو اپنی شریکِ زندگی کا کاندھا درکار تھا اور زنیرا کی جو کیفیت ہورہی تھی اس وقت اسے بھی فاران کی محبت ... توجہ اور التفات کے چند لمحوں کی شدت سے ضرورت محسوس ہورہی تھی لیکن ایک عجیب سی دوری دونوں کو جیسے اس مشترکہ غم کو آپس میں بانٹنے سے محروم کررہی تھی۔ ساجدہ باجی کے پہنچنے پر فضا ایک بار پھر سوگواری اور آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ فاران اپنی دونوں بہنوں کی ممتا بھری محبت کے سائے میں آنسوؤں کو اُن کے ساتھ شیئر کررہا تھا۔ ذیشان بھائی بھی اپنے آپ کو ابا کی جگہ محسوس کرتے ہوئے اپنے تینوں بھائی بہنوں کو اپنے بازوؤں میں سمیٹے ہوئے تھے اور زنیرا نہ جانے کیوں اپنے آپ کو

بہت تنہا اور اکیلا محسوس کررہی تھی۔ وہ فاران کی محبت کی شدتوں کی اتنی عادی تھی کہ اس عظیم غم میں بھی اس کا دل فاران کے پیار اور اس کے التفات کا متلاشی تھا۔

لیکن وہ دشمنِ جاں بس رسمی طور پر ہی اس کے پاس آتا تھا۔ وہ اس سے دور دور اور خفا، خفا سا بھی لگ رہا تھا شاید اپنے ابا کی اچانک موت کا تھوڑا بہت سبب وہ اپنے اور زنیرا کے بگڑتے ہوئے تعلقات کو بھی گردان رہا تھا۔ اجالا سے مل کر بھی وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پاسکا تھا کہ ان دونوں کا بچپن ساتھ کھیل کود کر ہی تو گزرا تھا۔ اکثر ان دونوں میں جب جھگڑا ہوتا تھا تو ابا کو ہی وہ لوگ جج بنا کر اپنی شکایتیں سناتے تھے اور پھر ابا اتنے خوب صورت طریقے سے ان دونوں کی صلح کرواتے کہ انہیں اپنی لڑائی بھول ہی جاتی تھی۔ اجالا کو دیکھ کر کتنی ہی پرانی یادیں ماضی کے کواڑوں سے جھانک کر اسے رُلا گئیں۔ اجالا بھی ضبط کا دامن چھوڑ کر بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ پتا نہیں ان آنسوؤں میں الطاف انکل کے غم کے ساتھ ساتھ اور کون سا دکھ بھی رو رہا تھا۔

طویل عرصے بعد دل کے کسی کونے میں چھپا ہوا وہ احساس جسے وقت نے تھپکی دے دے کر سلا دیا تھا دوبارہ جیسے فاران کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کے چھینٹوں نے جگا سا دیا تھا لیکن اجالا اب یہ حقیقت بھی اچھی طرح سے قبول کرچکی تھی کہ یہ لاحاصل جذبہ اگر اس نے دوبارہ اپنے دل میں پنپنے دیا تو اذیت صرف وہی اٹھائے گی اور صرف وہی سہے گی اور اب وہ یہ یکطرفہ محبت ہرگز نبھانا نہیں چاہ رہی تھی سو اپنے دل کو جھڑکتے ہوئے اس نے زنیرا کے مُتّے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اسی وقت فیصلہ کرلیا تھا کہ ان غم کی گھڑیوں میں وہ فاران اور زنیرا کے دلوں کی دوریوں کو مٹانے کی اپنی سی ہر کوشش کرڈالے گی۔ شاید اسی کو محبت کی انتہا کہتے ہیں جو ہر

مودوزیاں سے بے نیاز ہوتی ہے۔

☆☆☆

"فاران میں ابھی زنیرا کا ٹمپریچر چیک کرکے آئی ہوں شکر ہے بخار اتر گیا ہے۔" وہ کافی کا مگ فاران کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے اسی کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ فاران نے ایک نظر اس کی طرف ڈالی۔ ہلکے زرد اور سیاہ پرنٹ کے کاٹن کے سوٹ میں وہ کچھ تھکی تھکی سی نظر آرہی تھی۔ وہ صبح سے اسے اسی طرح ہر ایک کا خیال رکھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"اجالا تم کافی نہیں پیو گی؟" فاران نے کافی کا سپ لیتے ہوئے اس کے اداس سے چہرے کی طرف گہری نظروں سے دیکھا۔ اجالا نے ایک لحظے کو پلکیں اٹھائیں تو بے اختیار فاران کی سیاہ آنکھوں میں اس کی نگاہیں ایک لمحے کو الجھ سی گئیں۔ اجالا کو اپنی ایک ہارٹ بیٹ مس ہوتی ہوئی محسوس ہوئی اس نے فوراً ہی پلکیں جھکالیں۔ جواب بھی دینا یاد نہ رہا۔

پیار بھی عجب شے ہے
اضطرار میں مضمر
انتشار سے آگے
اختیار سے باہر

فاران نے اس کی اس کیفیت کو بہت اچھی طرح محسوس کیا۔ وہ کبھی اجالا کے جذبات سے بے خبر نہیں رہا تھا۔ جانتا تھا کہ یہ پاگل سی لڑکی جنون کی حد تک اس کی محبت بچپن سے ہی اپنے دل میں بسائے ہوئے ہے اور محبت تو اپنی شدتیں خود بیان کردیتی ہے۔ اس کے لیے الفاظ کی ضرورت نہیں ہوتی اور اجالا کے جذبوں میں تو اتنی شدت اور سچائی تھی جو خود بخود بنا کچھ کہے فاران کو بہت کچھ سمجھا دیتی تھی لیکن وہ بالکل انجان بن کر اجالا کی اس دیوانگی کو نظرانداز کرتا رہتا۔ بہنوں اور ابا کی خواہش کو جانتے ہوئے بھی وہ ان کی اس آرزو کو پورا کرنے

سے قاصر تھا کیونکہ زنیرا ایک خوب صورت خواب بن کر اس کی آنکھوں میں کچھ ایسے بس گئی تھی کہ اس خواب کی تعبیر کے حصول کے علاوہ اسے کچھ اور سجھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ ساجدہ باجی اور راحیلہ باجی اس سے کتنی خفا، خفا سی رہنے لگی تھیں۔ ابا جن کی جان ہی فاران میں تھی وہ بھی بہت چپ، چپ سے ہوگئے تھے۔ کتنے شاکڈ ہوئے تھے وہ جب انہوں نے خوشی، خوشی فاران کو یہ بتایا کہ اگلے ہفتے وہ اجالا کا رشتہ مانگنے جارہے ہیں اور جواب میں فاران نے صاف انکار کرتے ہوئے اُن سے زنیرا کا ذکر کیا تھا۔ اُف ایک دم سے کتنا چہرہ اتر گیا تھا ان کا۔ فاران کو نہ جانے کیوں اس وقت وہ لمحات یاد آگئے تھے۔ شاید ابا سے جڑی ہر یاد بہانے بہانے سے آکر اسے رُلا رہی تھی۔ اس نے کیسے ابا کے خوشی سے جگمگاتے چہرے پر ایک کرب سا بکھیر دیا تھا اور پھر اجالا کی شادی پر ان کی آنکھوں میں چھپی ہوئی نمی کو محسوس کرتے ہوئے بھی وہ ان کے احساسات سے بے نیاز اس خوشی اور اطمینان سے سرشار تھا کہ اب اس کے اور زنیرا کے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں اور آج ابا کے یوں اچانک چلے جانے پر ان کا دل توڑنے کے احساس نے اسے ایک دم سے بہت بے کل کردیا۔

"سوری اجالا، میں نے تمہارے ساتھ ساتھ اپنے ابا کو بھی ایک اذیت بھرے دکھ سے دوچار کیا تھا اور اس بات پر میں نے کبھی ان سے معافی بھی نہیں مانگی لیکن وہ اتنے گریٹ انسان تھے کہ انہوں نے میری اس نافرمانی کو خاموشی سے دل پر سہہ لیا۔" فاران کے منہ سے اچانک ہی یہ جملے نکلے تھے جنہوں نے ایک لمحے کے لیے اجالا کو بالکل گنگ کردیا۔ اتنے برس بعد وہ پہلی بار اس سے اظہارِ ندامت کررہا تھا لیکن اس میں بھی اپنے ابا کے دل کو توڑنے کا دکھ رو رہا تھا۔

''نہیں فاران، وہ تم سے اور زنیرا سے بہت خوش گئے ہیں۔ وقتی طور پر انہیں دکھ ضرور ہوا تھا لیکن بعد میں میری اُن سے جب بھی بات ہوئی انہیں زنیرا سے بہت خوش اور مطمئن پایا۔ ان فیکٹ وہ زنیرا کو اپنی کسی نیکی کا انعام بھی کہتے تھے۔'' اجالا نے بہت سچائی سے فاران کو اس کے ابا کے خیالات سے آگاہ کرتے ہوئے جیسے اس کے دل پر تسلی کا پھایا رکھ دیا۔ فاران نے بہت تشکر آمیز نظروں سے اس صاف دل لڑکی کے چہرے کی طرف دیکھا جسے اس نے ٹھکرا دیا تھا لیکن وہ پھر بھی اس کے لیے اتنی ہی مخلص اور فکر مند لگ رہی تھی جیسے بچپن میں وہ اس کی ہر شرارت پر اپنی ذہانت سے پردہ ڈال کر اسے بڑوں کی ڈانٹ سے بچا لیا کرتی تھی۔ اس کا ہوم ورک بھی چپکے سے کر دیا کرتی تھی اور نوجوانی کے دور میں جب وہ یونیورسٹی سے تھکا ہارا کبھی سیدھا اُن کے گھر آجاتا تو آنکھوں میں خوشی کے جگمگاتے جگنو لیے وہ اس کی خاطر داری میں ایک پیر سے کھڑی رہتی تھی اور اس وقت بھی اس کے وجود سے کتنی تقویت محسوس ہو رہی تھی اسے۔ وہ یہ سب سوچتے ہوئے بلا ارادہ ہی جانے کب تک اسے دیکھے گیا تو اجالا کا دل جیسے بند ہونے لگا۔ ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ سی گئیں۔ وہ تو فاران کو زنیرا کے حوالے سے سمجھانے کے ارادے سے آئی تھی لیکن اس وقت اسے کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا ماسوائے اس کے کہ دو کھوئی کھوئی سی ساحر آنکھیں اس کے چہرے کو تک رہی ہیں۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی تو فاران بھی بے اختیار چونک کر اپنے خیالوں سے باہر آگیا۔

''تھینک یو اجالا، غم کی ان گھڑیوں میں تمہاری سپورٹ ہم سب کے لیے بہت تسلی کا باعث بنی ہے۔'' فاران نے جیسے دل کی گہرائیوں سے اس کا شکریہ ادا کیا تب وہ جاتے جاتے ایک دم رک گئی۔

''فاران مجھے پتا ہے الطاف انکل کا یوں اچانک چلے جانا تم سب کے لیے کتنی بڑی قیامت ہے۔ جب میرا دل اس حادثے کو قبول نہیں کر پایا تو پھر تم لوگوں کے غم کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا لیکن فاران میں دیکھ رہی ہوں کہ زنیرا نے بھی اس صدمے کا بہت گہرا اثر لیا ہے۔ الطاف انکل نے اسے بیٹیوں سے بھی بڑھ کر مان اور پیار دیا لیکن تم لوگ اپنے غم میں اسے بالکل اگنور کر رہے ہو، مجھے ڈر ہے کہ اس کی طبیعت پھر سے نہ بگڑ جائے۔'' اجالا نے اس بار موقع کو جانے نہیں دیا اور بہت نرمی سے فاران کی توجہ زنیرا کی طرف دلانے کی کوشش کی۔

''نہیں اجالا، اس کی طبیعت نہیں البتہ مزاج مزید بگڑ سکتا ہے۔ تم نہیں جانتیں پچھلے دنوں اس نے مجھے کن اذیتوں میں مبتلا رکھا ہوا تھا۔ مجھے قدرت نے زندگی میں ایک بڑے چانس کو آزمانے کا موقع دیا ہے لیکن میں یکسوئی اور ذہنی سکون کے ساتھ اپنا کام کر ہی نہیں پا رہا ہوں۔ اب اسے مجھ پر اعتبار ہے اور نہ ہی میری محبت پر بھروسا......اور اب ابا کے جانے کا اتنا بڑا غم بھی میں پنا اس کی تسلی اور سہارے کے تنہا ہی برداشت کر رہا ہوں۔ اس وقت تو اسے اپنے سب شکوے بھلا کر میرے آنسوؤں، میرے غم میں شریک ہونا چاہیے لیکن اسے تو صرف اپنی خودترسی سے پیار ہے۔'' آج فاران نے بھی اپنے دل میں چھپی تلخیوں کو بنا کچھ سوچے اس کے سامنے عیاں کر دیا۔

''تمہاری بات بالکل ٹھیک ہے فاران لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ زنیرا کی تم سے شدید محبت نے لاشعوری طور پر اسے یہ رویّہ اپنانے پر مجبور کر دیا۔ ہمیشہ تم دونوں ساتھ رہے۔ بچپن بھی تمہاری موجودگی سے تمہاری محبت اور لاڈ پیار کے اتنے عادی ہو گئے تھے کہ تمہاری اتنی مصروفیات اور گھر سے دوری نے ان سب کو بے حد ڈسٹرب کر دیا اور پھر ہمہ وقت تمہیں تمہاری ہیروئن کے ساتھ ساتھ سوچ کر جو ایک ینگ اور بہت خوب صورت لڑکی بھی ہے زنیرا کا جلنا اور کڑھنا ایک فطری سی بات ہے۔ پلیز اس وقت اسے تمہاری محبت اور توجہ کی شدید ضرورت ہے۔ تم کیوں نہیں سمجھتے کہ ہر عورت کی ایسی ہی نیچر ہوتی ہے۔'' اجالا نے زچ ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

''اگر تم اس کی جگہ ہوتیں تو کیا تم بھی ایسے ہی ری ایکٹ کرتیں؟'' فاران نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بے ساختہ سوال کیا۔

اجالا کے دل کی دھڑکنیں ایک لمحے کو مرتعش سی ہوئیں لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا۔ فاران کو باپ کے غم اور بیوی کے رویّے نے کچھ ایسا دل برداشتہ کر دیا تھا کہ اس وقت اجالا کا وجود اسے ایک ایسے مسیحا کے روپ میں نظر آ رہا تھا جس سے بات کر کے اسے ایک عجیب سا سکون مل رہا تھا ورنہ جس لڑکی کی شدید محبت کو اس نے بہت بے دردی سے ٹھکرا دیا تھا بھلا اس سے ایسا سوال کرنے کی کوئی تک بنتی تھی؟ اجالا اس کی اس کیفیت کو اچھی طرح سے سمجھ رہی تھی سو اس نے فاران کے اس سوال کے جواب میں نہ کوئی طنزیہ بات کی اور نہ ہی زنیرا کی طرف سے اس کا دل برا کرنے کی کوشش کی حالانکہ فاران کی اس بات نے اس کے دل کے اندر تک ایک اذیت ناک دکھ اتار دیا تھا۔

اس کا دل چاہا کہ وہ فاران کو بتائے کہ اگر وہ زنیرا کی جگہ ہوتی تو وہ اپنے محبوب کی دی ہوئی جدائی اس کی بے اعتنائی کو بھی امرت سمجھ کر پی جاتی۔ اس کی خوشی اس کی خواہشات پر اپنی جان بھی قربان کرنے سے گریز نہ کرتی لیکن یہ ہی تو اس کی بدنصیبی تھی کہ وہ زنیرا کی جگہ تھی ہی نہیں۔ اس نے ایک ہی لمحے میں یہ سب سوچ ڈالا تھا اور پھر چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''زنیرا تمہاری محبت ہے، تمہاری خواہش ہے اس لیے اس کی جگہ میں کیا کوئی بھی نہیں ہو سکتی تھی اور اس کا جو ردِعمل ہے تمہیں اس کا سامنا بہت سمجھداری سے کرنا چاہیے۔ محبت صرف لینے کا نہیں دینے کا نام ہوتا ہے۔'' وہ بہت ضبط سے کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی کہ آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو اس بے درد سے چھپانا بھی تو تھا۔

☆☆☆

سوئم ہو چکا تھا۔ اس میں شرکت کے لیے آئے ہوئے مہمان بھی رفتہ رفتہ رخصت ہو رہے تھے۔ ذیشان بھائی اور فاران جب آخری مہمان کو رخصت کر کے اندر آئے تو فاران کی نظر بے ساختہ سامنے کرسی پر بیٹھی زنیرا پر پڑی۔ کتنی کمزور اور نڈھال سی لگ رہی تھی وہ۔ تبھی روشانہ بھاگتی ہوئی آئی اور فاران سے لپٹ گئی۔ کل سے وہ لگاتار فاران کے آس پاس ہی منڈلاتی رہی تھی لیکن فاران اپنے غم میں کچھ ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ سوائے روشانہ کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے اس نے ڈھنگ سے بات بھی نہیں کی تھی جبکہ کتنے دنوں بعد اس نے دیکھا تھا روشانہ اور فرحان کو۔ اس نے بے اختیار روشانہ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور پھر نہ جانے اسے کیا ہوا کہ وہ اس کے بالوں میں منہ چھپا کر زار و قطار رونے لگا۔ کچھ اتنی شدت سے کہ روشانہ کے ساتھ ساتھ سب ہی گھر والے گھبرا گئے۔ روشانہ اپنے دادا کی بہت ہی لاڈلی پوتی تھی۔ وہ اس کی فکر میں تو اور زیادہ بے چین ہو کر کراچی جا رہے تھے۔ روشانہ اپنے ننھے منے ہاتھوں سے اپنے بابا کے آنسو پونچھتے ہوئے خود بھی رونے لگی۔ فاران کا ذہن عجیب سی الجھن اور کش مکش کا شکار ہو رہا تھا۔ اسے احساس تھا کہ فلم کی شوٹنگ مقررہ وقت پر ختم ہونی ہے۔ وہاں سیٹ لگے ہوئے ہیں، آرٹسٹ اس کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیرازی صاحب کا یقیناً نقصان بھی ہو رہا ہوگا لیکن یہ اُن کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ وہ خاموش تھے۔

فاران کا دل اپنے ابا کی اچانک موت کو اب تک قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ دل جیسے ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ واپس لاہور جانے کے تصور سے ہی شدید گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی لیکن احساسِ ذمے داری اسے ٹھیک سے غم بھی نہیں منانے دے رہا تھا اور اس پر مستزاد اس کی لاڈلی بچی اس وقت اس کے سینے سے لگی سسک سسک کر روتے ہوئے کتنی خوف زدہ سی لگ رہی تھی اور جیسے اس کا ہر آنسو پکار پکار کر اپنے بابا کو واپس جانے سے روک رہا تھا اور سامنے بیٹھی ہوئی اس کی محبوب بیوی کتنی ٹوٹی ہوئی اور اداس لگ رہی تھی۔ بھائی اور بہنوں کو بھی غم کی ان گھڑیوں میں اس کی کتنی ضرورت محسوس ہو گی لیکن وہ بہت بے بس تھا۔ اس کی مجبوری ایسی تھی جس کا کوئی حل بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ زنیرا اور اس کے درمیان حائل عجیب سی سرد مہری اسے مزید پریشان کر رہی تھی۔

کاش زنیرا اس کڑے وقت میں اس کے ساتھ ہوتی وہ اس سے اپنی پریشانی، اپنی الجھن شیئر کر سکتا، اپنا غم اس کے ساتھ بانٹ سکتا۔ اس نے بہت شکوہ کناں نگاہوں سے زنیرا کی جانب دیکھا اسی لمحے اس کی نظریں بھی فاران کی طرف اٹھی تھیں۔ ایک پل کو دونوں کی نگاہیں ملیں اور جیسے فاران کی آنکھوں میں چھپے خاموش گلے زنیرا کے دل میں خود بخود اتر گئے۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں اور پھر نہ جانے اسے کیا ہوا وہ جیسے اپنا ضبط کھو بیٹھی اور بے اختیار اٹھ کر فاران کے نزدیک آئی اور اس کے کاندھے پر سر ٹکا کر شدت سے رو دی۔ فاران نے بھی بے ساختہ اس کے شانوں پر بازو پھیلا کر اسے اپنے نزدیک کر لیا۔ اپنی بیوی اور بیٹی کو بازوؤں میں سمیٹے وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ انہیں تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ فرحان جو اس غم زدہ ماحول سے سہم گیا تھا خود ہی سے سو گیا تھا ورنہ وہ بھی یقیناً اس وقت اپنے بابا سے لپٹا ہوتا۔

☆☆☆

”زنیرا تھینک یو سو مچ، اگر آج تم مجھے اپنا سہارا نہ دیتیں تو شاید میرا نروس بریک ڈاؤن ہی ہو جاتا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میرے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ ابا کا غم، تمہاری خفگی اور بدگمانی اور پھر کام کی شدید ٹینشن۔“ وہ زنیرا کا ہاتھ تھامے بڑے دل گرفتہ لہجے میں اسے اپنے دل پر گزرنے والی قیامتوں کا حال سنا رہا تھا اور زنیرا بھی اتنے دن کی خود اذیتی بیان کر رہی تھی۔

”سوری فاران لیکن میں آپ سے خفا ہونے کے باوجود ہر وقت آپ کے لیے فکر مند بھی رہی ہوں۔ خاص طور پر ابا کے یوں اچانک چلے جانے کے بعد میرا دل آپ کو یوں روتے ہوئے دیکھ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ آپ کو اپنے بازوؤں کے حصار میں چھپا لوں لیکن آپ بھی تو مجھ سے اتنے اکھڑے اکھڑے سے رہے۔ میں تو اندر سے بالکل ختم ہوتی جا رہی ہوں فاران۔“ زنیرا کی آواز آنسوؤں سے بوجھل ہو گئی تو فاران نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے اسے اپنے بہت نزدیک کر لیا۔

”شاید یہ ہم دونوں کا ہی قصور تھا زینی جس نے ہمارے درمیان اتنے فاصلے پیدا کر دیے۔ نہ تم نے میری مجبوریوں کو سمجھا اور نہ میں نے تمہارے احساسات کی گہرائی میں جانے کی کوشش کی۔ سچ زینی ابا کا یوں اچانک ہمیں چھوڑ کر چلے جانا بالکل برداشت نہیں ہو رہا بس اس مشکل وقت میں تم میرا ساتھ دو، مجھے سنبھال لو۔ زینی اب ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سہارے کی شدید ضرورت ہے۔“ وہ ملتجی لہجے میں کہتا ہوا زنیرا کو بہت ٹوٹا ہوا سا لگا۔ تبھی روشانہ اور فرحان بھاگتے ہوئے ان دونوں کے پاس آ گئے۔

”بابا مجھے واپس کراچی اپنے گھر جانا ہے۔ مجھے یہاں دادا بہت یاد آ رہے ہیں۔“ روشانہ آ کر فاران کے گلے میں جھول گئی جبکہ فرحان بھی بہت معصومیت سے روشانہ کی بات کو دہراتے ہوئے فاران کو بہت ہی پیارا اور معصوم لگا۔ اس نے بے اختیار دونوں کو لپٹا لیا۔

”بیٹا تم لوگ کچھ دن اور یہاں رک جاؤ ورنہ تمہارے ذیشان چاچا بہت گھبرائیں گے۔“ فاران کی بات پر روشانہ نے ٹھٹک کر کچھ مشکوک نظروں سے اپنے بابا کی جانب دیکھا تو اس نے نظریں چرالیں جبکہ زنیرا نے بے اختیار سر جھکا لیا۔ اس کے پاس روشانہ کی سوالیہ نظروں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ابھی کچھ دیر قبل ہی تو فاران نے اسے اپنی مجبوریاں سمجھاتے ہوئے اپنے کل صبح جانے کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کا ستا ہوا چہرہ، متورم آنکھیں اور بہت ہی تھکا ہوا لہجہ اس بات کا غماز تھا کہ وہ زنیرا کی مزید خفگی سہنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ اس کا غم سے بوجھل دل اب صرف زنیرا کی محبت، اس کی تسلی اور اس کے سہارے کا متمنی ہے تو پھر ایسے کڑے وقت میں وہ کیسے اپنے محبوب کو بالکل تنہا کر کے یوں جانے دیتی جبکہ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اسے روکنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ اسے جانا تو بہر حال تھا ہی۔ اتنی بڑی کمٹمنٹ کو توڑنا کوئی آسان بات تو نہ تھی لیکن روشانہ تو بچی تھی وہ بھلا اپنے بابا کی پرابلم کو کیسے سمجھتی ویسے بھی دادا کی اچانک موت نے اسے سہما سا دیا تھا۔ ایسے میں بابا کی آغوش میں ہی اسے سکون مل رہا تھا۔

”بابا، کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں رکیں گے؟“ ایک اندیشہ سا اس کے سوال میں چھپا ہوا تھا۔

”بیٹا میں جلدی میں اپنا سامان ساتھ نہیں لایا تو بس میں لاہور سے اپنا سب سامان لے کر تقریباً تم لوگوں کے ساتھ ساتھ ہی کراچی پہنچوں گا۔“ فاران نے اس کی آنکھوں میں امنڈتے آنسوؤں کو دیکھ کر گھبرا کر اسے تسلی دینے کی کوشش کی لیکن روشانہ ایک دم سے اٹھ کر بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ فاران نے بے بسی سے زنیرا کی جانب دیکھا۔

دسمبر

جب بھی آتا ہے
وہ پگلی پھر سے روتی ہے
پرانے خط وہ پڑھتی ہے
کہ جن میں اس نے لکھا تھا
میں لوٹوں گا دسمبر میں
نئے کپڑے بناتی ہے
وہ سارا گھر سجاتی ہے
دسمبر کے ہر ایک دن کو
وہ گن گن کے بتاتی ہے
جونہی پندرہ گزرتی ہے
وہ کچھ کچھ ٹوٹ جاتی ہے
نہیں معلوم پر اس کو
کہ بیتے وقت کی خوشیاں
بہت تکلیف دیتی ہیں
محض دل کو جلاتی ہیں
یونہی دن بیت جاتے ہیں
دسمبر! لوٹ جاتا ہے
مگر وہ خوش فہم لڑکی
دوبارہ سے کیلنڈر میں
دسمبر موڑ لاتی ہے
وہ پھر سے دسمبر کے سحر میں ڈوب جاتی ہے
لکھا تھا اس نے یہ کیونکہ
میں لوٹوں گا دسمبر میں

انتخاب: شائقہ ایاز، لیہ

www.paksociety.com

''بابا آپ نے پھر روشنی کو رُلا دیا۔'' ننھے فرحان نے خفگی سے فاران کے بازوؤں سے اپنے آپ کو چھڑوایا اور بہن کے پیچھے بھاگا۔ فاران بھی جلدی سے اٹھا اور تیزی سے کمرے سے باہر آیا تو لاؤنج میں اجالا کے بازوؤں کے حلقے میں چھپی روشانہ کو روتا دیکھ کر وہ کچھ جھجک کر رک گیا۔

''دیکھو روشانہ تمہارے بابا کتنے پریشان ہو رہے ہیں تمہیں روتا دیکھ کر...... بہت بری بات ہے بیٹا اگر تم ایسا کرو گی تو اُن کی فلم کمپلیٹ نہیں ہو سکے گی اور پھر ان کو نکال کر تمہاری کسی فرینڈ کے بابا کو وہ لوگ ہیرو لے لیں گے پھر سب کتنا مذاق اُڑائیں گے تمہارا اور تمہارے بابا کا۔'' اجالا کے جملوں نے جیسے روشانہ کے بہتے آنسوؤں کو روک دیا۔ اس نے گھبرا کر فاران کی طرف دیکھا تو اس نے بڑی مظلومیت سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تمہاری اجالا آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں بیٹا۔ وہ لوگ مجھ سے تمہاری فرینڈ کے ابو کے بارے میں پوچھ بھی رہے تھے۔ میں نے کہا بھی بس تھوڑے دن کا کام تو رہ گیا ہے لیکن وہ بولے...... تمہاری بیٹی اتنا روتی ہے تو تم واپس جاؤ۔'' وہ بہت مسکین سے انداز میں روشانہ کے چہرے کے بدلتے ایکسپریشن کو محسوس کرتے ہوئے اجالا کی بات کو مزید بڑھاتے ہوئے بولا تو وہ تڑپ کر اس کے نزدیک آ گئی۔

''اچھا بابا، میں اب نہیں روؤں گی اور علیزہ کے ڈیڈی تو اتنے موٹے ہیں وہ ہیرو بن ہی نہیں سکتے اور نازی کے ابو تو ذرا بھی نہیں اچھے اتنی موٹی ناک ہے اُن کی۔'' روشانہ سچ مچ اپنی فرینڈ کے سامنے اپنے بابا کے بجائے ان لوگوں کے بابا کو ہیرو کے روپ میں سوچ کر بہت پریشان ہو گئی تھی۔ کتنے دنوں بعد فاران کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی تھی۔ اس نے تشکر آمیز نظروں سے اجالا کی جانب دیکھا۔ کتنے خوب صورت طریقے سے اس نے روشانہ کو بہلایا تھا۔ ایک لمحے کو دونوں کی نظریں ملیں۔ اجالا کے چہرے پر گلال سا بکھر گیا۔ فاران نے بہت دلچسپی سے اس کے گلابی ہوتے رخساروں دیکھا۔ دل میں پتا نہیں کیوں ایک ملال سا اتر آیا۔

اتنی صاف دل کی یہ پیاری سی سمجھ دار لڑکی جو اس کے ابا کی بھی اولین آرزو تھی جنہوں نے ہمیشہ اسے بہو کے روپ میں دیکھا تھا لیکن اس نے کتنے ہی دلوں کو توڑ کر اپنی محبت کو پایا تھا۔ محبت کی یہ قسم بہت ہی خطرناک ہوتی ہے جو باقی سب رشتوں اور محبتوں کو کھا جاتی ہے۔ دل میں سوائے اپنے پیار کو پانے کے پھر کسی اور کے لیے کوئی احساس باقی ہی نہیں بچتا۔ اس کے ساتھ بھی تو یہ ہی ہوا تھا سوائے زنیرا کی محبت کے باقی سب محبتوں کو اس نے جیسے نیند کی گولی دے کر سلا دیا تھا اور اب اس گولی کا اثر جیسے زائل ہو رہا تھا اور اسے بار بار اپنے بابا کو دکھ دینے کا خیال کچوکے دینے لگا تھا۔

☆☆☆

آج فاران کی فلم کا پریمیر تھا اور وہ صبح ہی سے بہت نروس فیل کر رہا تھا۔ شیرازی صاحب اسے مسلسل سمجھا رہے تھے حوصلہ دے رہے تھے۔

''دیکھو فاران، تم نے اس فلم کو سائن کر کے جو فیصلہ کیا ہے اس پر تمہارے ایمان، یقین اور اعتماد کی مُہر ہونی چاہیے۔ انشاء اللہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ یہ فلم ضرور کامیاب ہو گی اور خاص طور پر تم تو بہت ہٹ ہو جاؤ گے میری یہ بات لکھ لو۔''

شیرازی صاحب کی باتیں ایک تقویت بن کر اس کے پریشان دل میں اتر رہی تھیں۔ فلم کمپلیٹ ہونے کے بعد وہ واپس کراچی چلا گیا تھا۔ زنیرا نے بھی بہت خوش دلی سے اس کا استقبال کیا تھا۔ بچے بھی اپنے بابا کے واپس لوٹ آنے پر بے حد خوش تھے خاص طور پر روشانہ تو بابا کو ایک پل کے لیے بھی نہیں چھوڑ رہی تھی۔ ساجدہ باجی واپس بحرین جا چکی تھیں۔ راحیلہ باجی البتہ اس سے ملنے فوراً آ گئی تھیں۔ دونوں بہن بھائی کتنی ہی دیر بیٹھے اپنے ابا کو یاد کرتے رہے۔ زنیرا بھی ان کے آنسوؤں میں برابر کی شریک رہی تھی۔ ان کے انتقال کو تقریباً دو ماہ ہو رہے تھے لیکن زخم ہنوز تازہ تھا پھر یہ آٹھ دس دن کیسے گزر گئے زنیرا کو پتا ہی نہیں چلا۔ فلم کی پبلسٹی زور شور سے جاری تھی۔ ٹی وی، فلم میگزین اور اخبارات میں تیرا میرا پیار امر کے چرچے عروج پر تھے۔ شیرازی صاحب کی ہدایت کے مطابق فاران گھر سے بالکل نہیں نکل رہا تھا۔ کچھ اخباری رپورٹرز کو اس کے گھر کا ایڈریس بھی مل گیا تھا لیکن لاکھ کوششوں کے باوجود وہ فاران سے ملاقات کرنے میں ناکام ہی رہے۔ ابھی فلم ریلیز بھی نہیں ہوئی تھی اور وہ ایک سیلبریٹی بن چکا تھا۔ زنیرا کو یہ سب اچھا بھی لگ رہا تھا اور دل میں ایک عجیب سا احساس بھی اسے پریشان کیے رکھتا۔ علیشا جیسی حسین، کم عمر ہیروئن کے ساتھ فاران کی رومینٹک تصاویر جب وہ اخبارات اور میگزین میں دیکھتی تو دل جیسے بے چین سا ہونے لگتا لیکن پھر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے فاران کو دیکھ کر روح میں ایک سکون سا اتر آتا کہ اصل میں تو وہ صرف اور صرف اسی کا ہے۔ یہ تصویریں اور یہ محبت بھرے پوز سب مصنوعی ہیں۔ فاران نے ہی تو اس کو بتایا تھا کہ کتنا دل پر جبر کر کے وہ ایسے سین فلم بند کرواتا تھا یہاں تک کہ ایک بار علیشا نے بھی اسے ٹوکا تھا کہ وہ تھوڑا ریلیکس ہو کر ایکٹنگ کرے وہ اسے کھا نہیں جائے گی۔ ایسے ہی کتنے قصے اس نے اتنے مزے سے سنائے تھے کہ زنیرا ہنسی ہی چلی گئی تھی۔ فاران پر دل بھر کر پیار بھی آیا تھا جو وہاں پر رہ کر بھی اسے جیسے ایک پل بھی اپنے آپ سے جدا نہیں کرتا تھا پھر شیرازی صاحب کا فون آیا کہ پریمیئر میں شرکت کے لیے اسے لاہور فوری طور پر پہنچنا ہے۔

''فاران میں پریمئر میں کیا پہنوں؟ میرے خیال میں ساڑی زیادہ ڈیسنٹ لگے گی۔'' شیرازی کے فون آنے کے بعد وہ فوراً ہی وارڈ روب کھول کر کھڑی ہو گی۔

فاران نے کچھ تذبذب سے اس کی جانب دیکھا۔ اس کی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر ہمت ہی نہیں ہوئی کہ وہ اسے بتا سکے کہ شیرازی صاحب کی یہ سختی سے ہدایت تھی کہ اس کے بیوی بچے اس پریمئر میں شرکت نہیں کریں گے کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ فلم کی ریلیز سے پہلے ہی ہیرو کے بیوی، بچے سب کی نظروں میں آ جائیں۔ یہ بات اُن کی فلم کی کامیابی میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔ فاران جب سے آیا تھا بس اسی بات کی وجہ سے پریشان ہوتا رہا تھا کہ وہ زنیرا کو شیرازی کا یہ آرڈر کیسے بتائے۔ کئی بار کوشش بھی کی لیکن پھر زنیرا کی خفگی کے ڈر سے ٹال ہی گیا لیکن اب تو بتانا ضروری تھا اور یہ اس کے لیے مشکل ترین مرحلہ تھا جسے اسے عبور کرنے میں شدید دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ زنیرا نے اس کی آنکھوں میں چھپی الجھن کو محسوس کیا تو وہ مسکرا دی۔

''اچھا بھئی جو آپ کہیں گے میں وہی ڈریس پہنوں گی۔ آپ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں کہ مجھے کیا پہننا چاہیے۔'' آخر ایک مشہور ہیرو کی بیوی کے طور پر سب ملیں گے مجھ سے۔ اس نے شرارت سے فاران کو دیکھا تو جواباً وہ مسکرا بھی نہ سکا۔

''کیا ہوا فاران، آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں؟'' اس بار زنیرا نے کچھ چونک کر اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔ کتنا گھبرایا ہوا سا لگ رہا تھا وہ۔

''اِدھر آؤ زنی میرے پاس آ کر بیٹھو، مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہے۔'' اس کے لہجے میں چھپی گہری سنجیدگی محسوس کر کے زنیرا کی چھٹی حس نے اسے کسی انہونی کا اشارہ دیا۔ وہ دھڑ کتے دل کے ساتھ فاران کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ فاران نے

بے اختیار اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔

''زینی میری جان جہاں تم نے میری ہر مجبوری کو سمجھا ہے پلیز بس میری اس آخری مجبوری کا بھی بھرم رکھ لو۔'' فاران نے بہت اٹکتے ہوئے لہجے میں جیسے اس سے درخواست کی۔ زنیرا کا دل ہچکولے کھانے لگا۔ اب سارا معاملہ بنا کہے ہی اس کی سمجھ میں آنے لگا تھا۔

''آپ کا مطلب ہے کہ ہم لوگ آپ کے ساتھ لاہور نہیں جا رہے ہیں؟'' اس کی آواز میں نمی سی گھل گئی۔ کِھلا کِھلا سا چہرہ لمحوں میں مرجھا سا گیا تھا۔ فاران کوئی جواب نہیں دے سکا بس بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ زنیرا نے اس کی بانہوں سے خود کو چھڑانا چاہا لیکن فاران نے اپنے بازوؤں کا گھیرا اس کے گرد مزید تنگ کر دیا۔

''پلیز زینی، مجھ سے خفا مت ہونا...... تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا ناں کہ اب تم کبھی مجھے تنہا نہیں کرو گی، ہمیشہ میرا ساتھ دو گی۔ تمہارا اور بچوں کا نہ جانا اس فلم کے لیے بس ایک مصلحت ہے جسے میں اور تم تو نہیں سمجھ سکتے لیکن شیرازی صاحب جانتے ہیں کہ اس بات کا فلم پر کیسا اثر پڑ سکتا ہے۔ یقین جانو انہوں نے کہا ہے کہ بس ایک ڈیڑھ ماہ کے لیے اپنے بیوی بچوں کا ذکر نہ کرنے کا پابند ہوں پھر ایسی کوئی بندش نہیں ہوگی۔'' وہ بہت ملتجیانہ انداز میں اسے بتا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں زنیرا کی خفگی کا خوف لرزاں تھا۔ ایک معصوم سے بچے کی طرح ہراساں ہو رہا تھا وہ۔ زنیرا نے ایک لحظہ اس کے اترے ہوئے چہرے کی جانب دیکھا۔ دل خود بخود موم ہونے لگا۔ اجالا کی بات بھی بے ساختہ اسے یاد آئی جو اس نے امریکا جانے سے قبل اس سے کہی تھی۔

''زنیرا! الطاف انکل کے جانے کے بعد اب تم ہی ہو جو فاران کی خوشی اور اس کی پریشانی کو سمجھ سکتی ہو، اسے شیئر کر سکتی ہو۔ اس کے بھائی بہنوں کی اپنی زندگی ہے وہ اپنے، اپنے گھروں میں مگن ہیں لیکن وہ فاران کی ایک آواز پر یقیناً دوڑ کر اس کے پاس چلے آئیں گے مگر مجھے امید ہے کہ تمہارے ہوتے ہوئے ایسی نوبت نہیں آئے گی۔ ہمیشہ تم ہی اس کی پکار رہو گی۔''

ٹھیک ہی تو کہا تھا اجالا نے۔ اگر اس وقت اس نے فاران کی مجبوری کو نہ سمجھا...... اس کی زندگی کی اتنی بڑی خوشی کو اپنی خفگی کی دھند میں چھپا دیا تو وہ ٹوٹ جائے گا۔ ابا کی یاد مزید اذیت بن کر اسے تڑپائے گی۔ وہ بہنوں سے اپنی پریشانی بانٹنے کی کوشش کرے گا۔ بھائی سے بھی ڈسکس کر کے اپنا دل ہلکا کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ اجالا کو بھی فون کر ڈالے کہ کئی بار اس نے اجالا کی صاف دلی اور معاملہ فہمی کی بڑے کھلے دل سے تعریف کی تھی۔

''ٹھیک ہے فاران جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ بس ایک ڈیڑھ ماہ بعد میں ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جاؤں گی۔'' وہ اپنے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے اداس سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو جیسے فاران کے سر سے منوں بوجھ اتر گیا۔ چہرے پر ایک دم سے رونق آ گئی۔

''اوہ تھینک یو میری زندگی، یہ میرا وعدہ ہے کہ اس فلم کی ریلیز کے بعد تمہیں ہر پل اپنے ساتھ رکھوں گا پھر کوئی بھی مصلحت ہمارے درمیان نہیں آئے گی۔ میں سب کو علی الاعلان بتا دوں گا کہ یہ پیاری سی گڑیا جیسی لڑکی میری شریکِ زندگی ہے اور ہماری زندگی میں دو خوب صورت پھول بھی روشنی اور فرحان کی صورت میں کھلے ہوئے ہیں۔'' وہ فرطِ مسرت سے تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ بہت جوشیلے انداز میں کہہ رہا تھا اور زنیرا کے دل میں بڑا خوب صورت سا طمانیت اترتا جا رہا تھا کہ اس کا محبوب اس کی خفگی اور اس کی خوشی کو کتنی زیادہ اہمیت دیتا ہے۔

☆☆☆

آج فاران کو اپنی زندگی کے اس اہم ترین دن پر زنیرا اور بچوں کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ ابا بھی بے طرح یاد آ رہے تھے۔ اگر اللہ ان کو تھوڑی سی زندگی اور دے دیتا تو آج وہ ان کو وی آئی پی سیٹ پر بٹھاتا اور وہ اپنے بیٹے کی اتنی اہمیت، شہرت اور کامیابی پر کتنا خوش ہوتے۔ فاران کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی۔ ابا کی اس کمی کو ذیشان بھائی نے آ کر کچھ دور کرنے کی کوشش ضرور کی تھی لیکن وہ خود بھی اس وقت ابا کو یاد کر کے آبدیدہ ہو رہے تھے خاص طور پر جب فلم کے اختتام پر لوگوں کا ایک ہجوم فاران کے گرد اسے مبارک باد دینے کو جمع ہو گیا تھا۔ ہیرو اور ہیروئن کیمروں کی چکا چوند میں نہائے جا رہے تھے اور ذیشان بہت فخر سے اپنے بھائی کی اتنی زبردست پذیرائی کو دیکھتے ہوئے نہ جانے کیوں اپنے آنسو روک رہے تھے۔ سارہ نے بھی بہت ضد کی تھی اس پریمیئر میں شرکت کرنے کے لیے لیکن فاران نے پہلے ہی ذیشان بھائی کو سمجھا دیا تھا۔ چونکہ زنیرا نہیں جا رہی اس لیے وہ نہیں چاہتا کہ خاندان کی کوئی اور عورت اس پریمیئر میں شریک ہو اس سے زنیرا مزید ہرٹ ہو جائے گی۔ راحیلہ باجی بھی فاران کے اس خیال سے متفق تھیں سو سارہ دل مسوس کر رہ گئی اور پھر فلم اتنی زبردست ہٹ ہوئی کہ چار سو اس کے چرچے بکھر گئے۔ زنیرا نے دوسرے دن کے تمام اخبارات منگوا لیے تھے۔ فاران ہر تصویر میں علیشا کے ساتھ مسکراتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ بہت ہی خوب صورت کپل لگ رہا تھا دونوں کا۔ زنیرا کچھ اداس سی ہو گئی اس کے پاس صبح سے فون کالز کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ اس کے پاپا اور مما تو مٹھائی لے کر اس کے گھر بھی آئے تھے۔ پاپا نے بہت گہری نظروں سے اس کے چہرے پر خوشی تلاش کرنی چاہی لیکن ایک بے نام سی اداسی نے جیسے اس کے وجود کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ پاپا نے بہت تاسف سے اپنی اس زود رنج بیٹی کی طرف دیکھا۔ ابھی تو ابتدا تھی پتا نہیں آگے چل کر ان کی اس لاڈلی بیٹی نے اپنی پوزیسو نیچر کی وجہ سے کیا کچھ سہنا تھا۔ وہ اس کے پاپا ہی تھے جنہوں نے اس کے دل میں چھپے ہوئے درد کو محسوس کیا تھا ورنہ تو باقی سب ہی لوگ اس کے چہرے پر سجی صرف اس خوشی کو دیکھ رہے تھے جو دل ہی دل میں اسے رُلا رہی تھی۔ روشانہ بھی اپنے بابا کی تصویریں دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔

''مما میں کل یہ سارے نیوز پیپر اسکول لے کر جاؤں گی۔ سارے بچے حیران ہو جائیں گے، ہے ناں؟'' وہ بہت ایکسائٹڈ ہو کر تمام اخبارات اپنے بیگ میں رکھ رہی تھی۔ تبھی فاران کا فون بھی آ گیا۔ کل وہ تقریباً آدھی رات تک فنکشن میں کچھ ایسا بزی رہا تھا کہ کال تک کرنے کا وقت نہیں ملا تھا۔

''زنیرا تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ سب کو یہ فلم کتنی پسند آئی ہے۔ بڑے بڑے سیلی بریٹیز آئے تھے اس کے پریمیئر میں۔ سب نے خاص طور پر میری تو کچھ زیادہ ہی تعریف کی۔'' وہ بہت پُرجوش لہجے میں اسے سب تفصیل بتا رہا تھا۔ زنیرا ابھی سب بھول کر بڑے شوق سے جیسے آنکھوں دیکھا حال سن رہی تھی۔

''اور پتا ہے زینی، ایک دو بڑے پروڈیوسرز اور ڈائریکٹرز نے مجھے اپنی فلم میں کام کرنے کی آفر بھی دی ہے لیکن شیرازی صاحب کے کانٹریکٹ کے مطابق میں ایک سال تک کسی اور کی فلم سائن نہیں کر سکتا۔'' فاران کے لہجے میں چھپے افسوس کو محسوس کر کے وہ کچھ چونکی۔

''کیا مطلب فاران، یعنی آپ ابھی مزید فلموں میں کام کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں؟''

''تم بھی کمال کرتی ہو زینی، ظاہری بات ہے کسی پاگل کو بھی اتنی کامیابی ملے تو وہ اس کا فائدہ اٹھائے گا۔ اتنی شہرت، عزت اور منہ مانگا معاوضہ تو لوگ برسوں میں حاصل کر پاتے ہیں جو مجھے راتوں

www.paksociety.com

www.paksociety.com

رات حاصل ہوگیا ہے۔ اب ہم لوگ لاکھوں میں کھیلیں گے۔ تمہارے پاس شاندار گھر ہوگا۔ تم اپنی پسند کی کار خرید لینا...... جانتی ہو شیرازی صاحب نے مجھے اپنی اگلی فلم کے لیے سائن کرلیا ہے اور باقی لوگ ابھی سے ایک سال بعد کی پلاننگ کررہے ہیں۔" فاران تو جیسے ہواؤں میں اُڑ رہا تھا۔ زنیرا کچھ بول ہی نہ پائی پھر فاران نے روشانہ اور فرحان سے بھی دیر تک باتیں کیں۔ وہ کل شام کی فلائٹ سے واپس آرہا تھا لیکن زنیرا کو یوں محسوس ہورہا تھا جیسے اس کی یہ واپسی اپنے اندر بہت ساری دوریاں سمیٹے ہوئے ہے۔

☆☆☆

"ہیلو فاران، میں دو تین روز سے تمہیں مسلسل فون ٹرائی کررہی تھی شکر ہے آج تم سے بات ہو ہی گئی لیکن ایک بات تو کنفرم ہے کہ......" اجالا سانس لینے کو رکی تو فاران بے ساختہ ہنس دیا۔

"اجالا نہ سلام نہ دعا بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔" فاران کے ٹوکنے پر وہ کچھ شرمندہ سی ہوگئی۔

"کیا کروں فاران، اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ عدیل بھی کبھی کبھی عاجز آجاتے ہیں۔ اصل میں تم سے کسی طرح کانٹیکٹ ہی نہیں ہو پارہا تھا اور آج اچانک جو تمہاری آواز سنی تو بس......" وہ بات ادھوری چھوڑ کر ہنس دی۔

"سوری اجالا، میں پچھلے دنوں اپنے شوٹ میں بہت زیادہ بزی تھا بس یوں سمجھو کہ نیند بھی پوری طرح سے نہیں لے پارہا تھا۔" فاران کے لہجے میں تھکن ضرور تھی لیکن ساتھ ساتھ وہ اپنی بے پناہ مصروفیات بھی جتا گیا تھا۔

"میں جانتی ہوں فاران ماشاء اللہ تمہارا ستارہ عروج پر جارہا ہے۔ امی بتارہی تھیں کہ تمہاری پہلی فلم نے بڑے شاندار طریقے سے گولڈن جوبلی بھی کرلی ہے۔ بھئی تم تو بہت بڑے اسٹار بن گئے ہو۔ اب آؤں گی تو تمہارا آٹوگراف ضرور لوں گی۔" اجالا نے دل سے خوشی کا اظہار کیا۔

"ہاں اجالا قسمت مجھ پر یوں مہربان ہوجائے گی میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ خدا کی قسم کبھی کبھی تو مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ میں کیا سے کیا ہوگیا ہوں۔ اب تو سکون سے باہر بھی نہیں نکل سکتا لوگ پہچان کر گھیر لیتے ہیں۔" فاران کے لہجے میں خوشی کی کھنک تھی۔

"اچھا فاران، یہ بتاؤ کہ زنیرا ابھی زندگی کا یہ نیا دور انجوائے کررہی ہے ناں اور بچوں کا کیا ری ایکشن ہے؟" اجالا بہت طریقے سے اب اپنے اصل ٹاپک کی طرف آرہی تھی۔

"نہیں اجالا، وہ میری شہرت، میری کامیابیوں پر خوش ہونے کے بجائے آج کل صرف رونے، کڑھنے اور غصہ کرنے میں میرا اور اپنا وقت ضائع کررہی ہے۔ شروع میں تو پھر بھی زنیرا نے میرا کچھ کچھ ساتھ دیا تھا لیکن اب تقریباً چھ سات ماہ سے ہمارے درمیان بس جیسے دوریاں بڑھتی جارہی ہیں۔" فاران کے لہجے میں تھکن سمٹ آئی۔

"فاران اگر دوریاں طویل ہوجائیں تو جذبوں کی شدت میں کمی ہونے لگتی ہے۔ ان فاصلوں کو طول دینے کے بجائے انہیں سمیٹنے کی کوشش کرو پلیز۔" اجالا نے پریشان ہوکر اسے سمجھانا چاہا تو وہ دھیمے سے ہنس دیا۔

"اجالا اپنی زندگی کے اس موڑ پر مجھے ایک بات کا ادراک ہوا ہے کہ کاش میں اپنے گھر والوں کے سامنے ہار گیا ہوتا۔ اگر میری زنیرا سے شادی نہ ہو پاتی پھر وہ ہمیشہ میری یادوں میں رہتی۔ میرے دل میں اس کی آرزو، اس کی محبت، اس کی طلب ہمیشہ ایک کسک بن کر مجھے تڑپاتی رہتی لیکن اب جیسے دل میں اس کے لیے چھپے سارے جذبے سرد پڑتے جارہے ہیں۔ حقیقت کی دنیا میں آنے کے بعد

احساس ہوتا ہے کہ عشق، جنون سب بیکار کی باتیں ہیں۔ جو لوگ نارسائی کے کرب کے ساتھ جیتے ہیں وہ زیادہ خوش قسمت ہوتے ہیں کہ ان کی محبت کم از کم ان کے دل میں ہمیشہ زندہ تو رہتی ہے۔" وہ بہت تلخ لہجے میں کہتے ہوئے اپنے آخری جملے میں اسے بہت کچھ جتا گیا۔ شاید اس نے اجالا کی آنکھوں میں چھپے اس دکھ کو اچھی طرح سے محسوس کرلیا تھا جسے اجالا لاکھ چھپانے کے باوجود نہیں چھپا سکی تھی۔

"ایسی بات ہرگز نہیں ہے فاران کہ اپنی محبت کو پالینے کے بعد جذبات اور احساسات بدل جاتے ہیں۔ مجھے زنیرا نے خود بتایا ہے کہ تمہارے فلم انڈسٹری میں جانے سے پہلے تم لوگوں کی زندگی کتنی پرسکون اور خوب صورت تھی اور تمہاری محبت بھی پہلے دن کی طرح تروتازہ ہوا کرتی تھی۔ فاران پلیز ٹرائی ٹو انڈراسٹینڈ کہ تم لوگوں کے آپس کے ان تعلقات کا تمہارے بچوں پر کتنا برا اثر پڑ رہا ہے۔ جانتے ہو روشانہ کی اس بار کلاس میں کتنی خراب پوزیشن آئی ہے۔ بہت ہی چڑچڑی ہوتی جارہی ہے وہ۔" اجالا کے سمجھانے پر وہ ایک دم بھڑک اٹھا۔

"اچھا تو زنیرا نے تم سے خوب دل بھر کر دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اسی کے کہنے پر شاید تم نے مجھے فون کیا ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ میرے بچپن کی دوست شاید میری کامیابی پر بہت خوش ہوکر میری حوصلہ افزائی کرنا چاہ رہی ہے لیکن اجالا بجائے اس کے کہ تم میرا دل بڑھاؤ تم تو زنیرا کی وکیل بن کر صرف اسی کے حق میں دلائل دیے جارہی ہو۔" اس کی اتنی خفگی پر اجالا ایک لمحے کو چپ سی ہوگئی پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"فاران میں صرف زنیرا کے لیے نہیں تمہارے لیے بھی بہت فکرمند ہوں۔ تمہاری خوشیوں کے لیے ہر لمحہ دعاگو رہتی ہوں لیکن بچپن سے ہی تمہاری یہ عادت رہی ہے کہ تم مجھ سے بہت جلدی بدگمان ہوجاتے تھے۔ ناراض ہوکر بلاوجہ ہی مجھ سے لڑ پڑتے تھے۔ میں کتنا ڈرتی تھی تمہاری خفگی سے...... لیکن نہ تم نے بچپن میں میرے احساسات کو سمجھا اور نہ ہی اب تم میرے خلوص کی قدر کرنا جانتے ہو۔" اس نے رنجیدگی سے کہتے ہوئے فون بند کردیا تو فاران کو خواہ مخواہ ہی زنیرا پر غصہ آنے لگا۔

"پتا نہیں ہر ایک کے ساتھ کیوں دکھڑا رونے لگتی ہے وہ...... اسی کی وجہ سے میں آج بلاوجہ ہی اجالا پر بھی الجھ گیا۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی وہ۔ میں نے ہمیشہ اس کے دل کو توڑا ہی ہے چاہے وہ بچپن ہو یا جوانی۔" اس نے تاسف سے سوچتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

"سنو زنی میں اگلے ہفتے آرہا ہوں۔ بچوں کی چھٹیاں بھی شروع ہوگئی ہیں چلو کچھ دنوں کے لیے ہم لوگ اسلام آباد، مری کا چکر لگا آتے ہیں۔" فاران بہت فریش لہجے میں آج اس سے باتیں کررہا تھا۔ بہت عرصے کے بعد آج وہ وہی پرانا فاران لگ رہا تھا۔ زنیرا نے سامنے صوفے پر بیٹھی روشانہ پر ایک نظر ڈالی جس کے رخساروں پر اب بھی آنسوؤں کے تازہ نشان واضح تھے۔ وہ روٹھی روٹھی سی بیٹھی اپنی کاپی پر نہ جانے کیا لکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے فاران، یہ تو بہت اچھا پروگرام ہے۔ آپ ذرا روشی کو بھی اپنا پروگرام تفصیل سے بتادیں مجھ سے تو یہ بلاوجہ ہی خفا ہوکر بیٹھی ہوئی ہے۔" زنیرا نے دانستہ اونچی آواز میں کہتے ہوئے روشانہ کو آواز بھی دی تاکہ وہ اپنے بابا سے بات کرسکے لیکن روشانہ سنی ان سنی کرتے ہوئے بدستور کچھ لکھنے میں بزی رہی۔

"فاران آپ کی بیٹی آپ سے بھی بات نہیں کرنا چاہ رہی۔" زنیرا نے روشانہ کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے فاران سے اس کی شکایت کی تو وہ کاپی

پھینک کر اس کے پاس آ گئی اور بہت بیزاری سے اس کے ہاتھ سے فون لے لیا۔

''بابا مجھے آپ سے بات کرنی ہے اور نہ ہی مما سے۔ پتا ہے ابھی مما نے مجھے اتنا سارا ڈانٹا اور آپ تو بس اب ہمارے پاس رہتے ہی نہیں۔'' آٹھ سالہ روشانہ کی آواز بھرا گئی۔

''ارے، ارے میری جان پلیز رونا نہیں بس میں آ رہا ہوں ناں اگلے ہفتے اور تمہاری مما نے تمہیں اسٹڈی نہ کرنے پر ڈانٹا ہے ناں تو بیٹا انہوں نے کوئی غلط تو نہیں کیا۔ وہ نہیں چاہتیں کہ ان کی بیٹی کو سب نالائق کہہ کر بلائیں۔'' فاران کو اس کی روہانسی آواز بہت پریشان کر گئی اور جب اس کے سمجھانے کے جواب میں روشانہ کی سسکیوں کی آواز اس کے کانوں میں آئی تو وہ تڑپ سا گیا۔

''روشی گڑیا دیکھو چپ ہو جاؤ، میں جلدی آ رہا ہوں پھر ہم لوگ اسلام آباد گھومنے جائیں گے۔ میں تمہیں بہت ساری چیزیں خرید کر دوں گا۔ تم تو اپنے بابا کی جان ہو میری بچی۔'' فاران کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی لاڈلی کے آنسو خود اپنے ہاتھوں سے آ کر پونچھ ڈالے۔

''بابا آپ پہلے کی طرح ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتے۔ فرحان بھی مجھ سے لڑتا ہے اور مما بھی ہر وقت مجھے ڈانٹتی رہتی ہیں بس اب مجھے بھی آپ کے ساتھ لاہور میں رہنا ہے۔'' روشانہ اب باقاعدہ رو رہی تھی اور تب اسی لمحے فاران نے ایک فیصلہ کر لیا۔

''ٹھیک ہے بیٹا، اب تم لوگ میرے ساتھ لاہور میں ہی رہو گے یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔'' اس نے بہت حتمی لہجے میں کہتے ہوئے روشانہ کو فون اپنی مما کو دینے کو کہا۔

''زنی میں آج ہی سے گھر دیکھنا شروع کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ اس بار تم لوگ میرے ساتھ ہی واپسی پر لاہور آ رہے ہو۔ تم لوگ اپنی پیکنگ شروع کر دو۔'' فاران کے اس اچانک پروگرام پر وہ حیران رہ گئی۔ اس سے پہلے کئی بار ان دونوں کی اس موضوع پر گفتگو ہو چکی تھی جو بنا کسی نتیجے کے ختم ہو جاتی تھی۔ زنیرا اب بھی ایک ناقابلِ یقین کیفیت میں گھری فاران کا پروگرام سن رہی تھی۔

☆☆☆

اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ زنیرا جلے پیر کی بلی کے مانند اِدھر سے اُدھر پورے گھر میں جیسے چکراتی پھر رہی تھی۔ دونوں بچے اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہے تھے۔ فضا میں عجیب سا سناٹا بکھرا ہوا تھا۔ نیا گھر، نیا شہر نیا ماحول کچھ بھی تو زنیرا سے ایڈجسٹ نہیں ہو رہا تھا اور اس پر مستزاد فاران کی بے پناہ مصروفیت جس نے اسے اور بھی بور کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ بہت اجنبی، اجنبی سا محسوس کر رہی تھی لاہور آ کر...... ویسے بھی بہت آناً فاناً ہی ان لوگوں نے لاہور شفٹ ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ فاران ایک ہفتے کے لیے ہی کراچی آیا تھا اور واپسی پر اس کا زنیرا اور بچوں کو اپنے ساتھ ہی لے جانے کا پروگرام تھا۔ سب ہی لوگ اس اچانک خبر کو سن کر حیران رہ گئے۔ راحیلہ باجی تو اسی وقت دوڑی دوڑی چلی آئیں۔ زنیرا کے امی ابو بھی کافی الجھے ہوئے سے اس کے پاس آئے تھے۔

''ارے زنیرا مجھے ابھی، ابھی فاران نے فون پر بتایا ہے کہ اس بار وہ تم لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہے، گھر بھی کرائے پر لے لیا ہے اس نے؟'' راحیلہ باجی نے آتے ہی پہلا سوال اس سے یہی کیا کہ یہ خبر اُن کے لیے بہت شاکنگ تھی۔

''میں بھی یہی سمجھا رہا ہوں زنیرا کو کہ اتنی جلد بازی میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ بچوں کے فائنل ایگزام کچھ ماہ بعد ہونے والے ہیں۔ ایک دم سے ان کی پڑھائی کو ڈسٹرب کر دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔'' اسلم صاحب نے راحیلہ کے سوال کے

جواب میں جیسے اپنی الجھن ظاہر کی تھی۔

''انکل ٹھیک کہہ رہے ہیں زنیرا، جو بھی پروگرام بناؤ سوچ سمجھ کر بناؤ۔ مجھے پتا ہے کہ تم ذہنی طور پر کافی ڈسٹرب ہو لیکن زنیرا مایوسی میں کیے گئے فیصلے بہت کمزور ہوتے ہیں۔ فاران بتا رہا تھا کہ اگلے ماہ سے وہ اور زیادہ مصروف ہو جائے گا کیونکہ ایک ساتھ دو فلموں کی شوٹنگ شروع ہو رہی ہے۔'' راحیلہ باجی بھی اسلم صاحب سے سو فیصد متفق تھیں۔

''راحیلہ باجی وہ جتنے بھی مصروف ہوں گے کم از کم ہر روز لوٹ کر گھر تو آیا کریں گے ناں، بچے روزانہ اپنے بابا کو دیکھیں گے، ان سے باتیں کریں گے۔ یہاں تو بیس، بیس دن گزر جاتے ہیں وہ فاران کی صورت نہیں دیکھ پاتے اور اگر وہ کراچی آتے بھی ہیں تو محض ایک دو دن کے لیے اور ابو آپ کو معلوم نہیں ان کے واپس جانے کے بعد خاص طور پر روشانہ کا جو بی ہیویر ہوتا ہے بس وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔'' آخری جملہ زنیرا نے اپنے ابو کو مخاطب کر کے کہا کہ راحیلہ باجی کے ساتھ ساتھ ان کو بھی تو قائل کرنا ضروری تھا۔

''لیکن بیٹا تمہاری خاطر تو تمہارے ابو نے اپنا سارا بزنس کراچی شفٹ کیا تھا۔ یاد ہے کتنی ضد کی تھی تم نے کہ ہم لوگ بھی یہیں آ جائیں اور اب ہمیں چھوڑ کر خود واپس لاہور شفٹ ہو رہی ہو۔'' اس کی امی نے بھی شکایتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے گلہ کیا تو وہ کچھ شرمندہ سی ہو گئی۔

''امی میں کیا کروں...... اس دن روشی کچھ اس طرح سے روئی کہ فاران بے حد جذباتی ہو گئے اور اسی وقت انہوں نے طے کر لیا کہ اب بچے وہیں لاہور میں اُن کے پاس ہی رہیں گے۔ امی آپ سوچ نہیں سکتیں کہ بچے کس قدر خوش ہیں، اپنے بابا کے ساتھ رہنے پر...... امی پلیز آپ لوگ میری مجبوریوں کو سمجھیں، میں روشانہ اور فرحان کو اکیلے سنبھالتے، سنبھالتے تھک سی گئی ہوں اور سب سے بڑھ کر اگر فاران ہم لوگوں کے بغیر رہنے کے عادی ہو گئے تو میرے بچے بالکل ٹوٹ جائیں گے۔'' وہ بے اختیار رو پڑی تو راحیلہ باجی نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا جبکہ اس کی امی بھی اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس کے نزدیک چلی آئیں۔ اسلم صاحب نے ایک گہری سانس لے کر اپنی بیٹی کی جانب دیکھا۔ اس کے آنسو انہیں اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ ان کا دل بالکل بھی نہیں مان رہا تھا کہ وہ یوں اچانک لاہور چلی جائے۔ انہیں احساس تھا کہ وہاں فاران کے ہوتے ہوئے بھی وہ اکیلی ہی ہو گی۔ یہاں تو کم از کم اس کے اپنے تو اس کے اردگرد تھے جو اسے تنہا نہیں ہونے دیتے تھے۔ جب وہ زیادہ گھبراتی تھی تو اُن کی محبتوں کے سائے میں آ کر دل کو بہلا لیا کرتی تھی۔ وہ فاران کے فلم انڈسٹری میں جانے سے اسی لیے تو پریشان اور فکر مند رہنے لگے تھے کیونکہ ان کی بیٹی بہت ہی پوزیسو تھی، بے حد حساس طبیعت کی مالک تھی اور وہ اچھی طرح سے سمجھ رہے تھے کہ ایز اے ہیرو فاران جوں جوں شہرت کی بلندیوں کو چھوئے گا زنیرا کے گھر کا سکون اتنی ہی تیزی سے ختم ہو گا...... اکثر ان کی فکر مندی پر زنیرا ہنس کر انہیں بتاتی تھی کہ کتنے ہیروز کی بیویاں اپنے شوہروں کے ساتھ خوش و خرم ہیں لیکن وہ شاید ان عورتوں میں سے نہیں تھی جو صبر اور برداشت کا مادہ رکھتی ہیں اور مشکل یہ تھی کہ وہ اس بات کو اب بھی نہیں سمجھ رہی تھی اور اسلم صاحب اسے مزید سمجھا کر اس کا دل نہیں برا کرنا چاہ رہے تھے۔ اسی لیے اس وقت بھی بیوی کو آنکھ کے اشارے سے اس ٹاپک کو ختم کرنے کے لیے کہا اور پھر زنیرا کا دھیان پیکنگ کی طرف دلاتے ہوئے گفتگو کا رخ موڑ دیا تھا۔

فاران کے آنے کے بعد آٹھ دس دن جیسے ایک ہنگامے اور بھاگ دوڑ میں گزر گئے تھے۔ زنیرا

کو بچوں کے لیونگ سرٹیفکیٹ لینے کے لیے اسکول کے بھی چکر لگانے پڑے تھے۔ فاران کے کہنے کے مطابق اس نے صرف کپڑوں اور کچھ دوسری ضروری چیزوں کو ہی پیک کیا تھا اور گھر کو لاک کر کے چابی راحیلہ باجی کو دے دی تھی تاکہ وہ گھر کی صفائی وغیرہ کرواتی رہیں۔ بقول فاران ان کا کراچی میں بھی گھر رہنا چاہیے تھا تاکہ جب بھی وہ لوگ یہاں آئیں تو اپنے ہی گھر میں ٹھہریں۔ فاران جس پیار اور محبت سے ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا وہ زنیرا کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔ وہ جب آنکھوں میں خوشی کے جگمگاتے جگنو لیے اس سے بہت پیار سے پوچھ رہا تھا۔

''زنی اب تو تم خوش ہوں ناں...... دیکھو وہاں پر جب ہم ساتھ رہیں گے تو پھر ہماری زندگی میں کوئی ٹینشن نہیں ہوگی پھر تم مجھ سے خفا بھی نہیں رہا کرو گی، ہے ناں......؟'' تو وہ ہنس کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھ دیتی اور پھر لاہور پہنچ کر تو جیسے وہ کسی خوابوں کی دنیا میں آ گئی تھی...... فاران نے جو گھر لیا تھا وہ اتنا خوب صورت تھا کہ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ بچوں کی طرح پورے گھر میں گھوم، گھوم کر وہ اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی اور فاران اس کی اس ایکسائٹمنٹ پر اسے نثار ہوتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ روشانہ اور فرحان بھی جیسے خوشیوں کے ہنڈولے میں جھول رہے تھے۔ فاران نے انہیں کچھ دنوں میں پورا لاہور گھما ڈالا تھا اور اس گھومنے پھرنے کے دوران جب اکثر جگہوں پر لوگ فاران کو گھیر کر اس سے... آٹوگراف لیتے اس کے ساتھ تصویریں کھنچواتے تو زنیرا کو عجیب سے فخر کا احساس اندر تک سرشار کر دیتا...... لاکھوں دلوں کی دھڑکن بن کر بھی فاران صرف اس کا تھا۔ اس کے بچوں کا باپ تھا، وہ بڑے تفاخر کے ساتھ فاران کے قدم سے قدم ملاتی جب اس کے ساتھ چل رہی ہوتی تو کتنی ہی رشک آمیز نگاہوں کو اپنے اوپر محسوس کر کے جیسے خود بخود ایک شان اور وقار اس کی چال میں در آتے۔ فاران ان لوگوں کو اپنی شوٹنگ دکھانے اسٹوڈیو بھی لے کر گیا تھا۔ کتنے ہی مشہور فلم اسٹارز کو پہلی بار اس نے اپنے روبرو دیکھا تھا۔ وہ لوگ بھی بڑے خلوص سے زنیرا سے ملے تھے۔ بچوں کو بھی پیار کیا تھا۔ زنیرا کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ جن ستاروں کو اس نے صرف اسکرین پر جگمگاتے دیکھا تھا آج وہ ان سے اتنی گھل مل کر باتیں کر رہی ہے...... فاران اس کے چہرے پر بکھری حیرت آمیز خوشی کو دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔ زندگی کے اندر کتنا حسن سمٹ آیا تھا۔ پہلی فلم کی شاندار کامیابی کے بعد شیرازی صاحب نے اسے اپنے بیوی اور بچوں کو منظرِ عام پر لانے کی اجازت دے دی تھی کہ اپنے تجربے کی بنا پر وہ جانتے تھے کہ فاران کو پبلک نے دل سے قبول کر لیا ہے اور اس کے شادی شدہ ہونے سے اس کے کیریئر پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ زنیرا لاہور آ کر ذہنی طور پر بہت پرسکون اور خوش تھی۔ فاران بھی ذہنی یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں مگن تھا اور پھر انہی دنوں ان کی ویڈنگ انیورسری آ گئی۔

''فاران پلیز، کل آپ ذرا جلدی گھر آ جائیے گا۔'' رات فاران کے آنے کے بعد اس نے سب سے پہلے یہ بات کی تو فاران نے کچھ حیرانی سے اس کی جانب دیکھا۔

''کیوں زنی، کل کیا خاص بات ہے؟'' فاران کے سوال پر زنیرا نے کچھ خفگی سے اسے دیکھا۔

''کل ہماری ویڈنگ انیورسری ہے فاران...... پچھلی بار بھی ہم نے اپنا یہ یادگار دن آپ کی فلم کے نام کر دیا تھا۔ آپ کے پاس بھی ٹائم نہیں تھا کراچی آنے کا۔'' زنیرا کو بے اختیار وہ تلخی بھرے دن یاد آ گئے جو اپنے اندر اس کے بے شمار آنسو سمیٹے ہوئے تھے۔

''ارے یار خدا کے لیے، تم یہ بار بار ماضی میں جا کر اداس ہونا چھوڑ دو اور حال کی خوب صورتی کو انجوائے کیا کرو۔'' فاران نے الجھ کر اسے ٹوکا اور پھر کچھ سوچ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا جو اس کے الجھنے پر منہ پھلا کر بیٹھ گئی تھی۔

''ٹھیک ہے زنیرا...... اس بار ہم اپنی شادی کی سالگرہ ذرا ڈفرینٹ طریقے سے منائیں گے اور بہت انجوائے کریں گے۔ بچوں کو بھی بہت مزہ آئے گا۔'' فاران کے خوشی سے کھلکھلاتے لہجے پر زنیرا نے اپنی ساری خفگی بھلا کر بہت تجسس سے اسے دیکھا تو وہ اس کی لٹ کھینچ کر شرارت سے ہنس دیا۔

''کل صبح ہماری فلم کی آؤٹ ڈور شوٹنگ ہے، لاہور سے تقریباً سو کلومیٹر پر ایک بہت پُرفضا مقام ہے، اِن فیکٹ اسے ایک چھوٹا سا گاؤں ہی سمجھ لو...... وہاں پر کچھ سین فلمانے ہیں۔ بس کل بچوں کی چھٹی کروا لو اور تم سب میرے ساتھ چلو۔ پکنک کی پکنک، سالگرہ کی سالگرہ اور شوٹنگ کی شوٹنگ۔'' وہ بہت جوش سے پروگرام بنا رہا تھا۔ زنیرا کو بھی یہ آئیڈیا برا نہیں لگا پھر یہ بھی طے ہوا کہ بیکری سے زبردست کیک بھی خریدا جائے گا اور وہاں پورے یونٹ کے ساتھ کیک کاٹتے ہوئے وہ لوگ سب کے ساتھ اپنی انیورسری سلیبریٹ کریں گے۔

وہ صبح زنیرا کو ہمیشہ سے زیادہ دلکش اور حسین لگ رہی تھی۔ ہرے بھرے سرسبز ماحول میں وہ اور فاران یونٹ کے لوگوں میں گھرے کیک کاٹ رہے تھے۔ تالیوں کی گونج میں سب لوگ انہیں مبارک باد دے رہے تھے۔ شیرازی صاحب نے بہت خلوص سے خوب صورت پھولوں کا بوکے اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے اسے وش کیا تھا۔ بچے اِدھر سے اُدھر کھیلتے پھر رہے تھے اور فاران کے پہلو میں کھڑی زنیرا کو اپنے اوپر دل بھر کر رشک آ رہا تھا۔ شوٹنگ شروع ہونے سے پہلے ہی شیرازی صاحب کے

غزل

اسی امید پہ آج تک جیتے ہی رہے ہم
ہنسنے کی آرزو میں روتے ہی رہے ہم

تپتے رہے زیست کے صحرا میں عمر بھر
مے تلخیِ حالات کی پیتے ہی رہے ہم

جذبوں سے کبھی کھیلا، کبھی محبتوں نے مارا
لوگوں کے ہر ستم کو بس سہتے ہی رہے ہم

بچپن ہمارا ہم سے ملتے ہی کھو گیا
ہر موڑ پہ گلی کو تکتے ہی رہے ہم

دل نے کسی کی یاد کے جلائے تھے کچھ چراغ
عمر بھر اس آگ میں خود جلتے ہی رہے ہم

مرسلہ: نفیسہ آرا، دبئی

تیری کمی ھے

پھولوں کی ہے مہکار مگر تیری کمی ہے
چڑیوں کی ہے چہکار مگر تیری کمی ہے

قسمت نے کیا دولتِ ممتا سے ہے محروم
دولت کا ہے انبار مگر تیری کمی ہے

ہر درد میں، تکلیف میں اور رنج و الم میں
اے میری مددگار مگر تیری کمی ہے

ہر آن میرے سر پر دعاؤں کے وہ سائے
ہے سایۂ اشجار مگر تیری کمی ہے

گلشن میں گلابوں کی کمی کوئی نہیں ہے
کہتا ہے دلِ زار مگر تیری کمی ہے

مرسلہ: پروین افضل شاہین، بہاول نگر

مشورے پر کیک کاٹ لیا تھا کیونکہ ہیروئن علیشا ابھی تک نہیں پہنچی تھی سو اس کے انتظار کے دوران ان لوگوں کی یہ چھوٹی سی تقریب سیلیبریٹ کرلی گئی تھی۔ فاران اور علیشا کی جوڑی آج کل پروڈیوسرز کے لیے کافی ہاٹ کیک بنی ہوئی تھی۔ فاران کو اس فیلڈ میں آئے تقریباً ڈیڑھ سال ہو رہا تھا اور اس عرصے میں شیرازی کے ساتھ کی ہوئی اس کی دونوں فلمیں سپرہٹ گئی تھیں اور دونوں فلموں کی ہیروئن علیشا ہی تھی۔ زنیرا کو پتا نہیں کیوں علیشا سے عجیب قسم کی چڑ محسوس ہونے لگی تھی جبکہ وہ فاران کے منہ سے اس کا ذکر بھی بہ مشکل سن پاتی تھی۔ اخبارات میں جب اس جوڑی کی تعریفوں کے پُل باندھے جاتے تو وہ ان اخبارات کو توڑ مروڑ کر پھینک دیا کرتی۔ فاران نے اس کی یہ جیلسی محسوس کرکے اسے ایک بار بہت اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ علیشا محض اس کی ایک ساتھ فنکارہ ہے اور فاران کے دل میں اس کے لیے قطعی کوئی جذبات نہیں ہیں اور اگر وہ اس کی محبت پر اعتماد کرتی ہے تو کبھی اس کی کسی بھی ہیروئن کے ساتھ وہ رقابت کا جذبہ نہیں رکھے گی اور فاران کے لہجے میں چھپی خفگی اور رنج کو محسوس کرکے اس نے فاران سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کبھی اس کی محبت اس کی وفا پر شک نہیں کرے گی اور نہ ہی فلم انڈسٹری کی کسی لڑکی کی وجہ سے اپنی خوشگوار زندگی کو اجیرن بنائے گی۔ اس دن کے بعد سے فاران کی ناراضی کے ڈر کی وجہ سے زنیرا نے کبھی اپنے احساسات فاران پر ظاہر نہیں کیے تھی لیکن دل ہی دل میں وہ بھی علیشا سے جی بھر کر جیلس ہوتی تھی کہ وہ آج کل فاران کے ساتھ مزید دو تین فلمیں کر رہی تھی۔

اس وقت سب لوگ بہت خوشگوار ماحول میں کیک کھاتے ہوئے گپ شپ میں مصروف تھے۔ شیرازی نے دو تین مرتبہ علیشا کو فون ٹرائی کیا لیکن کوئی رسپانس نہیں مل رہا تھا۔

''اللہ خیر کرے علیشا کا نمبر مل کر ہی نہیں دے رہا اور وہ ابھی تک پہنچی بھی نہیں ہے، پتا نہیں کیا مسئلہ ہے۔'' چوتھی مرتبہ موبائل ٹرائی کرنے کے بعد شیرازی نے کچھ فکرمند ہو کر کہا تو زنیرا نے بے اختیار دل سے دعا مانگی کہ کاش علیشا کے ساتھ کوئی بھی مسئلہ ہوگیا ہو اور وہ یہاں نہ پہنچ سکے۔ دعا مانگتے ہوئے اس نے کن انکھیوں سے فاران کی جانب بھی دیکھا تھا کہ اگر اسے زنیرا کے دل کی بات کی ذرا سی بھی بھنک بھی پڑ جاتی تو وہ شاید اسے معاف نہ کرتا کہ پروڈیوسر کے نقصان کے ساتھ ساتھ وہ اسے علیشا کے لیے تو بددعا بھی تو گردانتا...... زنیرا کو خود بھی اپنی خودغرضی کا احساس ہو رہا تھا لیکن پھر بھی بس اس کا دل مسلسل علیشا کے نہ آنے کی دعائیں مانگے جا رہا تھا لیکن اس کی دعائیں بے اثر رہیں۔ وہ فاران کی کسی بات پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی کہ ایک شور سا مچ گیا ''علیشا آگئی...... علیشا آگئی۔'' کچھ لوگ دوڑ کر کار کی جانب گئے جو ابھی ابھی ایک جھٹکے کے ساتھ آ کر رکی تھی۔ فاران بھی فوراً ہی اس کے پاس سے اٹھ کر علیشا کی جانب متوجہ ہوگیا جو ہاتھ ہلاتے ہوئے ان لوگوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔ شیرازی صاحب بھی باتیں کرتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ آرہے تھے......

''ارے علیشا کہاں رہ گئی تھیں ہم لوگ تو کافی پریشان ہوگئے تھے۔'' فاران نے اس کے نزدیک آتے ہی بہت بے تکلفی سے پہلا سوال یہی کیا تھا۔ زنیرا کو یوں محسوس ہوا گویا وہ علیشا پر اس کے لیے اپنی فکرمندی ظاہر کر رہا ہو۔ اس نے بہت جز بز ہو کر علیشا کی جانب دیکھا جو مسکراتے ہوئے اسے اپنے لیٹ ہو جانے کی وجہ بتا رہی تھی۔ دونوں کے درمیان زنیرا کو اپنا وجود بہت فالتو سا محسوس ہونے لگا۔ وہ ایک دم مڑ کر بچوں کی جانب جانے لگی تو فاران نے چونک کر فوراً ہی اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''علیشا ان سے ملو...... یہ ہیں میری وائف زنیرا...... اس دن اسٹوڈیو بھی آئی تھیں لیکن تم سے ملاقات نہیں ہوسکی تھی۔'' فاران کے تعارف پر علیشا نے بڑی گرم جوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔

''پلیز ٹو میٹ یو زنیرا...... مجھے آپ سے ملنے اور آپ کو دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا۔ بھئی آپ کے میاں تو آپ کے بہت بڑے مجنوں ہیں، ہر دوسری بات میں آپ کا ذکر لازمی لاتے ہیں۔'' علیشا نے ہنستے ہوئے شرارت سے فاران کو دیکھا جو اب بھی زنیرا کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ علیشا کے جملے ایک پھوار بن کر زنیرا کے جلتے ہوئے دل پر گرے اور خوب صورت سا ٹھنڈک کا احساس جیسے اس کے رگ و پے میں اتر گیا۔

''مجھے بھی آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔'' جواباً اس نے بھی مسکراتے ہوئے رسمی جملہ ادا کیا۔

''ویسے فاران ماشاء اللہ...... آپ کی وائف بہت پیاری ہیں اگر آپ انہیں بھی فلموں میں لے آتے تو ہمارا تو کباڑا ہی ہو جاتا تھا۔'' علیشا نے بہت کھلے دل سے زنیرا کی تعریف کی تو سب ہی ہنس دیے جبکہ زنیرا بلش کر گئی تھی پھر فاران نے روشانہ اور فرحان کو بلا کر ان کو بھی علیشا سے ملوایا...... علیشا ان سے بہت پیار سے ملی...... اسے یہ پیارے پیارے سے بچے بہت اچھے لگے تھے۔ تبھی شیرازی نے اسے پکارا تو وہ جلدی سے اس طرف چلی گئی جہاں میک اپ مین اس کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ لائٹنگ وغیرہ سیٹ ہو رہی تھی۔ شوٹنگ شروع ہی ہونے والی تھی۔ زنیرہ نے دزدیدہ نظروں سے کچھ فاصلے پر میک اپ کرواتی علیشا کی جانب دیکھا۔ کاہی رنگ کی ساڑی اس کے متناسب جسم پر بے طرح اٹھ رہی تھی۔ سلیولیس بلاؤز میں اس کے گورے گورے سڈول بازوؤں کی دمک یہاں تک محسوس کر رہی تھی۔ گھنے بالوں کا آبشار اس کی پشت پر بکھرا ہوا تھا اور میک اپ مین کے ماہر ہاتھ اس وقت اس کے حسن کو مزید دوآتشہ بنانے میں مصروف تھے۔ زنیرا نے چپکے سے اپنا جائزہ لیا۔ پنک کلر کے اسٹائلش سوٹ میں وہ بھی کچھ کم نہیں لگ رہی تھی لیکن نہ جانے کیوں اسے اپنا آپ علیشا کے سامنے پھیکا پھیکا سا محسوس ہونے لگا تھا۔ علیشا کا میک اپ مکمل ہو چکا تھا اور اس وقت وہ فاران کے پہلو میں کھڑی بہت غور سے شیرازی کی ہدایات سن رہی تھی۔ شاید وہ ان دونوں کو ابھی شوٹ ہونے والا سین سمجھا رہے تھے، علیشا اور فاران دونوں ساتھ ساتھ کھڑے ہوئے کتنے اچھے لگ رہے تھے۔ بالکل ایک پرفیکٹ کپل...... زنیرا نے ایک نظر ان پر ڈالی اور پھر بے اختیار کھڑی ہوگئی۔ بالکل بھی تو برداشت نہیں ہو پا رہا تھا اس سے یہ سب کچھ...... اس نے اشارے سے فاران کو اپنے نزدیک آنے کا اشارہ کیا تو وہ شیرازی سے معذرت کرتے ہوئے اس کے نزدیک آگیا۔

''کیا بات ہے زنی، تم دیکھ نہیں رہیں کہ شیرازی صاحب ہمیں سین سمجھا رہے ہیں۔'' وہ بہت جھنجلاتے ہوئے لہجے میں بولا تو زنیرا نے بے ساختہ اس سے سوال کر ڈالا۔

''فاران پلیز مجھے بتاؤ کہ تم کوئی رومینٹک سین تو نہیں کرنے والے ہو اس وقت۔'' زنیرا کے اس بے تکے سوال پر ایک لمحے تو وہ بس اسے دیکھتا رہ گیا۔ بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے کچھ دور لے گیا۔

''دیکھو زنی میرا آج تمہیں یہاں لانے کا مقصد یہ بھی تھا کہ تم دیکھ سکو کہ جب ایسے کوئی بھی سین فلم بند ہوتے ہیں تو آس پاس کتنے زیادہ لوگ ہوتے ہیں۔ بار بار۔۔۔ ری ٹیک بھی ہوتے ہیں اور اس وقت صرف اور صرف کام پر دھیان دیا جاتا ہے، اس میں کسی بھی جذبات یا احساسات کا ذرا سا بھی دخل نہیں ہوتا۔ آج تم دیکھو گی تو تمہیں خود بھی پتا چل جائے گا کہ......'' فاران کی بات درمیان میں رہ گئی

کیونکہ زنیرا کی آنکھوں میں آئے آنسو اب رخساروں پر بہنے لگے تھے۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ علیشا کے رومینٹک سین شوٹ ہونے والے ہیں۔ پلیز فاران میں ابھی اور اسی وقت واپس جانا چاہتی ہوں۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی اس کا حتمی لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ قطعی رکنے والی نہیں۔ فاران نے گھبرا کر شیرازی کی جانب دیکھا جو اس سے تھوڑا دور ہی کھڑے تھے لیکن اُن کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ اس سچویشن کی گمبھیرتا کو سمجھ رہے ہیں...... فاران کو شدید شرمندگی کے ساتھ ساتھ زنیرا پر بے پناہ غصہ بھی آنے لگا۔

''ٹھیک ہے تم ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلی جاؤ، اگر تم مزید ایک منٹ بھی یہاں رکیں تو میں خود تمہیں برداشت نہیں کروں گا۔'' اس نے شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بھنچی بھنچی سی آواز میں اسے وارننگ بھی دے دی۔ زنیرا نے اس کے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے چہرے کو دیکھا تو دل جیسے سہم سا گیا لیکن اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی فاران ڈرائیور کو آواز دے چکا تھا۔

''ریحان تم ابھی بچوں اور بیگم صاحب کو واپس لاہور لے جاؤ۔ میں شیرازی صاحب کے ساتھ آجاؤں گا۔'' ڈرائیور کو ہدایت دیتے ہوئے اس نے بچوں کو بھی پکارا جو کچھ فاصلے پر کھیلنے میں مصروف تھے۔

''بابا ہمیں ابھی واپس نہیں جانا۔ یہاں اتنا مزہ آرہا ہے۔'' فاران کے بلانے پر روشانہ ٹھنک کر بولی تو فاران نے ملامت بھری نظروں سے زنیرا کی جانب دیکھا اور روشانہ کو بہلاتے ہوئے بولا۔

''بیٹا تمہاری مما کی طبیعت خراب ہو رہی ہے انہیں واپس لاہور جانا ہے، آئی پرامس اگلی بار تمہیں اس سے بھی اچھی جگہ لے کر جاؤں گا۔'' وہ روشانہ اور فرحان کا ہاتھ تھامے کار کی جانب بڑھا تو زنیرا کو جیسے اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا لیکن فاران کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اب اس کی کسی بھی قسم کی کوئی بات سننے کا روادار نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس نے زنیرا کو شیرازی صاحب اور علیشا سے خدا حافظ تک نہیں کہنے دیا تھا۔ اس سچویشن کو سب ہی نے محسوس کر لیا تھا جس کی زنیرا کو زیادہ شرمندگی ہو رہی تھی۔ اسے امید ہی نہیں تھی کہ اس کی اس بات پر فاران کا اتنا سخت۔۔ ری ایکشن ہوگا۔ وہ سر جھکائے کار میں آکر بیٹھ گئی۔ بچے بہت اپ سیٹ سے منہ پھلائے اس سے خفا، خفا بس کار کی کھڑکی سے یوں راستے باہر دیکھتے رہے تھے۔ گھر واپس آکر زنیرا کو شدید پچھتاوے کا احساس ہونے لگا۔ فاران کی خفگی کا خیال اس کو ہولائے دے رہا تھا۔ سارے یونٹ کے سامنے اس نے کیسا تماشا بنا دیا تھا۔ کتنی محبت سے لے کر گیا تھا فاران ان لوگوں کو لیکن اس نے اپنی حماقت سے سب کچھ ملیا میٹ کر دیا تھا۔ علیشا کتنا ہنسی ہوگی اس کی اِس حماقت بھری حرکت پر...... بھلا رونے کی کوئی تک بنتی تھی۔ بچے بے چارے الگ بور ہوئے۔ اسے جی بھر کر اپنے اوپر غصہ آنے لگا۔ آخر کیوں نہیں کنٹرول پا سکتی، وہ اپنے جذبات اور احساسات پر...... ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی...... شاید فاران کا فون ہو، وہ اس سے معافی مانگ لے گی...... اس نے بے تابی سے کال ریسیو کی لیکن دوسری طرف شیرازی صاحب تھے......

''زنیرا جی آپ نے فاران کو ناحق اتنا اپ سیٹ کر دیا...... ایک ہیرو کی بیوی کو اپنا دل بڑا رکھنا چاہیے...... میں تو آپ کو بہت سمجھدار خاتون سمجھتا تھا۔'' وہ اس وقت کافی تلخ ہو رہے تھے۔ زنیرا کو ان کا یہ انداز بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔ یہ اس کا اور فاران کا معاملہ تھا۔ وہ کون ہوتے تھے درمیان میں بولنے والے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ان کے اگلے جملے نے جیسے اس کے ہوش ہی اُڑا دیے تھے۔

فاران اور زنیرا کی خوشگوار داستانِ محبت کا اگلا موڑ کیسا ثابت ہوا...... یہ جاننے کے لیے اگلے ماہ تک انتظار کیجیے۔



منی ناول

اک نئے موڑ پر

رضوانہ پرنس

تیسرا حصہ

کبھی منزل ، کبھی رستہ کوئی کیسے بدلتا ہے
ہمیں معلوم ہی کب تھا کوئی کیسے بدلتا ہے
یقیں سے بے یقینی کے سفر تک ساتھ تھا میرے
بدل کر اس نے دکھلایا کوئی کیسے بدلتا ہے

راہِ زیست کبھی پُرخار و پُرپیچ تو کبھی رواں دواں ہوتی ہے۔ اسی راہ پر سفر کرتے ہوئے اجنبی مسافروں سے آشنائی، کبھی منزل کی جانب رہنمائی کرتی ہے تو کبھی راہ گم کردیتی ہے... ایسے ہی ایک مسافر کا دلگداز احوال جو منزل پر پہنچا تو ضرور مگر کیسے...؟

شوبز کی دنیا کے اسرار سے پردے اٹھاتی، گراتی ایک دل فریب روداد



WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ سائیں سائیں کرتے ہوئے دماغ کے ساتھ چپ چاپ اپنے بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی بالکل ایسے ہی جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ وہ بھی اس وقت کسی آنے والے طوفان کے خوف سے نیم جان ہورہی تھی جو فاران کی شدید نفرت اور غصے کے روپ میں اس کی زندگی میں آنے والا تھا۔

ابھی شیرازی صاحب نے اسے جو فون پر اطلاع دی تھی اس بات نے زنیرا کو اندر تک دہلا کر رکھ دیا تھا۔ کیا یہ کوئی معمولی بات تھی کہ فاران کے خوابوں کو چکنا چور کرنے کی ذمے دار وہ بنتے جارہی تھی۔ جو آج کل اپنی مٹھی میں پوری کائنات کو سمیٹے پھر رہا تھا جس کی آنکھوں میں چمکتا ہوا آسمان وہ خود بھی محسوس کررہی تھی اب اس آسمان پر سیاہ بدلی بکھیرنے کی موجب بھی وہی تو تھی۔ زنیرا کی ہتھیلیاں پسینے میں بھیگ سی گئیں۔ وہ گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے باہر پورچ میں فاران کی کار آکر رکی ہے۔ زنیرا کا دل زور زور سے دھک، دھک کرنے لگا۔ اس وقت فاران کا سامنا کرنے سے اس کی روح فنا ہوئی جارہی تھی اور شیرازی صاحب کے جملے بازگشت بن کر جیسے بار بار اسے ہولا رہے تھے۔

''زنیرا جی! آپ کا شوہر بے حد ٹیلنٹڈ انسان ہے اور اس کا مستقبل بھی بے حد تابناک ہوسکتا تھا لیکن آپ اس کی کامیابی اور خوابوں کے حصول کی جدوجہد میں بہت رکاوٹیں ڈال رہی ہیں۔ یہ اس کی بدقسمتی ہے کہ اسے آپ جیسی بیوی کا ساتھ ملا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس کا ذہن ہر وقت آپ ہی میں الجھا رہتا ہے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اسے space دینے کی قائل ہی نہیں ہیں۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اسے اپنی فلم سے آؤٹ کردوں اور دوسرے فلمساز کو بھی وارن کردوں کہ وہ فاران کو کاسٹ کرنے کا خطرہ مول نہ لے۔'' وہ بہت تلخ لہجے میں اسے اپنا فیصلہ سنا رہے تھے۔ زنیرا تو ان کی بات سن کر شاکڈ ہی رہ گئی۔ ابھی کل ہی تو فاران اسے بتا رہا تھا کہ شیرازی جیسے مانے ہوئے ڈائریکٹر کے ساتھ وہ دو ہٹ فلمیں دے چکا ہے اور اب تیسری بہت بڑے بجٹ کی فلم میں اسے ہیرو لے کر شیرازی صاحب نے دیگر مشہور ہیروز کو ٹھیک ٹھاک مایوس کیا ہے۔ فاران کو اس فلم سے بہت ہی امیدیں وابستہ تھیں اور اسے پورا یقین تھا کہ اس فلم کی کامیابی کے بعد وہ سب ہی ہیروز کو پیچھے چھوڑ کر نمبرون کا اعزاز حاصل کرلے گا اور اتنے کم عرصے میں اتنا بڑا اعزاز ملنا بہت ہی بڑی بات تھی لیکن اس وقت جیسے شیرازی نے اپنے جملوں سے کامیابی کی جگمگاتی شاہراہ پر ایک دم سے اندھیرا بکھیر دیا تھا جس میں اس کا فاران کھو بھی سکتا تھا۔

''سوری شیرازی صاحب اگر میری وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی ہوئی ہے۔ دیکھیں میری غلطی کی سزا فاران کو مت دیجیے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ احتیاط برتوں گی۔'' اس نے بہت متوحش ہوکر شیرازی سے معافی مانگی تو وہ مزید اُکھڑ گئے۔

''ارے آپ کو پتا نہیں ہے کہ آپ کے آنے کے بعد فاران ڈھنگ سے کام ہی نہیں کر پارہا تھا۔ بے شمار ری ٹیکس دے کر میرا اتنا نقصان کردیا ہے اس نے۔ اب میں مزید رسک لے ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ خود ایڈمٹ کررہا ہے کہ وہ ذہنی سکون اور مکمل یکسوئی کے ساتھ کام نہیں کرسکتا۔ کل کو آپ دونوں کے درمیان مزید کوئی بڑا مسئلہ کھڑا ہوگیا تو پھر میں تو.... بے موت مارا جاؤں گا۔ زنیرا جی فلم بنانا کوئی ہزاروں کا نہیں بلکہ لاکھوں، کروڑوں کا معاملہ ہوتا ہے اور میں ہرگز اتنا بڑا نقصان افورڈ نہیں کرسکتا۔'' انہوں نے حتمی لہجے میں کہتے ہوئے فون ڈسکنیکٹ کردیا اور اس وقت سے زنیرا جیسے سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ فاران کا سامنا کرنے سے اس کی روح فنا ہوئی جارہی تھی۔ دل بیٹھا جارہا تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ وہ فاران کا اس انڈسٹری میں رہنا کسی طور برداشت نہیں کرپارہی تھی لیکن وہ یہ بات بھی بہت اچھی طرح سے سمجھ رہی تھی کہ فاران کو انتہائی عروج سے زوال کی طرف یوں یکایک دھکیلنے کی مجرم بن کر وہ ہمیشہ کے لیے فاران کی نظروں کی قیدی بن کر ایک کڑی سزا کاٹتی رہے گی۔

''نہیں، نہیں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ میں فاران کی خوشیوں کو یوں پامال نہیں ہونے دوں گی۔ میرے دل پر چاہے کچھ بھی گزر جائے میں اب اپنے آنسو، اپنے احساسات کو ہمیشہ دل میں چھپا کر رکھوں گی، میرے اللہ یہ میرا تجھ سے وعدہ ہے لیکن بس ایک بار میرے فاران کو اس اذیت سے بچالے۔ وہ میرا محبوب ہے، اس میں میری جان ہے۔ میں اس کو اس طرح ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔'' وہ زار و قطار روتے ہوئے گڑگڑا، گڑگڑا کر اللہ سے دعائیں مانگ رہی تھی۔ تبھی اس کا موبائل ایک بار پھر بج اٹھا۔ اس نے.... دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ موبائل کانوں سے لگایا۔ دوسری طرف پھر شیرازی تھے ان کا ہیلو سنتے ہی زنیرا بے اختیار رو پڑی۔

''شیرازی صاحب پلیز آپ آخری بار میرے وعدے پر اعتبار کرکے دیکھیں، اب میں کبھی فاران کو ڈسٹرب نہیں کروں گی۔ میں اپنے آپ کو بالکل بدل دوں گی۔ آپ کو اتنی ہٹ فلمیں دی ہیں فاران نے.. آپ اس کے ساتھ بھلا ایسے کیسے کرسکتے ہیں؟'' وہ بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ ان سے منت آمیز لہجے میں کہہ رہی تھی۔ دوسری طرف کچھ لمحوں کے لیے خاموشی رہی اور اس سے پہلے کہ زنیرا کچھ اور کہتی اس کے کانوں میں شیرازی صاحب کی آواز نے جیسے رس گھول دیا۔

''زنیرا جی، پلیز آپ اتنا زیادہ اپ سیٹ نہ ہوں۔ مجھے تو بہت شرمندگی سی محسوس ہورہی ہے کہ میری باتوں نے آپ کو رُلا دیا۔ خیر میں نے فون تو کسی اور وجہ سے کیا تھا لیکن اب میں نے آپ پر بھروسا کرکے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے۔ فاران شاید ابھی تک آپ کے پاس نہیں پہنچا ہے۔ اس کا موبائل بھی آف جارہا ہے۔ وہ گھر آجائے تو اس کو بتا دیجیے گا کہ شیڈول کے مطابق کل صبح گیارہ بجے شوٹنگ پر پہنچ جائے اور ہاں آپ کا دل میری وجہ سے دُکھا ہے اس کے لیے ایک بار پھر معذرت چاہوں گا۔'' جملے کے اختتام کے ساتھ فون بھی بند ہوچکا تھا اور زنیرا خوشی کے بے پناہ احساس کے ساتھ پھر بھی موبائل کانوں سے لگائے جیسے بے خودی بیٹھی رہی۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ایک بہت بڑی آفت آتے آتے یوں بھی پلٹ سکتی ہے۔

☆☆☆

''چلو میاں، تمہارا پرابلم تو حل ہوگیا۔ مجھے پوری امید ہے کہ اب آئندہ تم بغیر کسی ٹینشن اور الجھن کے بہت سکون کے ساتھ اپنے کام پر توجہ دے سکو گے۔'' شیرازی صاحب نے موبائل جیب میں رکھتے ہوئے مسکرا کر فاران کی جانب دیکھا جو چائے کا کپ ہاتھوں میں تھامے ان کی اور زنیرا کی گفتگو کو بہت اطمینان اور دلچسپی سے سن رہا تھا کیونکہ شیرازی صاحب نے اپنے موبائل کا اسپیکر آن کیا ہوا تھا۔

''تھینک یو شیرازی صاحب، آپ نے اپنی ذہانت سے مجھے ایک بہت بڑی مشکل سے نکال لیا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اب میں اس فلم پر اچھی طرح concentrate کرسکوں گا ورنہ میرا ذہن گھر اور شوٹنگ میں بٹ کر رہ گیا تھا اور آج کے واقعے کے بعد تو میں نے سوچ لیا تھا کہ.....'' فاران کی بات ادھوری ہی رہ گئی کیونکہ اس کا موبائل بج اٹھا تھا۔ اسکرین پر زنیرا کا نام جگمگا رہا تھا۔ فاران نے تذبذب سے شیرازی صاحب کی طرف دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ کس کا فون ہوسکتا ہے۔

''فاران ابھی تم یہ کال ریسیو نہیں کرو۔ اچھا ہے کہ وہ تمہیں یہ خوش خبری فیس ٹو فیس سنائے، میرے خیال میں اب تمہیں گھر چلے جانا چاہیے۔ ورنہ یہ ٹوبچ ہوجائے گا۔'' شیرازی صاحب کے مشورے پر وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

''اور ہاں فاران گھر جا کر اسے کسی قسم کا طعنہ یا ٹینشن نہ دینا۔ تم بہت لکی ہو یار، تمہاری بیوی تم سے بہت محبت کرتی ہے۔ اسے اپنی خوشی سے زیادہ تمہاری خوشی کی فکر تھی۔ تم نے تو خود سنا ہے کتنی پریشان تھی وہ تمہارے لیے...... کیسے رو پڑی تھی وہ تمہاری خاطر حالانکہ تمہارا فلم انڈسٹری سے تعلق ٹوٹنا اس کے حسبِ منشا تھا۔'' شیرازی صاحب نے بہت صاف دلی سے زنیرا کے جذبات کو سراہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر، وہ یقیناً اب صرف میری خوشی کی خاطر اپنے جذبات اور احساسات پر ایک بند باندھ لے گی مجھ سے کچھ نہیں کہے گی لیکن مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ اندر ہی اندر اپنے آپ سے لڑتے ہوئے کہیں وہ تھک نہ جائے۔ آپ نہیں جانتے شیرازی صاحب وہ کتنی پوزیسو ہے۔ اگر کسی گیدرنگ میں وہ میری ذرا سی توجہ کسی خوب صورت چہرے کی جانب دیکھ لیتی ہے تو اس کا موڈ آف ہوجاتا ہے اور اب تو میں حسین چہروں کے ساتھ ہی زیادہ تر وقت بتا رہا ہوں۔'' فاران کی بات پر شیرازی صاحب ہنس دیے۔

''سب کچھ آہستہ، آہستہ ٹھیک ہوجائے گا۔ وہ تمہارے کام کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے ان چیزوں کی عادی ہوجائے گی۔ آج ہمیں اسے ایک کڑوی ڈوز دینی پڑی ہے لیکن اس میں بھی اس کی اور تمہاری بھلائی شامل ہے۔ یاد رکھو ایک صاف انجن ہمیشہ زیادہ کام کرتا ہے اس طرح الجھنوں اور تفکرات سے پاک ذہن زیادہ طاقت سے کام کرتا ہے اور یہ بات تمہارے فیوچر کے لیے بہت ضروری ہے کسی بھی آدمی نے کوئی بڑا کام الجھن اور تذبذب کی حالت میں نہیں کیا۔'' فاران نے مسکرا کر شکر گزار نظروں سے اُن کی جانب دیکھا۔ اس کے مایوس دل کے اندھیروں میں کیسی جھلملاتی سی روشنی بکھیر دیتی تھیں ان کی باتیں۔

☆☆☆

''اماں پلیز مجھے یہ بتا دیجیے کہ آپ نے میرا نام شہزادی آخر کس خوشی میں رکھا تھا؟ قسم سے برا مذاق اڑاتا ہوا محسوس ہوتا ہے یہ نام۔'' اس نے آلو کاٹتے ہوئے بے حد جھنجلا کر چھری زور سے تخت پر پٹخ دی اور بہت جھنجلائے ہوئے انداز میں ماں کی جانب دیکھا جو کپڑے الگنی پر پھیلا رہی تھیں۔

''لو بھئی پھر دورہ پڑ گیا اس جنم جلی کو۔ ارے تو یہ سوال کرتے، کرتے نہیں تھکو گی لیکن میں عاجز آگئی ہوں جواب دیتے دیتے۔'' انیسہ نے اپنی بیٹی کو گھورتے ہوئے اسے لتاڑا تو کمرے سے باہر آتی ہوئی رانی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دی۔

''ارے شہزادی اگر تم کو یہ نام اتنا ہی برا لگتا ہے تو بدل کر فقیرنی رکھ لو۔ بھئی میں تو برا نہیں مانتی مجھے تو اپنے نام سے بہت پیار ہے۔ محلوں کی رانی نہ سہی اپنے اماں ابا کے گھر کی تو رانی ہوں ناں!'' وہ شرارت سے شہزادی کو دیکھتے ہوئے وہیں تخت پر نیم دراز ہوگئی۔

''کاش نام رکھنے کا اختیار بچوں کو خود ہی دے دیا جائے تو کتنا اچھا ہوتا۔ غریبوں کے گھر میں شہزادی اور رانی جیسے نام رکھ کر اپنے احساسِ محرومی کو دور کرنے کا یہ طریقہ میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔'' شہزادی کے لہجے میں چھپے طنز کو محسوس کر کے انیسہ تو جیسے بھڑک ہی اٹھیں۔

''احساسِ محرومی ہوگا تمہیں، ہم لوگوں کو ایسا کوئی غم نہیں ہے اور ہزار بار بتایا ہے کہ یہ نام تمہاری مرحومہ دادی کے رکھے ہوئے ہیں کم از کم ان ہی کے احترام میں یہ فضول بکواس مت کیا کرو۔'' شہزادی کے غصے کے جواب میں بے اختیار ہنس دی۔

''سچ اماں جب کوئی آپ کو یہ کہتے ہوئے سنتا ہوگا کہ چلو شہزادی کمرے میں جھاڑو دو اور رانی ذرا غسل خانہ اچھی طرح سے دھو دینا تو اس کو کتنی ہنسی آتی ہوگی۔'' شہزادی نے یہ جملہ کچھ ایسے اسٹائل سے ادا کیا کہ رانی کے ساتھ ساتھ انیسہ کو بھی ہنسی آگئی۔

اجمل صاحب ایک چھوٹی سی فرم میں اکاؤنٹنٹ تھے۔ تنخواہ اتنی تھی کہ بس گزر بسر ہوہی جاتی تھی۔ ورثے میں باپ کے چھوڑے ہوئے گھر نے بھی سفید پوشی کا بھرم رکھ لیا تھا اور یہ بھی اللہ کا کرم تھا کہ انیسہ جیسی نیک، صالح اور صابر بیوی کا ساتھ انہیں کافی مسائل سے بچائے رکھتا تھا جو اُن کی محدود تنخواہ میں بھی گھر کو خوش سلوبی سے چلا رہی تھیں اور اس میں ان کی اپنی محنت کا بھی بہت دخل تھا کہ اپنی سلائی، کڑھائی کی مہارت کو انہوں نے ضائع نہیں ہونے دیا تھا۔ محلے کی خواتین انہی سے اپنے کپڑے سلواتی تھیں کہ ان کے ہاتھوں کے سلے ہوئے کپڑے بڑے، بڑے ٹیلرز کو مات دیتے ہوئے نظر آتے تھے اور پھر سلائی کے ریٹ بھی بے حد مناسب تھے۔ اب تو کچھ بڑے گھر کی خواتین بھی اُن کی شہرت سن کر ان کی کسٹمر بن چکی تھیں۔ شادی کے تین سال بعد جب ان کے گھر میں گڑیا جیسی بچی کی قلقاری گونجی تو انیسہ کی ساس نے بے اختیار اس بے حد خوب صورت سی ننھی پری کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

''دیکھو انیسہ کیسی شہزادی جیسی پوتی ہے میری۔ بس آج سے ہم اسے شہزادی ہی پکاریں گے، نام کا بہت اثر ہوتا ہے۔ دیکھنا انشاء اللہ اس کا نصیب شہزادیوں جیسا ہی ہوگا۔''

اور پھر جب شہزادی ان کے اس چھوٹے سے گھر میں ڈھیر ساری محبتوں کے سائے تلے ایک سال کی ہوئی تو اس کے ساتھ کھیلنے کے لیے ایک اور گڑیا ان کے آنگن میں اتر آئی۔ دوسری بیٹی کی پیدائش پر انیسہ کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر اس کی ساس جنہیں وہ بھی اجمل کی طرح اماں بی کہتی تھی انہوں نے بہت پیار سے اپنی پوتی کو گود میں لیتے ہوئے بہت خوشی سے جیسے اعلان کیا۔

''بھئی شہزادی کے بعد ہمارے گھر میں رانی بھی آگئی ہے۔ اب تو ہمارا یہ چھوٹا سا گھر ایک بادشاہ کے محل جیسا ہوگیا ہے جہاں رانی اور شہزادی رہتی ہیں۔'' ان کے فخر آمیز لہجے نے انیسہ کے مرجھائے ہوئے دل میں جیسے ایک عجیب سی توانائی بھر دی اور پھر اجمل کے بے پناہ خوشی کے اظہار نے رہی سہی اداسی بھی اس کے دل سے تحلیل کردی۔

رانی اور شہزادی صورتوں میں تو اپنے نام کی مکمل عکاس تھیں لیکن بقول شہزادی قسمت پر اُن کے نام کا کہیں دور، دور کوئی اثر نہیں پڑا تھا بلکہ اپنے رہن سہن کو دیکھتے ہوئے اسے یہ نام ایک مذاق ہی لگتے تھے۔ ان کے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی ان کی دادی کا انتقال ہوگیا تھا ورنہ شاید شہزادی تو ان کا ناطقہ ہی بند کردیتی، یہ خیال انیسہ کا تھا۔ اجمل صاحب کو اپنی بیٹیوں سے والہانہ محبت تھی۔ دونوں میاں، بیوی اپنے محدود وسائل کے باوجود اپنی بچیوں کو ہر قسم کی خوشی اور آرام فراہم کرنے میں کوشاں رہتے۔ شہزادی اور رانی دونوں ہی حسن میں یکتا تھیں۔ ایک درمیانے درجے کے اسکول سے میٹرک کرنے کے بعد اجمل صاحب نے انہیں گھر بٹھا دیا تھا کہ ان کی گلاب جیسی بیٹیوں کے حسن کی مہک اب جیسے محلے میں ہر سو پھیلنے لگی تھی۔ اجمل صاحب کے والد نے جب یہ گھر بنایا تھا تو اس وقت لوگ بھی کچھ رکھ رکھاؤ والے ہوتے تھے اور حالات بھی آج کل جیسے نہیں تھے لیکن اب اس علاقے میں نہ جانے کس، کس قسم کے لوگ آکر آباد ہوگئے تھے۔ انیسہ نے کئی بار اجمل صاحب سے یہ محلہ چھوڑ کر کسی اور علاقے میں شفٹ ہوجانے کی بات کی جہاں ان کی خالہ بھی رہتی تھیں لیکن اجمل صاحب

لاکھ چاہنے کے باوجود بھی یہ محلّہ نہیں چھوڑ پا رہے تھے کیونکہ ایک تو اُن کے مکان کی قیمت بہت کم لگ رہی تھی اور دوسرے یہ کہ وہ کرائے کا مکان افورڈ نہیں کر پا رہے تھے۔ جوں جوں اُن کی بچیاں بڑی ہو رہی تھیں اتنی ہی اُن کی پریشانی بڑھتی جارہی تھی۔ اپنے گھر کے آس پاس پھرتے اوباش لڑکے ان کی نظروں سے چھپے ہوئے نہیں تھے۔ پہلے شہزادی اور رانی اپنی سہیلیوں سے ملنے محلے میں اِدھر اُدھر جاتی آتی رہتی تھیں لیکن ایک بار محلے کے دو لڑکوں نے ان کی راہ روک کر جب اپنا حالِ دل سنانے کی کوشش کی تو اتفاق سے اسی وقت اجمل صاحب کا وہاں سے گزر ہوگیا۔ انہوں نے ان لڑکوں کی ٹھیک ٹھاک خبر لے ڈالی تھی لیکن اس دن کے بعد سے اپنی بیٹیوں کا یوں محلے میں آزادانہ گھومنا پھرنا انہوں نے قطعی بند کردیا تھا جس کا ان دونوں کو بہت قلق تھا لیکن یہ بھی شکر تھا کہ ٹی وی پر چینلو کی بھرمار نے انہیں بور ہونے سے بچایا ہوا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ انیسہ نے ہمیشہ ان پر نظر رکھی تھی کہ وہ کیا دیکھ رہی ہیں لیکن پھر بھی ٹی وی پر چلنے والے ڈراموں اور فلموں نے انہیں زندگی کے بہت سے حسین گوشوں سے آشنا کردیا تھا اور ان کے معصوم دل بھی انجانے میں کسی شہزادے یا راجا کے تصور میں دھڑکنے لگتے جو اُن کا ہاتھ تھام کر انہیں ایک ایسی دل فریب دنیا میں لے جاتے تھے جہاں سے واپس آنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔

رانی تو پھر بھی اپنی زندگی کی تلخ حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہوئے جینے کی کوشش کررہی تھی لیکن شہزادی کو ٹی وی کے ڈراموں کی دنیا میں ہی رہنا بہت اچھا لگتا تھا۔ مختلف ہیروز کو اپنا آئیڈیل بنانے میں اسے کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوتی تھی۔

''رانی ایمان سے اگر میں اس ڈرامے کی ہیروئن ہوتی ناں تو میرا کپل اس ہیرو کے ساتھ بہت ہی ہٹ جاتا۔'' ایک ڈرامے کو دیکھتے ہوئے اس نے اتنے وثوق سے کہا کہ رانی کو اپنی ہنسی روکنا مشکل ہوگیا۔

''اُف خود اپنی تعریف کرنا کوئی تم سے سیکھے۔ ویسے اللہ نے اس ہیرو کی قسمت پر رحم کیا جو تم اس کی ہیروئن نہیں بنیں ورنہ بے چارے کا تو بیڑا ہی غرق ہو جانا تھا۔'' رانی کے مذاق اڑانے پر اس نے برا مان کر اسے دیکھا۔

''جانتی ہوناں کہ مجھے میٹرک کی فیئرویل میں بیوٹی کوئن کا خطاب ملا تھا بلکہ ایک شرارتی سی لڑکی شہلا تو مجھے خوب صورت شہزادی کہہ کر مخاطب کررہی تھی اس دن۔'' شہزادی کی آنکھوں میں وہ دن جیسے پوری جزئیات کے ساتھ گھوم گیا۔

''ہاں تو مجھے بھی اس دن روپ کی رانی کا ٹائٹل دیا گیا تھا اس میں کون سی بڑی بات ہے!'' رانی نے جگمگاتی آنکھوں سے اسے چھیڑا۔ ان دونوں کی عمروں میں ایک سال کا فرق تھا لیکن اجمل صاحب نے اسکول میں دونوں کا ایڈمیشن ایک ہی کلاس میں کروایا تھا۔

''ہائے رانی کتنے پیارے دن تھے ناں ہمارے۔ سچ اسکول کا زمانہ یاد آکر کبھی کبھی مجھے بہت رُلاتا ہے۔ ایک گھٹن سی محسوس ہونے لگتی ہے مجھے اس چھوٹے سے گھر میں۔ اگر یہ ٹی وی بھی نہ ہوتا تو ایمان سے میں تو شاید پاگل ہی ہوجاتی۔'' شہزادی نے ٹھنڈی سانس بھر کر باہر صحن میں اپنی اماں کو ابا سے سر جوڑ کر باتیں کرتے دیکھا۔

''ویسے شہزادی کل سے ابا اور اماں میں کوئی خاص کانفرنس چل رہی ہے۔ میں جب بھی اُن کے نزدیک جاتی ہوں وہ ایک دم چپ ہوجاتے ہیں۔'' رانی نے اس کی نظروں کے تعاقب میں صحن کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کانشس سے لہجے میں اسے بتایا۔

''ہاں رانی، یہ بات میں نے بھی نوٹ کی ہے۔

کوئی خاص بات ہے ضرور۔'' شہزادی نے پُرسوچ نظروں سے اماں اور ابا کی جانب دیکھا جو اَب بھی بہت سیریس انداز میں ایک دوسرے سے محوِ گفتگو تھے۔

''بھئی میرا کامن سینس کہہ رہا ہے کہ یہ تمہارے رشتے کی بات ہے کیونکہ تمہارا نام اڑتے، اڑتے میں نے سن ہی لیا تھا۔'' رانی کی بات پر وہ کچھ چونک کر اس کے نزدیک ہوگئی۔

''ہائے رانی ذرا پتا تو کرو کہ کیسا رشتہ ہے، کون ہے؟ میرے خیال میں وہ جو چمکتی ہوئی سی سفید کار میں آنٹی آتی ہیں ناں انہوں نے اپنے بھائی یا بیٹے کا رشتہ دیا ہے۔'' اس نے اتنے کانفیڈنس سے کہا کہ رانی اسے دیکھتی رہ گئی۔

''تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتی ہو؟'' رانی نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

''ابھی پچھلے ہفتے جب وہ اپنے کپڑے لینے آئی تھیں تو امی سے میری بہت تعریفیں کررہی تھیں۔ مجھے اپنے پاس بٹھا کر مجھ سے باتیں بھی کی تھیں۔ یاد نہیں جب تم چائے بنا کر لائی تھیں تو میں انہی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔'' شہزادی نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی تو رانی نے ہنس کر اسے دیکھا۔

''خیر تعریف تو انہوں نے میری بھی کی تھی کہ ماشاء اللہ آپ کی چھوٹی بیٹی بھی کتنی پیاری ہے لگتا ہے اللہ نے فرصت سے آپ ماں بیٹیوں کو بنایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے ساتھ ساتھ اماں کا رشتہ بھی شاید آگیا ہے۔'' شرارت سے دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ رانی بے ساختہ ہنستی چلی گئی۔

''یہ میری ہر بات میں تم اپنے آپ کو کیوں بیچ میں لاتی ہو۔ خدا کی قسم تم سے تو میری کوئی خوشی برداشت ہی نہیں ہوتی۔'' شہزادی کو ایک دم غصہ آگیا۔

''ارے میری گڑیا ابھی تو تم خیالی پلاؤ بنا رہی ہو۔ جب تمہیں سچ مچ خوشی ملے گی ناں تو مجھ سے زیادہ خوش ہونے والا تمہیں اس پوری دنیا میں کوئی اور نہیں ملے گا۔'' رانی نے پیار سے اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے اسے منایا تبھی اماں کے پکارنے پر رانی جلدی سے باہر کی جانب چلی گئی جبکہ شہزادی بھی ایک تجسس کے تحت دروازے کے پاس رک کر اُن کی باتیں سننے لگی۔

''دیکھو رانی شام کو کچھ مہمان شہزادی کے رشتے کے لیے آرہے ہیں۔ مہمانوں کا کمرا اچھی طرح سے صاف کرلینا اور ہاں ڈبے میں کچھ چنے پڑے ہوئے ہیں ان کو بھگو دو شام کو آلو چاٹ بنا لینا بہت اچھی بناتی ہو تم۔ باقی سموسے اور بسکٹ تمہارے ابا بازار سے لے آئیں گے۔'' وہ بہت تفصیل سے رانی کو شام کے لیے ہدایات دے رہی تھیں۔

''اماں مہمانوں کا کمرا تو آپ ایسے کہہ رہی ہیں جیسے شاندار فرنیچر اور قیمتی پردوں سے سجا ہوا کوئی ڈرائنگ روم ہو۔ چار کرسیاں اور ایک میز ہی تو ہے کردوں گی صاف لیکن اماں آخر کون لوگ آرہے رشتہ لے کر؟'' اس نے بہت پُرتجسس لہجے میں ماں سے پوچھا جبکہ شہزادی کا بھی رُواں رُواں سماعت بن گیا تھا۔

☆☆☆

دروازہ دھیمے سے کھول کر فاران اندر داخل ہوا تو زنیرا جسے ہلکی سی جھپکی آگئی تھی ایک دم گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ سامنے ہی تھکا تھکا سا فاران کھڑا اسے شکایتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ زنیرا کا دل بری طرح سے دھڑکنے لگا۔ ایک لمحہ دونوں چپ چاپ ایک دوسرے کو بس دیکھے ہی گئے پھر زنیرا بے اختیار اٹھی اور اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

''سوری فاران، میری وجہ سے آپ کو اتنی ٹینشن اٹھانی پڑی۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں اس سے معافی مانگ رہی تھی۔

''تم نے تو میرے سارے خوابوں کو چکنا چور کردیا زنی تمہیں پتا ہے کہ......'' فاران کے جملے کو مکمل ہونے سے پہلے ہی زنیرا نے کاٹ دیا۔

www.paksociety.com

"مجھے سب کچھ معلوم ہے فاران لیکن میرے ہوتے ہوئے آپ کے خواب کبھی نہیں ٹوٹ سکتے۔" بھیگی بھیگی آنکھوں کے ساتھ اس کے ہونٹوں پر جگمگاتی مسکراہٹ اتنا خوب صورت تاثر دینے لگی کہ فاران اسے یک ٹک دیکھے گیا۔

"فاران میں نے شیرازی صاحب سے اپنے آج کے بی ہیویئر کی بہت معذرت کرلی ہے اور انہوں نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا ہے۔ اب بھی آپ ہی اُن کی فلم کے ہیرو ہیں۔" اس نے اپنے حساب سے فاران کو بہت بڑی خوشی خبری سنائی تھی۔ فاران کو دل ہی دل میں ہنسی تو بہت آئی لیکن بظاہر اس نے بہت حیرت آمیز خوشی کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو زینی لیکن وہ تو کہہ رہے تھے کہ مجھے فلموں میں کام کرنے کے بجائے اپنی بیوی کے موڈ کی فکر کرنی چاہیے۔ ان کا خیال ہے کہ ایسی جیلس بیوی کے ہوتے ہوئے میں کبھی ڈھنگ سے اپنا کام نہیں کرسکوں گا۔" وہ بہت معصومیت سے اپنے دل کی باتیں شیرازی صاحب پر رکھ کر اسے سنا رہا تھا۔

"نہیں فاران، میں نے ان سے وعدہ کرلیا ہے کہ آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ آپ یقین کریں فاران انہوں نے کل آپ کو شوٹنگ پر آنے کی تاکید کی ہے۔" وہ بہت بھولپن سے اسے یقین دلا رہی تھی۔ فاران نے بے اختیار پیار سے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ زنیرا نے سکون کی ایک گہری سانس لے کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ اُف جس لمحے کا سوچ کر اس کی جان سولی پر لٹکی رہی تھی وہ لمحہ کتنی خوش اسلوبی سے گزر گیا تھا پھر اس رات فاران کے سو جانے کے بعد وہ کتنی ہی دیر کروٹیں بدلتی رہی۔ نیند جیسے اس سے روٹھ ہی گئی تھی۔ اس نے پاس لیٹے ہوئے فاران کی جانب دیکھا۔ کتنا سکون تھا اس کے چہرے پر کیسی مست اور غافل نیند سو رہا تھا وہ۔ فاران کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو ہلکے سے ہٹاتے ہوئے اس نے سوچا۔

"فاران آپ کو کیا خبر آپ کا عشق میری عبادت ہے، آپ کی محبت میرا جنون ہے۔ میں تو آپ کے بنا شاید سانس بھی نہ لے پاؤں۔ میں صرف آپ کی بیوی نہیں بلکہ آپ کی پجارن ہوں فاران جتنا میں نے آپ کو چاہا ہے کوئی کسی کو ایسے چاہ ہی نہیں سکتا۔ میں نے آپ کی خوشی آپ کا جگمگاتا مستقبل آپ کو واپس تو لوٹا دیا ہے لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ مجھے اس کی قیمت ایک ایسے درد کو سہتے ہوئے دینی ہوگی جس کی اذیت کا آپ اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ فاران آپ میری پوزیسو نیچر کو جانتے ہوئے بھی اسی فیلڈ کا انتخاب کر بیٹھے جو مجھے ہر روز مرنے پر مجبور کرے گی اور ستم یہ کہ اب .... یہ دکھ، یہ اذیت مجھے بند ہونٹوں کے ساتھ اپنے دل میں اتارنی ہی ہوگی کاش آپ کی محبت میں بھی اتنی ہی شدت ہوتی کہ آپ میرے آنسوؤں کے عوض اپنی خوشیاں نہ خریدتے۔" زنیرا نے اپنے رخساروں پر بہتے آنسوؤں کو محسوس کرتے ہوئے بے اختیار سوچا۔

☆☆☆

"اماں آخر آپ نے سوچا بھی کیسے اس رشتے کے بارے میں۔ اللہ کی قسم میں مر جاؤں گی لیکن یہاں ہرگز، ہرگز شادی نہیں کروں گی۔" شہزادی کا غصہ کسی صورت کم ہی نہیں ہو رہا تھا جبکہ رانی کو اپنی ہنسی روکنا محال ہو رہا تھا۔

"اور اماں اس رانی سے کہیں اگر اس کی ہنسی بند نہیں ہوئی تو میں اس کے سارے دانت توڑ ڈالوں گی۔" اس بار اس کے عتاب کا نشانہ رانی تھی جس نے جلدی سے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ انیسہ سر پکڑے بالکل خاموش بیٹھی اس کی چیخ پکار سن رہی تھیں۔

"اماں آخر آپ کچھ بول کیوں نہیں رہیں، میں کب سے کیے چلی جا رہی ہوں۔" اس نے زچ ہو کر ماں کی طرف دیکھا۔ انیسہ نے اسے ملامت بھری نظروں سے گھورا اور بنا جواب دیے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"افوہ شہزادی رشتے تو آتے رہتے ہیں اس میں اتنا گرم ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سفید کار والی آنٹی کے بجائے فقیر محمد کی اماں آگئیں۔ ہائے کتنا مزہ آئے گا فقیرا اور شہزادی کی جب شادی ہوگی۔" رانی اپنی ہی بات پر ہنسی سے دُہری ہونے لگی تو شہزادی نے طیش میں آکر اس کی کمر پر اتنی زور سے مُکا مارا کہ وہ تڑپ ہی گئی۔

"ہائے اماں، میں مر گئی۔" اس کی چیخ سن کر انیسہ بے اختیار کمرے میں بھاگتی ہوئی آئیں جہاں شہزادی کھڑی شعلہ بار نظروں سے رانی کو دیکھ رہی تھی جو اپنی کمر پکڑے کراہ رہی تھی۔

"اری کمبخت ماری کتنی زور سے مار دیا ہے۔ تو نے میری بچی کو.... کیسا تڑپ رہی ہے۔" انیسہ نے ہول کر رانی کی کمر سہلاتے ہوئے اسے صلواتیں سنائیں۔

"ہاں، ہاں یہ ہی تو بچی ہے۔ مجھے تو کُوڑے سے اٹھا کر لائی تھیں آپ۔" ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تو بھاں بھاں کر کے وہ رو ہی پڑی۔ انیسہ نے بہت الجھ کر اسے دیکھا۔

"شہزادی آخر یہ بچپنا کب جائے گا۔ کاش اللہ نے تمہیں صورت کے ساتھ ساتھ تھوڑی سی عقل بھی دی ہوتی۔ ارے بیٹا آخر اس رشتے میں برائی کیا ہے۔ اچھا خاصا کماتا ہوا لڑکا ہے۔ صورت شکل بھی ٹھیک ٹھاک ہے کوئی خاص ذمے داری بھی نہیں ہے۔ سب بہن بھائی شادی شدہ ہیں اور ماں بھی اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ رہتی ہے۔ پورے گھر میں صرف تمہارا راج ہوگا۔" اس بار انیسہ نے اس رشتے کی خصوصیات بہت تفصیل سے بیان کیں جو شہزادی کو مزید آگ لگا گئیں۔

"واہ اماں نام میرا رکھا گیا شہزادی اور بیاہ

رہی ہیں مجھے فقیر صاحب سے..... سب کتنا مذاق اڑائیں گے کہ وہ دیکھو شہزادی اور فقیر ساتھ ساتھ جارہے ہیں۔" شہزادی کا لہجہ غصے میں اتنے مزے کا لگا کہ تکلیف کے باوجود رانی کھلکھلا کر ہنس دی جبکہ انیسہ نے مسکرانے کی بھی زحمت نہیں کی۔

"اچھا تو تمہیں پہلے اپنے نام پر اعتراض تھا اب اس بے چارے کے نام کی بھی شامت آگئی ہے۔ ارے نہ تم سچ مچ کی شہزادی ہو اور وہ نہ بھیک مانگنے والا فقیر ہے۔ بڑے بڑے امیر لوگوں کے نام بھی فقیر ہوتے ہیں بدعقل لڑکی۔" وہ تپے ہوئے لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔

"اماں اصل میں اس کو فقیر اور شہزادی کے کامبی نیشن سے الجھن ہورہی ہے اگر فقیر محمد.... بے چارہ رفیق محمد ہوتا پھر بھی یہ گزارہ کرلیتی۔" رانی نے اپنی شوخ طبیعت سے مجبور ہوکر لقمہ تو دے دیا لیکن پھر وہ جلدی سے اماں کے پیچھے چھپ گئی۔ شہزادی نے قہر آلود نظروں سے رانی کو دیکھا۔

"اماں اپنی چہیتی کو سمجھالیں۔ میرا ایک مکا اس کو شاید کافی نہیں لگ رہا ہے اور ہاں مجھے نام کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی ناقابلِ برداشت لگ رہا ہے۔ اتنے سوکھے، چرخ، مسکین شکل کے آدمی کے ساتھ میں چند منٹ نہیں رہ سکتی، ساری زندگی گزارنا تو دور کی بات ہے۔ بالکل اپنے نام کی کاپی لگتا ہے۔" اس نے دانت پیس کر اس کی "خوبیاں" گنوائیں تو انیسہ ہتھے سے ہی اکھڑ گئیں۔

"ارے میں منع کرتی تھی تمہاری دادی کو ایسے نام نہ رکھیں جو اُن کے مزاج پر بھی اثر انداز ہوجائیں۔ ہم سفید پوش لوگوں کو ہر بات اپنی حیثیت کے مطابق ہی کرنی چاہیے۔ شہزادی خدا کے لیے عقل سے کام لو۔ کتنی محبت اور چاہ سے یہ لوگ تمہارا ہاتھ مانگ رہے ہیں ورنہ آج کل تو ہر کوئی دولت اور اسٹیٹس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ لڑکی کی صورت اور سیرت کا ذکر تو بعد میں آتا ہے۔" آخری جملے انہوں نے بڑے ملتجی لہجے میں کہے تھے لیکن شہزادی جواباً استہزائیہ انداز میں ہنس دی۔

"اوہو یعنی فقیر صاحب نے دولت، اسٹیٹس کے بجائے میری صورت اور سیرت کو اہمیت دی ہے۔ ارے اماں انہیں دولت مند لوگ گھاس ہی کب ڈالتے ہوں گے تبھی تو انہوں نے سوچا کہ دولت نہ سہی حسین صورت ہی مل جائے۔ آپ نے ان کا اپنا اسٹیٹس بھی تو دیکھا ہوا ہے۔ خود ہی بتا رہی تھیں فقیر کی اماں کہ چھوٹا سا مکان ہے جو شہزادی کے آجانے سے محل کی طرح لگے گا۔" شہزادی نے اتنے کمال کی نقل اتاری کہ رانی کی ہنسی ایک بار پھر چار سو بکھر گئی۔ بھی اچانک ابا کے اندر داخل ہونے پر فضا میں سناٹا سا چھا گیا۔ انیسہ نے چور نظروں سے اُن کے چہرے کا جائزہ لیا تاکہ وہ ان کے موڈ کا اندازہ کرسکیں۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں انہوں نے شہزادی کی فضول باتیں نہ سن لی ہوں اور ان کا خدشہ صحیح نکلا۔ اجمل صاحب کے چہرے پر کافی تناؤ تھا۔

"انیسہ آئندہ تمہیں شہزادی سے اس معاملے پر بحث کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ نادان ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اتنا اچھا رشتہ اس کی بے وقوفی کی نذر کردیں۔ آئندہ گھر میں اس قسم کی بیکار کی باتیں میں قطعی نہیں سنوں۔ کچھ روز میں انشاءاللہ ـ وہ لوگ تاریخ لینے آئیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ خوشی، خوشی شادی کی تیاریوں کی ابتدا کرو۔" وہ حتمی لہجے میں کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔ انیسہ نے ڈرتے، ڈرتے شہزادی کی جانب کسی سخت ری ایکشن کی توقع میں دیکھا تھا لیکن وہ تو جیسے بالکل شاکڈ رہ گئی تھی البتہ آنکھوں سے بہتے آنسو اس کے دل کا سارا حال سنا رہے تھے۔

☆☆☆

"مما میں بہت بور ہورہی ہوں اور مجھے یہ

بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا۔" روشانہ نے ٹی وی دیکھتی ہوئی زنیرا کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بہت خفگی سے کہا تو زنیرا نے فوراً ہی ٹی وی بند کرکے اسے اپنے مزید نزدیک کرلیا۔

"ارے میرے بچے کو لاہور کیوں نہیں اچھا لگ رہا۔ اتنا پیارا شہر تو ہے یہ اور پھر یہاں تمہارے بابا بھی تو ہیں۔" اس نے پیار سے روشانہ کی پونی کھینچی۔

"بابا تو ہمارے پاس بالکل بھی نہیں ہوتے۔ اتنی رات کو آتے ہیں جب میں سوجاتی ہوں۔ مما آپ کو یاد ہے کراچی میں وہ آفس سے روز چھ بجے تک آجاتے تھے اور مما ہم لوگ کتنا گھومنے بھی جاتے تھے۔ سچ مما کراچی میں بہت مزہ آتا تھا۔ یہ لاہور تو بہت برا ہے یہاں بابا ہمیں زیادہ گھماتے بھی نہیں ہیں۔" وہ بہت معصومیت سے زنیرا کی گود میں سر رکھے لاہور کی برائی کررہی تھی۔ زنیرا کو.... بے ساختہ اس پر پیار آگیا۔

"میری جان اس سے پہلے تم کو کراچی برا لگتا تھا کیونکہ وہاں تمہارے بابا نہیں ہوتے تھے اب بابا تم کو یہاں لے کر آئے ہیں تو تمہیں واپس کراچی جانا ہے۔"

"لیکن مما مجھے پتا نہیں تھا کہ یہاں بھی پاپا گھر نہیں آیا کریں گے۔ آپ بھی تو کتنی خاموش ہوگئی ہیں۔ کل آپ چپکے، چپکے رو بھی رہی تھیں۔ آپ کو نانو، نانا جی یاد آرہے تھے ناں؟" روشانہ نے اتنی بے ساختگی سے پوچھا کہ ایک لمحے کو تو وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔ دل ہی دل میں اپنے آپ کو سرزنش بھی کیا۔ بچوں کے سامنے اسے اپنے جذبات کو ایسے عیاں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اصل میں کل اس کی سالگرہ تھی، جس کے کتنے سالوں تک فاران نے اس دن کے حوالے سے اسے بہت سارے خوب صورت سرپرائز دیے تھے۔ بچوں کی طرح سے سیلیبریٹ کی جاتی تھی اس کی برتھ ڈے۔ فاران کا بس نہیں چلتا تھا کہ صرف گھر نہیں بلکہ شہر کو ہی سجادے۔ شادی سے پہلے بھی اس کی سالگرہ منائی جاتی تھی لیکن فاران کے سنگ تو جیسے یہ دن رنگوں اور خوشبوؤں میں ڈوبا ہوا اتنا حسین اور دلکش لگنے لگا تھا کہ کبھی کبھی اس کا دل چاہتا کہ کاش اس کی سالگرہ ہر مہینے ہوا کرتی۔ اینورسری بھی وہ لوگ خاصی دھوم دھام سے مناتے تھے لیکن اس کی برتھ ڈے کی اہمیت جیسے بالکل ہی الگ تھی لیکن ان دو سالوں میں اس دن کی جگمگاہٹ ایک ایسی ٹمٹماتی ہوئی موم بتی کی مدھم روشنی کے مانند ہوگئی تھی جو اندھیرے میں بہت اداس سا تاثر دیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ کل فاران کو کافی جلدی شوٹ پر پہنچنا تھا۔ صبح صبح وہ کافی ہڑبونگ میں تیار ہوکر نکلا تھا اس کو وش کرنا تو دور کی بات اس نے ڈھنگ سے اسے خدا حافظ بھی نہیں کیا تھا۔ فلم کے سیٹ سے بار بار فون جو آرہے تھے لیکن پھر بھی اس کا خوش فہم دل فاران کے خوب صورت سے سرپرائز کا تمام دن منتظر رہا لیکن سرپرائز تو دور کی بات فاران کو ایک کال کرکے اسے ہیپی برتھ ڈے بھی کہنا یاد نہ رہا اور پھر وہ دن اس کے آنسوؤں کے جھلملاہٹ اپنے دامن میں چھپا کر رات کی سیاہی میں چھپ گیا تھا۔ ہاں البتہ اس روز زنیرا کے میکے اور سسرال کے علاوہ اس کی فرینڈز کے بھی فون اسے مبارک باد دینے کے لیے آتے رہے تھے اور وہ اپنے آنسوؤں کو دل میں اتارتے ہوئے بظاہر بہت خوش دلی سے سب کی کالز ریسیو کرتی رہی تھی۔ سب ہی کے اس سوال پر کہ آج فاران اس کی سالگرہ کس انداز سے سیلیبریٹ کررہا ہے، وہ ہنستے ہوئے انہیں بتاتی رہی کہ یہ سرپرائز تو اسے شام کو ملے گا اور یہ کہتے ہوئے ہر بار اس نے دل کی گہرائیوں سے دعا مانگی تھی کہ کاش ایسا ہی ہو لیکن وہ شام ہر روز سے زیادہ اداسی سمیٹ کر اسے مزید تنہا کرگئی۔

www.paksociety.com

www.paksociety.com

"اگر میں آج مر گئی ہوتی تو شاید میرے گھر میں ایسا سناٹا ہر سو چھایا ہوا محسوس نہ ہوتا بلکہ ایک رونق تو بکھری ہوئی نظر آتی بے شک چاہے وہ آنسو بھری ہی کیوں نہ ہوتی، اس برتھ ڈے سے تو بہتر ہوتی۔" اس نے بہت تلخی سے سوچا تھا۔ روشانہ اور فرحان کو اس نے اپنی سالگرہ کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی ورنہ روشانہ تو سوال کر کے اس کا جینا حرام کر دیتی۔ فرحان تو ابھی چھوٹا تھا لیکن وہ اپنے بابا کے ساتھ مل کر خوب انجوائے کیا کرتی تھی۔ کچن میں بچوں کے لیے کھانا نکالتے ہوئے اس کا دل نہ جانے کیوں بھر آیا تھا اور اتفاق سے کچن میں آتی روشی نے اس کے آنسوؤں سے تر رخسار دیکھ لیے تھے جسے اس نے چھپانے کی پوری کوشش کی تھی لیکن پھر بچوں کے سو جانے کے بعد جیسے اس کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے تھے۔ وہ دل بھر کر روئی تھی۔

وہ درد سہا ہے جو غیروں کا نہیں تھا
وہ زخم لگے ہیں جو خنجر کے نہیں ہیں

تبھی اچانک فون کی بجتی گھنٹی پر اس نے .... بادلِ ناخواستہ کال ریسیو تو کر لی لیکن اس کی آنسوؤں سے بوجھل آواز کو اجالا نے صاف محسوس کر لیا۔ ابھی اپنی امی سے فون پر بات کرتے ہوئے اسے پتا چلا تھا کہ آج زنیرا کی سالگرہ ہے سو اس نے فوراً ہی زنیرا کو وِش کرنے کا سوچا تھا لیکن اس کی آواز کی سوگواریت جیسے اجالا کو اپنے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے مائی ڈیئر زنیرا۔" اجالا کو آخر اسے وش تو کرنا ہی تھا۔

"تھینک یو اجالا۔" جواباً زنیرا نے بہت بجھے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"کیا بات ہے زنیرا سب ٹھیک تو ہے ناں؟" اجالا نے اس بار کچھ پریشان ہو کر پوچھا تھا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔" لاکھ ضبط کے باوجود اس کی آواز بھرا گئی حالانکہ اس سے پہلے اس نے باقی ساری کالز اپنے لہجے میں خوشی سمو کر اٹینڈ کی تھی لیکن اب شاید وہ اپنی اس جھوٹی ایکٹنگ سے تھک چکی تھی یا پھر اجالا کا فون عین اس وقت آیا تھا جب بالآخر وہ سارا دن ایک عجیب طرح کی اذیت سہتے ہوئے اپنی تنہائی اور گھر میں بکھرے ہوئے سناٹوں سے گھبرا کر بے اختیار ہو کر رو رہی تھی۔ فاران نے اسے کتنا تنہا کر دیا تھا۔ اپنی محبت کی شدتوں کا عادی بنا کر ایک دم سے اپنا دامن چھڑا لیا تھا۔

"نہیں زنیرا مجھے تو تم بہت اپ سیٹ اور اداس لگ رہی ہو۔ سب خیریت تو ہے؟" اجالا سچ مچ بہت فکر مند ہو گئی تھی۔

"اجالا میں تھک چکی ہوں بالکل ٹوٹ گئی ہوں۔ فاران نے مجھے بالکل اکیلا کر دیا ہے۔" زنیرا کے رکے ہوئے آنسو ایک بار پھر بہنے لگے۔ اجالا ان آنسوؤں کو دیکھ تو نہیں پا رہی تھی لیکن پھر بھی وہ اسے اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

"پلیز زنیرا ایسے مت روؤ۔ فاران کی تو زندگی ہی تم سے ہے یہ وقتی فیز ہے ذرا ہمت اور حوصلے سے برداشت کر لو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" اجالا کے سمجھانے پر اس کے رونے میں اور شدت آ گئی۔

"اب تو میرا حوصلہ ختم ہوتا جا رہا ہے اجالا اور مشکل یہ ہے کہ اس ستم گر کے سامنے لب کھولنے کی بھی اجازت نہیں۔ انہیں نہ میری تنہائی کا خیال ہے اور نہ ہی میرے جذبات، میرے احساسات اور میری خوشیوں کا۔ جانتی ہو آج میری برتھ ڈے پر سوائے فاران کے اور سب ہی لوگوں نے وش کیا ہے۔ وہ جو پہلے میرے اس دن کو اپنے خوب صورت سرپرائز سے سجا کر یادگار بنایا کرتے تھے اب ان کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت بھی نہیں رہی کہ فقط وش ہی کر دیں۔" صبح سے زنیرا جو غبار دل میں لیے گھوم رہی تھی وہ اجالا کے ہمدرد لہجے نے باہر نکالنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"دیکھو زنیرا آج کل فاران یقیناً بہت بزی ہے وہ تمہاری برتھ ڈے بھول گیا ورنہ بھلا ایسے ہو سکتا ہے کہ اسے یہ دن یاد نہ رہے۔ زنیرا اب پچھلے دنوں سے نکل کر حال میں آجاؤ۔ انسان کو وقت اور حالات کے تحت اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی پچھلی یادوں کے ہاتھ میں زندگی کی باگ ڈور نہ دو ورنہ سوائے اذیتوں اور دکھوں کے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ تمہیں چاہیے تھا کہ آج تم خود اسے بتا دیتیں کہ آج تمہاری برتھ ڈے ہے یا پھر شام تک اسے ایک میسج ہی کر دیتیں یا ایک کیک لے کر اس کی فلم کے سیٹ پر چلی جاتیں۔ اب پیارا سا تیار ہو کر ہنستی مسکراتی جب تم وہاں پہنچتیں تو فاران کتنا خوش ہوتا اور پراؤڈ فیل کرتا اور اپنی دل میں اپنے بھول جانے پر شرمندہ بھی ہوتا۔ کبھی کبھی غصہ، گری اور رونے دھونے سے زیادہ اس طرح کی ٹھنڈی مار انسان کے دل کو جھنجھوڑنے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے۔" اجالا بہت پیار سے اسے سمجھا رہی تھی اور اس کا ایک، ایک لفظ جیسے روشنی بن کر زنیرا کو کوئی راستہ دکھا رہا تھا۔

☆☆☆

گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ فقیر محمد نے سختی سے جہیز کے لیے منع کر دیا تھا بلکہ اس نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر اجمل صاحب نے کوئی چیز دی بھی تو وہ اسی وقت واپس کر دے گا۔ اس کا کہنا تھا کہ بس شہزادی کو چند جوڑوں کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔ اجمل صاحب پہلے ہی فقیر محمد کے اخلاق واطوار سے متاثر تھے اب تو جیسے وہ اس کے گرویدہ ہی ہو گئے تھے۔ انیسہ بھی اپنے ہونے والے داماد کے ہمہ وقت قصیدے پڑھتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ بس جو کچھ بھی گزر رہی تھی وہ شہزادی پر گزر رہی تھی۔ جب اماں اور رانی بازار سے اس کے لیے لائے ہوئے کپڑے اور چیزیں اسے دکھانے کی کوشش کرتیں تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی اُن کی طرف نہ دیکھتی۔ اس دن انیسہ نے ایک نیلے رنگ کا جوڑا اسے بہت محبت اور شوق سے دکھانے کی کوشش کی تو وہ بھڑک اٹھی۔

"اُفوہ اماں مجھے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے آپ کے اس نیلے جوڑے سے۔ ارے جس شخص کے تصور سے ہی مجھے کراہیت آتی ہے اس کے نام کے جوڑوں کو میرا آگ لگانے کو جی چاہ رہا ہے۔ ہٹائیں یہ سب یہاں سے۔" اس نے نفرت سے سامنے رکھے ہوئے کپڑوں کو زمین پر پھینک دیا۔ انیسہ ایک لمحے کو تو اسے دیکھتی رہ گئیں پھر زور سے اس کی پیٹھ پر دو ہتڑ مارتے ہوئے وہ رو دیں۔

"ارے کم بخت ماری کیوں بدشگونی کر رہی ہے تو۔ شرم نہیں آتی اپنے ہونے والے شوہر کے لیے لفظ کراہیت استعمال کرتے ہوئے۔ اتنا نیک، شریف اور باکردار لڑکا قسمت والوں کو ہی ملتا ہے۔"

انیسہ کے جملوں نے جیسے جلتی پر تیل کا کام، کیا وہ مزید چراغ پا ہو گئی۔

"ہاں ہاں، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اتنا سوکھا سہا، کالا کلوٹا لڑکا اللہ ہر خوش قسمت لڑکی کو دے جو صرف نام کا نہیں شکل کا بھی فقیر ہو۔ اماں مر جاؤں گی لیکن فقیر کی بیوی کہلوانا ہرگز پسند نہیں کروں گی سمجھ لیں آپ۔" وہ ہٹ دھرمی سے کہتی کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ انیسہ سر پکڑ کر وہیں پلنگ پر بیٹھی رہ گئیں۔

رانی باورچی خانے میں چائے بناتے ہوئے سب کچھ سن رہی تھی۔ اسے خود بھی فقیر محمد شہزادی کے جوڑ کا نہیں لگ رہا تھا۔ اگر ابا اور اماں تھوڑا صبر کر لیتے تو یقیناً اس سے بہتر رشتہ مل سکتا تھا ابھی کون سی عمر نکلی جا رہی تھی اس کی لیکن فقیر محمد نے اپنے کردار، خیالات واطوار سے کچھ ایسے گھر کر لیا تھا اس کے والدین کے دل میں کہ انہیں آج کل کے پُر آشوب اور خود غرض زمانے میں ایسے باکردار اور مخلص انسان کا مل جانا کسی معجزے سے کم نہیں لگ رہا تھا بقول

اجمل صاحب مرد کی شکل نہیں اس کا کردار دیکھا جاتا ہے لیکن رانی کا خیال تھا کہ ابا کو شہزادی کے خیالات اور اس کی مرضی کا احترام کرنا چاہیے تھا۔ اسے شہزادی پر بہت ترس آرہا تھا۔ اس کو ستانا یا چھیڑ چھاڑ کرنا الگ بات تھی لیکن اب اس کو اتنا اداس اور دل گرفتہ دیکھ کر اسے بہت افسوس ہو رہا تھا۔ کئی دفعہ اس نے اماں کو بھی سمجھانے کی کوشش کی لیکن بدلے میں صرف ڈانٹ ہی کھانے کو ملی۔ اس وقت بھی وہ چائے بنا کر اماں کے پاس لے آئی جو بڑبڑاتے ہوئے زمین پر بکھرے کپڑوں کو اٹھا رہی تھیں۔

''اماں پہلے یہ گرما گرم چائے پی لیں، کپڑے میں سمیٹ دیتی ہوں۔'' اس نے ماں کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہی ہوئی کیونکہ انیسہ نے چائے پینے سے صاف انکار کر دیا۔

''نہیں، میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا۔ اس لڑکی کی وجہ سے البتہ زہر ضرور پی لوں گی۔'' انہوں نے کپ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بہت بیزاری سے کپڑوں کو پلنگ پر پٹخ دیا۔

''اماں مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے شادی میں اب کچھ ہی دن رہ گئے ہیں اور شہزادی کی کسی بات سے نہیں لگ رہا کہ وہ راضی ہے۔ اماں اگر اس نے عین وقت پر انکار کر دیا تو پھر؟'' رانی نے زبردستی چائے کا کپ انیسہ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا۔

''دیکھو رانی مجھے ہولاؤ نہیں۔ اللہ نہ کرے کہ وہ یہ حرکت کرے۔ یہ نخرہ اور ضد سب وقتی ہے۔ شادی تک آہستہ، آہستہ اس کا مزاج بہتر ہو جائے گا اور تم میری بات لکھ لو کہ فقیر محمد کی محبت اس کی شکل و صورت پر غالب آجائے گی۔ رانی تم لوگوں نے تو اس سے ایک ہی بار ملاقات کی ہے لیکن میں نے اور تمہارے ابا نے اسے اچھی طرح پرکھا ہے۔ کئی بار اس سے ملے ہیں اتنا خیال اور محبت کرنے والا بچہ ہے وہ۔ تم دیکھنا وہ کتنی جلدی شہزادی کا دل جیت لے گا۔'' انیسہ کے لہجے میں اتنا یقین تھا کہ رانی ان کی باتوں کی تردید کرنے کی ہمت کر ہی نہ سکی لیکن نہ جانے کیوں اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ شہزادی کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور کرے گی اور پھر ایسا ہی ہوا۔

اس دن فقیر محمد بہت خوش، خوشی شہزادی کی چپل کا ناپ لینے ان کے گھر آیا ہوا تھا۔ اس کی ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی سو انہوں نے خود اسی کو بھیج دیا تھا اور اندھا کیا چاہے دو آنکھیں کے مصداق وہ لمحہ ضائع کیے بغیر محبوب کے در پر حاضر تھا۔ ویسے بھی بردکھوے والے روز ہی اس نے شہزادی کو دیکھا تھا اور زرد کپڑوں میں ملبوس اس کا حسین پیکر فقیر محمد نے آنکھوں کے راستے دل میں کچھ ایسے اتار لیا تھا کہ پھر اس کے دل میں کسی اور کی ذرا سی بھی گنجائش نہیں رہی تھی اور حور کے پہلو میں لنگور والی مثال اپنے اوپر فٹ کرتے ہوئے وہ خود ہی محظوظ ہوا تھا۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ اس کی قسمت میں شہزادی جیسی حور شمائل لڑکی کا ساتھ لکھا ہے۔ پتا نہیں کتنے خواب سجا ڈالے تھے اس کی آنکھوں نے آنے والے خوب صورت دنوں کے حوالے سے اور اس وقت بھی اپنی ساس کے سامنے مؤدب سا بیٹھا وہ کافی مسکین بھی لگ رہا تھا۔

''ارے رانی جلدی سے شربت لے آؤ، دیکھو تو سہی کتنی گرمی سے آیا ہے میرا بیٹا۔'' انیسہ نے لہجے میں ڈھیر سارا شہد سمو کر رانی کو آواز دی۔ اجمل صاحب گھر پر نہیں تھے وہ آفس سے واپسی پر ایک ٹیوشن پڑھاتے ہوئے ہی گھر آتے تھے اور پھر اچانک ہی انیسہ کی نظریں دروازے سے اندر آتی شہزادی پر پڑیں اور ان کی سانس جہاں کی تہاں رہ گئی کیونکہ شہزادی کا غیظ و غضب بتا رہا تھا کہ وہ کیوں یہاں آئی ہے۔

☆☆☆

فاران اپنی چابی سے مین گیٹ کھول کر جب اندر داخل ہوا تو سارے گھر میں بکھرے اندھیرے نے اسے بتا دیا کہ اس گھر کے مکین سو چکے ہیں۔ اس وقت رات کا تقریباً ڈیڑھ بج رہا تھا۔ آج وہ فلموں کی شوٹنگ میں کچھ اس درجہ مصروف رہا تھا کہ پورے دن میں گھر ایک کال تک نہیں کر پایا تھا۔ یقیناً آج زنیرا کا موڈ بگڑا ہوا ہوگا۔ بچوں نے بھی اسے کافی تنگ کیا ہوگا اس نے گہری سانس لے کر سوچا اور دبے قدموں اپنے بیڈروم میں داخل ہو کر لائٹ کا سوئچ آن کر دیا۔ ایک لمحے میں کمرا روشن ہو گیا لیکن اس کو اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھاتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ سامنے بچھے ہوئے بیڈ کی بے شکن چادر بتا رہی تھی کہ اس پر کوئی سویا ہی نہیں ہے البتہ بیڈروم کے دروازے کے پاس قالین پر زنیرا بے سدھ پڑی ہوئی ضرور نظر آئی تھی۔ سرخ پیور سلک کے سوٹ پر جھل مل کرتا ہوا کامدانی کا دوپٹا بڑی بے ترتیبی سے اس کے چہرے پر پڑا ہوا تھا۔ ہاتھوں میں پہنی سرخ اور سنہری چوڑیاں بھی اس کی طرح بالکل خاموش تھیں۔ فاران لرزتے قدموں کے ساتھ اس کے نزدیک آکر بے اختیار بیٹھ گیا۔

''زنیرا، زنی تم ٹھیک تو ہو۔ کچھ بولو زنی بلیز۔'' اس نے بے تابانہ زنیرا کو جھنجوڑ ڈالا۔ تب زنیرا چہرے سے دوپٹا ہٹاتے ہوئے بے اختیار اتنا کھلکھلا کر ہنسی کہ فاران ایک لمحے کو تو بالکل شاکڈ رہ گیا۔ دل کی دھڑکنیں اب تک قابو میں نہیں آئی تھیں۔ زنیرا کی ہنسی رک ہی نہیں رہی تھی۔ فاران نے بہت خفگی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس سے پہلے کہ وہ پلٹتا زنیرا تیزی سے اٹھ کر اس کے نزدیک آگئی۔ دلہن کی طرح سجی بنی زنیرا کا چہرہ ہنستے، ہنستے سرخ ہو رہا تھا۔ اسے فاران کی قہر آلود نظروں سے کوئی خوف نہیں محسوس ہو رہا تھا۔

''یہ اتنی احمقانہ شرارت کرتے ہوئے تمہیں ذرا بھی احساس نہیں ہوا کہ میں کتنا پریشان ہو جاؤں گا۔ بہت ہی جاہلانہ حرکت تھی یہ تمہاری۔'' فاران اپنا ٹمپر ایک دم ہی لوز کر گیا۔ تب زنیرا کے ہنستے مسکراتے چہرے پر ایک دم ہی ملال کے رنگ اتر آئے۔

''فاران آپ میری ہر برتھ ڈے پر مجھے خوب صورت سرپرائز دیا کرتے تھے۔ اسی لیے میں اس دن کا شدت سے انتظار کیا کرتی تھی اور آج اس کھوئے ہوئے دن کو ڈھونڈنے کی کوشش میں شاید میں نے آپ کو کچھ زیادہ ہی پریشان کر دیا۔'' اس نے زبردستی چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کی لیکن اس کی آنکھوں میں آئی نمی دھوپ میں بارش جیسے سماں کی عکاسی کر رہی تھی۔ فاران کا دل دھک سے رہ گیا۔ شدید شرمندگی زنیرا کی سالگرہ بھول جانے پر اسے جو ہوئی سو ہوئی لیکن زنیرا کے خاموش شکوے نے اسے اپنی کوتاہی کا احساس کچھ اس شدت سے دلایا تھا کہ اسے اپنے اوپر جی بھر کر غصہ آرہا تھا۔

''اوہ، سو سوری میری جان' مجھے بالکل یاد نہیں رہا آج کا دن جو میرے لیے کتنا اہم ہے، یہ بات تم بھی اچھی طرح سے جانتی ہو۔ بس کام کی زیادتی نے جیسے میرا دماغ ہی ماؤف کر دیا ہے۔'' فاران کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے اپنی صفائی پیش کرے۔ بس ایسے ہی بے ربط جملے بولتے ہوئے اس نے.... بے اختیار زنیرا کو اپنی بانہوں میں لے لیا۔

''زنی سالگرہ مبارک ہو۔'' اس نے بہت پیار سے اس کے کان میں جیسے سرگوشی کی۔

''تھینک یو۔'' زنیرا نے آہستگی سے کہتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ فاران کو کچھ حیرت سی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی سالگرہ کو بھول جانا کوئی معمولی بات تو نہیں تھی۔ ان دنوں فاران کی مصروفیات کی بنا پر وہ ویسے ہی کافی حساس اور

زو درنج ہورہی تھی لیکن لڑنے جھگڑنے اور رونے دھونے کے بجائے اس نے آج اپنی برتھ ڈے پر اس کا استقبال بہت نئے اور انوکھے انداز میں کیا تھا اور اس پر مستزاد سرخ کپڑوں میں بجی بنی وہ جیسے وقت گزرنے کے باوجود اب بھی اس دن کو سلیبریٹ کرنے کے لیے بہت صبر کے ساتھ اس کا انتظار کررہی تھی۔

”اچھا زنی یہ بتاؤ اپنی اس بھول کا ازالہ میں کیسے کروں۔ تم مجھے جو بھی سزا دوگی وہ مجھے قبول ہوگی۔“ اپنی حیرانی کو دل میں چھپاتے ہوئے فاران نے بہت محبت سے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تو زنیرا کا بے اختیار یہ دل چاہا کہ آج اس کی شرمندگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے اپنا وہ پرانا فاران واپس مانگ لے۔ اس سے کہے کہ خدا کے لیے اس فلم انڈسٹری کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے جس نے ان کے درمیان اتنی دوریاں پیدا کردی ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں بکھرے اس سناٹے سے بہت گھبرا گئی ہے جو لمحہ، لمحہ اسے اندر سے بالکل توڑ رہا ہے۔ اسے اپنے بچوں کے وہ بابا بہت یاد آتے ہیں جو انہیں بہت سارا ٹائم دیتے تھے۔ ان کے ساتھ کھیلتے تھے انہیں تقریباً روز ہی باہر گھمانے لے جاتے تھے۔ یہ سب زنیرا نے بس دل ہی دل میں سوچا تھا۔ لاکھ چاہنے کے باوجود یہ سب کچھ وہ اپنے لبوں تک لا نہ سکی بس بے بسی سے اسے دیکھ کررہ گئی۔

”کیا ہوا جان پلیز بنا خفا ہوئے مجھے اپنی فرمائش بتاؤ۔ میں نے کہا ناں کہ میں نے نادانستگی میں تمہیں جو دکھ دیا ہے میں اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔“ فاران نے اس کے چہرے پر جھولتی لٹ کو ہلکے سے کھینچتے ہوئے بہت ملتجیانہ انداز میں اس سے کہا تو ایک اداس سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اس کی بانہوں کے حصار سے نکل کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ فاران نے ایک نظر اس کے اترے ہوئے چہرے پر ڈالی اور پھر کچھ سوچ کر اپنی سائڈ ٹیبل کی دراز سے اپنی چیک بک نکال کر وہ اس کے نزدیک آکر بیٹھ گیا۔ زنیرا نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جو چیک کاٹ کر مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ میں تھمارہا تھا۔

”زنی، میری زندگی، میں مانتا ہوں کہ اس چیک کی ویلیو تمہارے اس دکھ کے برابر تو نہیں جو آج سارا دن تم نے سہا ہے لیکن پھر بھی میری جانب سے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے۔ پلیز کل تم جا کر میری طرف سے سونے کی چوڑیاں خرید لینا۔“ فاران کے محبت بھرے لہجے نے زنیرا کے دل میں کوئی ہلچل نہیں مچائی اس نے دو لاکھ کے اس چیک پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اسے واپس فاران کے ہاتھ میں دے دیا۔

”فاران مانا کہ آپ ماشاء اللہ لاکھوں میں کھیل رہے ہیں لیکن آج مجھے سونے کی چوڑیوں کی نہیں، ان سبز کانچ کی چوڑیوں کی شدت سے خواہش ہورہی ہے جو آپ میری ہر برتھ ڈے پر مجھے دیا کرتے تھے۔ یہ دو لاکھ ان کی برابری نہیں کرسکتے۔“ فاران کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ کتنے پیار سے اس نے زنیرا کو وہ چیک دیا تھا۔ اس احساس کے ساتھ کہ زنیرا نے اپنے اس اسپیشل دن پر اس کے بھول جانے کے باوجود بنا کسی شکوے کے اسی طرح تیار ہوکر اتنی رات گئے تک اس کا انتظار کیا تھا تاکہ وہ اس کے ساتھ اپنی برتھ ڈے سلیبریٹ کرے۔ فاران کو کتنی خوشی ہوئی تھی اس کے اس رویے پر لیکن پھر وہ اچانک دوبارہ اسی موڈ میں واپس آگئی تھی جس سے وہ چڑنے لگا تھا۔ شیرازی صاحب والا ڈراما بھی بس کچھ ہی عرصے کام آیا تھا۔

”زنی تمہارا موڈ ابھی کچھ دیر پہلے مجھے ایک ایسی ٹھنڈی چھاؤں کے مانند لگا تھا جس کے سائے میں آکر میری روح کو سکون سا مل رہا تھا لیکن اب جیسے تمہاری باتوں نے مجھے اندر تک جھلسانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ میری محبت اگر ان سبز چوڑیوں میں چھپی ہوئی تھی تو ان سونے کی چوڑیوں میں بھی میری ویسی ہی چاہت تم محسوس کرسکتی تھیں اگر تمہیں میری محبت کی سچائی پر اعتبار ہوتا لیکن تمہارے دل میں تو اب میرے لیے سوائے غصے، طنز اور شک کے کچھ باقی بچا ہی نہیں ہے۔ کاش تمہیں ذرا سا بھی احساس ہوا ہوتا کہ آج میں کتنا تھکا ہوا گھر واپس لوٹا تھا۔“ آخری جملہ کہتے ہوئے فاران نے ایک دم غصے سے چیک پھاڑ کر پرزے پرزے کردیا اور پاس پڑی ہوئی میز کو زور سے ٹھوکر مارتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ زنیرا نے گھبرا کر فاران کو روکنا چاہا لیکن وہ بہت تیزی سے وہاں سے جاچکا تھا۔ زنیرا نے پچھتاوے کے شدید احساس کے ساتھ قالین پر الٹی ہوئی میز اور چیک کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھا۔ اجالا کی باتوں نے اس کی زندگی کے اداس راستے میں جو روشنی بکھیری تھی جذبات میں آکر اس نے خود ہی اسے اندھیرے میں بدل دیا تھا لیکن وہ کیا کرتی اپنے حساب سے اس نے پوری کوشش کی تھی لیکن فاران کے اس جملے نے اسے ایک دم سے بہت ہرٹ کردیا تھا کہ کل وہ جا کر اس چیک سے سونے کی چوڑیاں خرید لے۔ کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ خود اس کے ساتھ جا کر چوڑیاں دلوادے گا۔ فاران کے نزدیک اس کی محبت کا اظہار بس پیسے کی صورت میں ہی تھا۔ زنیرا کو بے ساختہ وہ دن یاد آگئے تھے جب وہ اس کے لیے کانچ کی چوڑیاں اور سونے کے چھوٹے موٹے گفٹ خود خرید کر لاتا تھا۔ صبح سے ویسے ہی دل بھرا ہوا تھا سو ضبط کے بندھن آخر اس چیک نے توڑ دیے لیکن فاران کے یوں خفا ہوکر چلے جانے سے اسے اپنے رویے پر ندامت سی محسوس ہونے لگی۔

”سچ ہی تو کہہ رہے تھے وہ کتنے پیار سے مناتے ہوئے یہ چیک انہوں نے دیا تھا۔ اگر میں تھوڑا سا برداشت کرلیتی اور اس چیک کو سنبھال کر

سن تو سہی

ہر شب کو اپنا احتساب کرنا
گزرے لمحوں کا شمار کرنا
کہ جب کالے بھیانک اندھیرے تھے
تو کتنے سہانے سویرے بھی تھے
سنو!
صحرا جب پیاسا تھا
ابر بھی تو ٹوٹ کے برسا تھا
اداسی جب تھی پھولوں میں
تب کلیاں بھی تو چنچل تھیں
سنو!
میں ہارا نہیں ہوں
بس تھک گیا ہوں
میں نیا جنم لے کر پھر آؤں گا
ہاں!
میں پھر آؤں گا
سنو!
مجھے بھول نہ جانا
مجھے بھول نہ جانا

شاعرہ: آشا کرلاتی، گولارچی

رکھ دیتی پھر جس دن فاران کو فرصت ہوتی ان کے ساتھ جا کر چوڑیاں خرید لیتی۔ پتا نہیں کیوں میں ایسی حماقتیں کرجاتی ہوں جو میرے ساتھ ساتھ فاران کا بھی سکون ختم کردیتی ہیں۔“ اس نے بہت تاسف سے سوچا۔ آج کتنے دنوں بعد وہ دل سے تیار ہوئی تھی۔ فاران کے لیے بجی بنی تھی اور آئینے نے بھی اس کے حسین لگنے کی گواہی دی تھی لیکن اس نے اپنی حماقت سے سب ملیا میٹ کردیا تھا اور اب

فاران کو منانا اسے دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا تھا۔ تبھی کار اسٹارٹ ہونے کی آواز پر وہ بے حد گھبرا کر اٹھی اور تقریباً دوڑتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل آئی جہاں سے اسے گیٹ سے باہر نکلتی فاران کی کار نظر آ گئی تھی اور اب چوکیدار گیٹ بند کر رہا تھا۔

"اس وقت آدھی رات کو فاران اتنے غصے میں کہاں چلے گئے ہیں۔ یقیناً وہ علیشاہ کے پاس اپنے دل کی بھڑاس نکالنے گئے ہوں گے اور اب اس کی محبت، اس کی دل جوئی اور اس کی اداؤں میں کھو کر وہ اپنا غصہ، اپنی الجھن سب کچھ بھلا دیں گے اور میں یہاں تنہا بلکہ بہت تنہا اس جان لیوا اداسی کو سہتی رہوں گی۔ کاش وہ تھوڑا سا میرے احساسات سمجھنے کی کوشش تو کرتے۔ میری باتیں اگر انہیں ناگوار بھی گزری تھیں تو کم از کم آج کے دن تو انہیں اگنور کر دیتے، مجھے منانے کا ایک موقع تو دیتے میں ہاتھ جوڑ کر ان سے معافی مانگ لیتی۔" زنیرا کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا اور یہ ظالم سوچیں اس کے دل کو مزید کرچی کرچی کر رہی تھیں۔ دوریاں مزید طویل ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ پتا نہیں کیسا اندھیرا سا چھا رہا تھا اس کی زندگی پر۔

☆☆☆

فقیر محمد کی بھی پُرشوق نگاہیں شہزادی کی جانب اٹھی تھیں جو گلابی کپڑوں میں اسے گلاب کے پھول سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی لیکن اس بے چارے کو تو علم ہی نہیں تھا کہ اس گلاب کے ساتھ اتنے..... بے شمار کانٹے ہیں جن کی چبھن لمحے بھر میں اس کے دل کو لہولہان کر دے گی۔

"فقیر صاحب آپ کو کوئی اور گھر نہیں ملا تھا جو آپ بھیک مانگنے ہمارے در پر چلے آئے اور بھیک بھی ایک حسین بیوی کی۔ ارے یہ منہ اور مسور کی دال۔ اپنی شکل بھی دیکھی ہے کبھی آئینے میں۔" وہ تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ کمر پر ہاتھ رکھے اسے سناتی چلی گئی۔ انیسہ بہت حواس باختہ ہو کر اسے روکنے کی کوشش کر رہی تھیں جبکہ فقیر محمد آنکھیں پھاڑے سکتے کے عالم میں اس کی یہ تلخ باتیں ایک برچھی کے مانند اپنے دل میں اترتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔

"اماں پلیز، آپ درمیان میں مت آئیں۔ زندگی میں نے گزارنی ہے آپ نے نہیں۔ خدا کی قسم میں ان صاحب کو پوری زندگی تو کیا ایک منٹ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ سن لیں فقیر صاحب میں ہرگز، ہرگز آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔ سب فقرے کسیں گے آپ پر کہ حور کے پہلو میں لنگور بیٹھا ہے۔" وہ بدتمیزی کی ہر حد کراس کر رہی تھی۔ انیسہ نے بے اختیار اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا تو وہ رخسار پر ہاتھ رکھ کر ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی اور پھر بپھرے ہوئے انداز میں فقیر محمد کی طرف دیکھا جس کا چہرہ ذلت اور ہتک کے احساس سے مزید سانولا ہو رہا تھا۔

"آپ بارات لانے کی زحمت ہرگز مت کیجیے گا ورنہ خالی ہاتھ واپس جاتے ہوئے آپ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔" وہ تنتناتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ کمرے میں گہرا سناٹا چھا گیا تھا۔ انیسہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں۔ انہوں نے بہت بے بسی سے فقیر محمد کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر بکھری خفت اب غصے میں بدل رہی تھی۔

"آپ کی بیٹی کو اپنے حسن پر بہت ناز ہے لیکن میں ایسے حسن پر سو لعنت بھیجتا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے ایسی مکروہ دل والی لڑکی سے مجھے بچا لیا، جسے نہ بات کرنے کی تمیز ہے اور نہ ہی کوئی تہذیب اسے چھو کر گزری ہے۔ انشاء اللہ مجھے اس سے بھی حسین بیوی ملے گی اور وہ بھی بھیک میں نہیں بلکہ بہت عزت اور چاہ کے ساتھ۔" فقیر محمد کی آواز

شدید غصے میں بہت اونچی ہو گئی تھی اور بہ خوبی شہزادی کے کانوں تک آ رہی تھی۔ رانی جو ایک کونے میں سہمی ہوئی سی کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی بے اختیار تیزی سے باہر آ گئی جہاں فقیر محمد کھڑا خفگی کا اظہار کر رہا تھا اور انیسہ ہاتھ ملتے ہوئے خاموش سر جھکائے نڈھال سی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

"فقیر محمد صاحب میں آپ سے شہزادی کی طرف سے معافی مانگتی ہوں۔ ہم شریف لوگ ہیں ابا جب شہزادی کی اس بدتمیزی کا پتا چلے گا تو وہ اسے قتل کر دیں گے پلیز آپ ہم پر رحم کریں۔" رانی نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑتے ہوئے بہت رقت سے التجا کی تو انیسہ بھی ہمت کر کے اس کے نزدیک آ گئیں جو بتھے سے اکھڑا جا رہا تھا۔

"آپ کا ان باتوں سے کیا مطلب...... میں آپ کی شہزادی کی اتنی بدتمیزی اس لیے برداشت کر لوں کہ آپ شریفوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ارے ایسی لڑکی کو اس کا باپ قتل کر دے تو اسے سو نفلوں کا ثواب ملنا چاہیے۔" وہ مسکین سا فقیر محمد اب شیر کی طرح دھاڑ رہا تھا۔ اپنی اتنی توہین اس سے سہی نہیں جا رہی تھی۔ کتنے پیار اور ارمان سے وہ شہزادی کی چپل کا ناپ لینے آیا تھا لیکن وہ تو جیسے وہی چپل اس کے سر پر برسا کر چلی گئی تھی۔

"بیٹا خدا کے لیے اپنا غصہ تھوک دو۔ وہ نادان ہے، بے وقوف ہے میں اس کا دماغ درست کر دوں گی لیکن خدارا ہمیں اجمل صاحب کے قہر سے بچا لو، شہزادی کے ساتھ ساتھ ہم سب کا بھی گلا گھونٹ دیں گے اگر تم نے اس رشتے سے انکار کر دیا تو ہم بے موت مر جائیں گے۔" انیسہ زار و قطار رونے لگیں۔ شہزادی اندر غصے سے بل کھا رہی تھی لیکن اب وہ باہر نکلنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی جانتی تھی کہ اس بار اماں اسے ہرگز نہیں بخشیں گی اور فقیر محمد کے سامنے اسے اپنی بے عزتی منظور نہیں تھی ویسے بھی اس نے جو کہنا تھا وہ کہہ چکی تھی۔

"خالہ ایسے مت روئیں مجھے تو خود آپ پر ترس آ رہا ہے جو ایسی ناہنجار اولاد کو سہہ رہی ہیں لیکن میں مجبور ہوں۔ ایسی لڑکی کو اپنی زندگی میں لانے سے بہتر ہے کہ بندہ کنویں میں کود جائے۔" اس بار فقیر محمد کا لہجہ کچھ دھیما ہو گیا تھا جبکہ اندر بیٹھی شہزادی اس جملے پر مزید پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ تبھی فقیر محمد کی نظر سامنے سہمی ہوئی سی رانی پر پڑی جو اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اسے بہت بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ ان ماں بیٹی کو اتنا پریشان اور خوف زدہ دیکھ کر فقیر محمد کا دل پسیج سا گیا۔ کچھ لمحے سوچنے کے بعد اس نے انیسہ کی جانب دیکھا۔

"خالہ آپ لوگ بہت سیدھے اور شریف ہیں میں تو خود اس گھر میں اپنا رشتہ جوڑنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ لوگوں کی لڑکی ناخلف ہے تو اس کی سزا سارے خاندان کو دینا انصاف نہیں ہے۔ خالہ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ کی چھوٹی بیٹی سے رشتہ کرنے کے لیے تیار ہوں اگر اسے بھی میری شکل صورت پر اعتراض ہے تو برائے مہربانی مجھے آرام سے بتا دیں میں برا نہیں مانوں گا اور ہاں اجمل صاحب سے بھی میں طریقے سے بات کر لوں گا آپ اس کی بالکل فکر مت کریں۔" فقیر محمد کی اس اچانک پیشکش نے جہاں انیسہ کو ششدر کر دیا تھا وہاں رانی کو تو اپنے سر پر ایک بم سا پھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا جبکہ شہزادی بھی شاکڈ ہو کر بے اختیار دروازے پر آ گئی۔ فقیر محمد نے ایک نظر باری باری ان تینوں پر ڈالی شہزادی کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں شدید نفرت امڈ آئی تھی۔

"ٹھیک ہے خالہ، میں چلتا ہوں کل شام تک میری اماں جواب لینے آئے گی لیکن یاد رہے کہ انہیں بھی حقیقت کا پتا نہیں ہوگا۔ اس لیے آج کے قصے کا کوئی ذکر نہیں کیجیے گا ورنہ یہ بات بھی بگڑ جائے

www.paksociety.com

گی۔'' فقیر محمد نے آخری جملہ دروازے کے پاس رک کر کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ انیسہ ایک لمحے کے لیے جیسے سکتے میں بیٹھی رہ گئیں جبکہ رانی دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ سامنے دروازے پر کھڑی شہزادی کو دیکھ کر جیسے انیسہ کا سکتہ ٹوٹ گیا وہ پاگلوں کی طرح اٹھیں اور دیوانہ وار شہزادی کو مارتی ہی چلی گئیں۔ شہزادی چیخ رہی تھی لیکن انیسہ کو نہ کچھ سنائی دے رہا تھا اور نہ کچھ دکھائی دے رہا تھا۔

☆☆☆

تھکی تھکی سی آس ہے یہ دل بہت اداس ہے
کوئی تو درد راس ہے یہ دل بہت اداس ہے
عجب طرح کے وسوسوں میں گھر گئی ہے زندگی
امید ہے نہ آس ہے یہ دل بہت اداس ہے

زنیرا کو اس غزل کا ایک، ایک شعر اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے احساسات کی کتنی مکمل ترجمانی کر رہے تھے یہ اشعار۔ اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کتاب بند کر دی۔

عجب طرح کے وسوسوں میں گھر گئی ہے زندگی
امید ہے نہ آس ہے یہ بہت اداس ہے

اس نے زیر لب یہ شعر پڑھا تبھی روشانہ کے پکارنے پر وہ چونک کر کھڑی ہوگئی۔ روشانہ کی واپس کراچی جانے کی ضد روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ اس کا چڑچڑا پن زنیرا کو بہت پریشان کر رہا تھا۔ فرحان ابھی چھوٹا تھا لیکن روشانہ کی دیکھا دیکھی وہ بھی کافی ضدی ہوتا جا رہا تھا۔ فاران اس دن کے بعد سے ہنوز زنیرا سے خفا، خفا سا تھا بس ضرورت کی ہی بات کرتا تھا اس سے البتہ بچوں کو اپنے فارغ وقت میں کافی وقت دینے کی کوشش وہ ضرور کر رہا تھا خاص کر روشانہ کے تو وہ کچھ زیادہ ہی لاڈ اٹھانے لگا تھا۔ اسے اپنی اس لاڈلی بیٹی سے لگاؤ بھی تو کچھ زیادہ ہی تھا اور روشانہ کی کراچی جانے کی ضد اور چڑچڑے پن کو محسوس کرتے ہوئے وہ آج کل اس کے لیے بڑا فکر مند ہو رہا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ اب وہ اپنی فیملی کے ساتھ فری ہو کر باہر گھوم نہیں سکتا تھا کہ لوگ اس کو دیکھتے ہی اس کے اردگرد مجمع لگانا شروع ہو جاتے جن میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہوتی جو اس سے آٹوگراف لینے اور اس کے ساتھ تصویریں کھنچوانے کے شوق میں اسے ڈسٹرب کرتی رہتیں۔ ایسے میں زنیرا کا موڈ کافی آف ہو جاتا تھا۔ ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر کھانا کھانا بھی دشوار ہو جاتا۔ فاران کبھی اس سے کوئی بہت خوب صورت سی بات کہہ رہا ہوتا کہ اچانک کوئی صاحب یا صاحبہ مسکراتے ہوئے اُن کی ٹیبل کے پاس آٹوگراف لینے چلے آتے تب زنیرا کا بس نہیں چلتا تھا کہ آٹوگراف کے بجائے اس کے سر پر سامنے رکھی ہوئی کوئی پلیٹ دے مارے۔ ایک بار تو روشانہ بھی کسی لڑکی سے خفا ہوگئی تھی جو فاران کے ساتھ ایک تصویر کھنچوانا چاہ رہی تھی۔

''آنٹی پلیز، آپ میرے بابا کے بجائے کسی اور کے ساتھ تصویر بنوا لیں، یہ صرف میرے بابا ہیں اور مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا آپ لوگ ہمیں بہت تنگ کر رہے ہیں۔'' اس نے بڑی معصومیت بھری خفگی کا اظہار کرتے ہوئے ان صاحبہ کو جب ٹوکا تو وہ کچھ شرمندہ سی ہوگئی۔

''اوہ سوری گڑیا میں نے آپ لوگوں کو ڈسٹرب کیا لیکن کیا کروں آپ کے بابا کی فین ہوں ناں ان کے ساتھ تصویر کھنچوانے کا موقع گنوانا نہیں چاہ رہی۔'' وہ شرمندہ ہونے کے باوجود تصویر کھنچوانے پر مصر تھی۔ بلیو جینز پر سیاہ چھوٹی سی شرٹ پہنے محترمہ خاصی ایڈوانس لک بھی دے رہی تھیں۔ زنیرا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں فاران کو منع بھی کیا لیکن وہ مروتاً اس کے نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا اور وہ لڑکی تصویر بنوا کر تھینکس کہتی ہوئی واپس مڑ گئی۔

''فاران کیا ضرورت تھی اس چڑیل کو اتنا لفٹ

کروانے کی۔'' زنیرا نے خفگی سے اسے گھورا تو وہ شرارت سے ہنس دیا۔

''ارے چڑیل کہاں اتنی تو پیاری تھی۔ اگر تم پری کا خطاب دیتیں تو مان بھی لیتا۔'' زنیرا نے اس کی آنکھوں میں چمکتی شوخی کو محسوس کیا اور فوراً ہی روشانہ کو بھڑکا دیا تھا۔

''دیکھا روشی تمہارے بابا کو وہ چڑیل بالکل پری جیسی لگ رہی تھی جبکہ تمہیں اور مجھے کتنی بری لگی تھی وہ ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھانے دے رہی تھی، ہے ناں؟'' روشانہ نے بہت برا مان کر فاران کو دیکھا۔

''بابا جانی میں اور فرحان آپ سے کٹی ہوگئے ہیں۔ آپ ان گندی آنٹی کو فیری کہہ رہے ہیں۔ آپ سے میں، فرحان اور مما بالکل بات نہیں کریں گے، ٹھیک ہے ناں فرحان!'' اس نے فرحان کو بھی اپنے ساتھ ملاتے ہوئے بہت معصومیت سے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

''ارے باپ رے... اگر تم سب مجھے اکیلا چھوڑ دو گے تو پھر میں کیا کروں گا۔ ارے میری بلا سے وہ چڑیل ہو یا بھوتنی۔ بس میری پری تو میری لاڈلی بیٹی ہے۔'' فاران نے بڑی مسکین سی شکل بنا کر روشانہ کو دیکھا تو زنیرا کھلکھلا کر ہنس پڑی لیکن اب وہ دن نہ جانے کہاں کھو گئے تھے۔ زنیرا کو یوں .... مما خفگی سے ہنسے نہ جانے کتنا وقت گزر چکا تھا۔ اب تو وہ اداس نظروں سے باہر لان میں کھیلتے ہوئے بچوں کو دیکھ رہی تھی اور بچوں کے ساتھ بچہ بنا ہوا فاران بالنگ کرواتے ہوئے کیسے شور مچا رہا تھا۔ فرحان آؤٹ ہو کر بھی نہیں مان رہا تھا جبکہ فاران اور روشانہ اسے آؤٹ قرار دے رہے تھے۔ تبھی روشانہ کی نظر اس پر پڑی۔

''مما آپ بھی آئیں ناں۔ دیکھیں فرحان چیٹنگ کر رہا ہے۔'' اس نے فوراً ہی اسے پکارا تو وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی لان میں آگئی۔

''روشانہ اب کرکٹ ختم کرو تمہارا فیورٹ کارٹون ابھی ابھی شروع ہوا ہے جلدی جاؤ ورنہ مس ہو جانے پر پھر ہنگامہ کرو گی۔'' زنیرا کی اطلاع پر روشانہ اور فرحان بیٹ چھوڑ کر بھاگتے ہوئے اندر چلے گئے۔ فاران نے بھی اندر جانے کے لیے قدم بڑھائے تو زنیرا نے بے اختیار اسے پکارا۔

''فاران پلیز میری بات سنیں۔'' فاران کے جاتے ہوئے قدم اس کی آواز پر رک گئے۔

''کہو کیا بات ہے پھر کچھ اخبار میں پڑھ لیا یا تمہاری دوست نے میرے کسی افیئر کی خبر دی ہے یا پھر کوئی طنزیہ جملہ کہنے کو دل چاہ رہا ہے۔'' فاران نے بہت سرد لہجے میں آگ کی طرح دہکتے ہوئے جملے کہے تھے۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے پلیز اب اپنی خفگی ختم کر دیجیے۔ میں تھک گئی ہوں آپ کی بے رخی سہتے، سہتے۔ فاران میں گھٹ، گھٹ کر مر رہی ہوں۔'' وہ بے اختیار اس کے بہت نزدیک آگئی۔ اس کے لہجے میں جیسے صدیوں کی تھکن چھپی تھی۔

''زنیرا تھک تو میں گیا ہوں۔ اب تو گھر واپس آتے ہوئے دل گھبراتا ہے۔ یہ سوچ کر وحشت ہوتی ہے کہ میں ایسے گھر میں جا رہا ہوں جہاں ایک روتی ہوئی ڈپریسڈ عورت اپنے شک کی آگ میں مجھے جھلسانے کو تیار بیٹھی ہے۔ میری زنی تو اس روز مر گئی تھی جب میں نے فلم سائن کی تھی۔ تمہارے ساتھ اب ایک پل بھی جینے کو دل نہیں چاہتا اگر بچے نہ ہوتے تو شاید ہم کب کے الگ ہو چکے ہوتے۔ بس روشی اور فرحان کی خاطر میں تمہیں برداشت کر رہا ہوں۔'' کتنے سفاک جملے تھے جو تیر بن کر اس کے دل میں اتر رہے تھے۔ سنسناتے ہوئے دماغ کے ساتھ وہ ششدر سی کھڑی اس کی باتوں کا زہر اپنے رگ و پے میں اترتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔



منی ناول

اک نئے موڑ پر

چوتھا حصہ

رضوانہ پرنس



کبھی منزل ، کبھی رستہ کوئی کیسے بدلتا ہے
ہمیں معلوم ہی کب تھا کوئی کیسے بدلتا ہے
یقیں سے بے یقینی کے سفر تک ساتھ تھا میرے
بدل کر اس نے دکھلایا کوئی کیسے بدلتا ہے

راہِ زیست کبھی پُرخار و پُرپیچ تو کبھی رواں دواں ہوتی ہے۔ اسی راہ پر سفر کرتے ہوئے اجنبی مسافروں سے آشنائی، کبھی منزل کی جانب رہنمائی کرتی ہے تو کبھی راہ گم کردیتی ہے... ایسے ہی ایک مسافر کا دلگداز احوال جو منزل پر پہنچا تو ضرور مگر کیسے...؟

شوبز کی دنیا کے اسرار سے پردے اٹھاتی، گراتی ایک دل فریب روداد

فاران کو اس کے اتنے شدید ری ایکشن کی توقع نہیں تھی۔ اس نے بہت ٹھٹک کر زنیرا کی جانب دیکھا جس کا چہرہ رنج اور غصے کے زیرِ اثر سرخ ہو رہا تھا اور آنسو اب بھی اس کے رخساروں کو تر کر رہے تھے۔ آنکھوں میں عجیب قسم کی وحشت لیے وہ اس کے جواب کی منتظر تھی۔ فاران نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے جیسے اس کی بات کو اگنور کیا اور اندر جانے کے لیے قدم بڑھا دیے۔ زنیرا وہیں گھاس پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ کتنی بڑی بات کہہ دی تھی اس نے بنا سوچے سمجھے۔ اگر فاران جذبات میں آکر اس کی کہی ہوئی بات کو پوری کر دیتا تو...... اس نے ایک جھرجھری سی لی۔

''میری روشانہ کا کیا ہوتا، وہ تو ہم لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی بکھر رہی ہے اگر میرا فاران سے ہمیشہ کے لیے تعلق ٹوٹ جاتا پھر تو اس کی شخصیت بالکل ہی ختم ہو کر رہ جاتی۔ فرحان ابھی بہت معصوم ہے وہ بڑا ہو کر کتنے ہی سوالات کا سامنا خود بھی کرتا اور مجھے بھی کٹہرے میں کھڑا ہونے پر مجبور کرتا...... ابھی میرے دونوں بچے بہت چھوٹے ہیں انہیں ماں اور باپ دونوں کی ہی ضرورت ہے۔ میں اتنی خودغرض کیسے بن گئی تھی۔ اپنے بچوں کے متعلق بھی نہ سوچا۔ ان کے فیوچر، ان کی خوشیوں کو میں اپنے غصے کی نذر کرنے چلی تھی۔ فاران نے میری عزتِ نفس کو مجروح کیا ہے۔ میری اتنی شدید محبت کی کیسے توہین کی ہے۔ اگر اسے مجھ سے سچی محبت ہوتی تو وہ مجھے میری ساری خطاؤں سمیت ہمیشہ اپنے دل میں بسا کر رکھتا۔ میرے آنسو، میرا ڈپریشن، میری خفگی میری جیلسی اگر اسے پریشان کرتے تھے، ٹینشن میں مبتلا کرتے تھے تو میری وفائیں، میرا عشق، میرا جنون، میری قربانیاں بھی تو اسے معلوم تھیں۔ میں جو اس کے کسی عورت کو تعریفی نظروں سے دیکھنے پر بگڑ جایا کرتی تھی اور وہ میری نیچر کو سمجھتے ہوئے میری اس جیلسی کو کتنا انجوائے کرتا تھا......اور مجھے مناتا تھا لیکن اب اسے یہ سب کسی خرافات سے کم نہیں لگ رہا شاید میری محبت، میری دیوانگی پر اس کے فینز کا جنون اور پیار غالب آ گیا ہے، بے پناہ شہرت اور اہمیت پا کر اب اس کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ اسے ایک ڈپریسڈ عورت پر ضائع کرے جو اس کے پیار اس کی توجہ کی اتنی عادی تھی کہ اب وہ اس کی دوری اور بے اعتنائی سہہ نہیں پا رہی......'' وہ حد درجہ خود ترسی کا شکار ہو رہی تھی۔

''ٹھیک ہی تو ہے۔ بے شمار حسین لڑکیوں کا کریز بن جانے والے شخص کو بھلا اب مجھ میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ٹھیک ہے فاران اب ہم ایک ہی چھت تلے ضرور رہیں گے لیکن دو اجنبیوں کی طرح...... اب میں نہ کبھی آپ سے آپ کی محبت مانگوں گی اور نہ ہی اپنے لیے وقت......اب میں اپنی روشی اور فرحان کے لیے اس گھر میں رہوں گی۔ آپ نے میری محبت اپنے دل سے مٹا دی۔ اپنے الفاظ سے مجھے میری ہی نظروں میں حقیر کر دیا لیکن پھر بھی میں آپ کی احسان مند ہوں کہ آپ نے میری زندگی میں آئے ایک بہت جذباتی اور کمزور لمحے کو اپنی... سمجھ داری سے ٹال دیا۔ ورنہ میرا وہ احمقانہ مطالبہ پورا کرنا آپ کے لیے ذرا بھی مشکل نہ تھا۔ لیکن آپ نے جوش کے بجائے ہوش سے کام لیا...... اس لیے نہیں کہ ابھی آپ کے دل کے کسی گوشے میں میری محبت باقی رہ گئی ہے بلکہ آپ اپنے بچوں کی ماں کو اُن سے جدا کر کے انہیں توڑنا نہیں چاہتے۔ آپ نے آج ثابت کر دیا کہ آپ ایک بہت اچھے باپ ہیں تبھی تو اُن کی خاطر ایک ناپسندیدہ شخصیت کو اپنے گھر، اپنی زندگی میں برداشت کرنے پر آمادہ ہیں ورنہ اس سے اچھا موقع مجھ سے چھٹکارا پانے کا بھلا آپ کو کہاں مل سکتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ میری حیثیت آپ کی نظروں میں محض گھر کے کسی فالتو

سامان سے زیادہ نہیں ہوگی اور آج میں نے طلاق کا مطالبہ کر کے آپ کے لیے ایک اور جواز پیدا کر دیا ہے کہ آپ مجھ سے مزید خفا ہو جائیں۔ مجھے بالکل تہی داماں کر دیں لیکن فاران اب آپ کی خفگی، آپ کی نفرت میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اب کسی قسم کی جیلسی مجھے پریشان نہیں کرے گی۔ آپ کا کہا ایک ایک لفظ انگارہ بن کر اس محبت کو بالکل خاکستر کر گیا ہے جو کبھی میرے سانس لینے کا موجب ہوا کرتی تھی۔'' وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے گھاس پر اسی طرح دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔

نہ جانے کتنا وقت بیت چکا تھا اسے کچھ بھی پتا نہیں چل رہا تھا۔ رات کی سیاہی آہستہ، آہستہ دن کی روشنی کو اپنے آنچل میں چھپاتی ہوئی اس کے پھولوں سے مہکتے ہوئے لان میں اتر آئی تھی۔ اندر بچوں کے ہنسنے اور کھلکھلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اپنا پسندیدہ کارٹون دیکھنے میں وہ اتنے محو تھے کہ انہیں اپنی مما کی غیر موجودگی کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔ فاران اپنے بیڈ روم میں آنکھوں پر ہاتھ رکھے بہت خاموش سا لیٹا ہوا تھا۔ پتا نہیں کیا کچھ کہہ دیا تھا اس نے زنیرا سے...... اتنے دنوں کی گھٹن آج رنگ لے ہی آئی تھی۔ دس سال کی خوب صورت اور حسین رفاقت کبھی اس کے لیے اتنی بدصورت اور عذاب کے مانند ہو جائے گی اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ان دو تین سالوں میں جیسے اس کی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کے خیالات، جذبات، احساسات سب ہی میں بہت تبدیلی آتی جا رہی تھی۔ زندگی کے اس نئے موڑ پر ابتدا میں زنیرا نے بھی قدم بہ قدم اس کے ساتھ چلنے کی کوشش کی تھی۔ اس کا بہت ساتھ بھی دیا تھا۔ ہمت اور حوصلہ بھی بڑھایا تھا اور اپنی نیچر کے برخلاف پریوں کی اس فیلڈ میں صرف فاران کی خوشی کی خاطر اسے اس پرستان کا راجا اندر بنا ہوا دیکھ کر بھی اپنے لبوں کو سی کر اس کی کامیابیوں پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ فاران کی محبت میں بھی کوئی کمی نہیں آئی تھی البتہ اپنی شدید مصروفیات کی بنا پر اب وہ اسے پہلے کی طرح بھرپور توجہ نہیں دے پا رہا تھا۔ جسے زنیرا سمجھنے کو تیار نہیں تھی اور پھر آئے دن اس کے مشہور ہوتے اسکینڈلز بھی اسے پریشان کرنے لگے تھے۔

فاران لاکھ اسے سمجھاتا کہ یہ سب فلم کی پبلسٹی کے لیے کیا جاتا ہے اور ان ہیروئنز کا اس سے کوئی واسطہ نہیں لیکن زنیرا کا موڈ دنوں آف رہتا۔ اسے یقین تھا کہ رپورٹرز کچھ نہ کچھ دیکھ کر ہی یہ سب کچھ لکھتے ہیں۔ وہ اس دن کے واقعے کے بعد پھر کبھی فاران کی فلم کے کسی بھی سیٹ پر نہیں گئی تھی۔ اسے شیرازی سے کیا ہوا اپنا وعدہ یاد تھا اسی لیے فاران سے لڑنے جھگڑنے کے بجائے وہ اپنے دکھ، اپنے آنسوؤں کو دل میں چھپا کر ایک عجیب سی گھٹن کا شکار ہوتی جا رہی تھی۔ جسے فاران نے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ شہرت کا چڑھتا نشہ اسے کسی اور ہی دنیا کا باسی سمجھنے میں بہت اہم کردار ادا کر رہا تھا جہاں ہر سو لوگ اس کی پزیرائی کے لیے بے قرار نظر آتے تھے۔ ہر عمر اور دونوں صنف سے تعلق رکھنے والے مداح جب والہانہ انداز میں اس سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے...... اس سے آٹو گراف لینا باعثِ فخر گردانتے تو اسے اپنے آپ پر بے انتہا رشک آتا۔

شیرازی نے سچ ہی کہا تھا کہ اس کی شخصیت اس کی پرسنالٹی میں اتنی کشش اور جاذبیت تھی کہ اس سے کم عمر ہیرو بھی اس کے سامنے ٹھہر نہیں پا رہے تھے...... باہر کی خوب صورت دنیا سے جب وہ گھر واپس لوٹتا تو زنیرا کا مرجھایا ہوا سراپا اور ڈپریسڈ انداز جیسے اسے اپنے اعصاب پر سوار ہوتا ہوا محسوس ہوتا...... اب تو وہ اسے صفائیاں دے دے کر بھی بیزار ہونے لگا تھا۔ اسے مناتے مناتے اب وہ تھکنے لگا تھا۔

خوشبوؤں میں بسی ہنستی مسکراتی اپنی خوب صورت کو اسٹارز کے ساتھ کام کرتے ہوئے وہ جتنا

چاق وچوبند رہتا تھا گھر میں اسے اپنے وجود پر ایک عجیب سی پژمردگی طاری ہوتی محسوس ہوتی اور پھر زنیرا کو اپنی سالگرہ والے دن بالکل پرانے والے روپ میں دیکھ کر فاران کو جو خوشی ملی تھی، اسے زنیرا نے کچھ ہی لمحوں بعد واپس لے کر اسے جس اذیت اور تکلیف سے دوچار کیا تھا بس اسی روز سے جیسے زنیرا اس کے دل سے اس کی زندگی سے نکل سی گئی تھی۔ کوشش کے باوجود وہ اس کے لیے اب کسی قسم کے جذبات اپنے دل میں محسوس ہی نہیں کر پارہا تھا۔ ہاں البتہ اپنے بچوں سے محبت کچھ زیادہ بڑھ گئی تھی۔

باہر کی رنگین جگمگاتی دنیا سے واپس گھر لوٹنے کو اب اس کا من نہیں کرتا تھا بس بچوں کا پیار اسے کھینچ لاتا تھا......اور آج زنیرا کے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے اسے ذرا بھی تو اس پر رحم نہیں آیا تھا۔ یہ وہی زنیرا تھی جس کی آنکھ میں آیا ایک آنسو بھی وہ برداشت نہیں کرسکتا تھا اور اب اس کے آنسوؤں سے تر چہرے نے بھی اس کے دل میں کوئی ہلچل نہیں مچائی تھی۔ کیا وقت اور حالات انسان کے جذبات اس کے احساسات بدلنے پر اتنے قادر ہوجاتے ہیں۔ زندگی اپنے جادوئی آئینے میں ایسے ایسے ناقابلِ یقین مناظر چھپا کر رکھتی ہے جن کا انسان نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا......اور اس وقت فاران کے گھر کا یہ خاموش منظر چلّا چلّا کر بتا رہا تھا کہ یہ گھر جو کبھی محبتوں اور خوشیوں کا گہوارہ ہوا کرتا تھا آج وہاں سوائے دکھوں اور رنجشوں کے اور کچھ بھی نہیں۔

☆☆☆

اجمل صاحب جب گھر میں داخل ہوئے تو ایک عجیب سے سناٹے نے ان کا استقبال کیا تھا۔ انہوں نے بڑے اچنبھے سے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ صحن میں جلتے ہوئے بلب کی مدھم سی روشنی کے علاوہ باقی دونوں کمروں میں مکمل اندھیرا تھا۔

اتنی جلدی تو اس گھر کے مکین کبھی نہیں سوئے تھے۔ شہزادی اور رانی کی باتیں اور ہنسی تو انیسہ کے بار بار ٹوکنے اور تنبیہ کرنے پر بھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ ٹی وی بھی ماں کے منع کرنے کے باوجود دیکھنا بند نہیں ہوتا تھا۔ البتہ جب اجمل صاحب گھر میں داخل ہوتے تھے تو ٹی وی کی آواز دھیمی ضرور کردی جاتی تھی۔ انیسہ ان کے آتے ہی بیٹیوں کو آواز دینا شروع ہوجاتیں۔

''ارے شہزادی دیکھو تمہارے ابا آگئے ہیں۔ جلدی سے کھانا گرم کردو۔'' کبھی رانی کو پکارتیں۔

''رانی تمہارے ابا اپنی چپل ڈھونڈ رہے ہیں صفائی میں کہاں چھپا کر رکھ دی تم نے۔'' اور دونوں لڑکیاں ہنستی مسکراتی ایک دوسرے سے نوک جھوک کرتی۔ اپنے ابا کے کام کیے جاتیں اور ساتھ ساتھ ان سے ڈھیر ساری باتوں کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ انیسہ بھی اپنے شوہر کی خاطر داری میں ایک پیر سے کھڑی رہتیں۔ جانتی تھیں کہ وہ آفس کے تھکا دینے والے کام کے بعد ٹیوشن بھی پڑھا کر آرہے ہیں۔ انہیں اپنے شریکِ حیات پر پیار آنے کے ساتھ ساتھ بہت ترس بھی آتا تھا جو اُن لوگوں کی خاطر اتنی زیادہ محنت کررہے تھے......لیکن آج اپنے پُررونق گھر میں ایک مدقوق سا بلب اپنی ملگجی سی روشنی بکھیرتے ہوئے انہیں کسی بہت بڑی انہونی کا احساس دلاتے ہوئے بری طرح دہلا گیا۔

''انیسہ......'' انہوں نے کچھ خوفزدہ ہوکر بہت زور سے بیوی کو پکارا۔ وہ بدستور صحن میں ہی کھڑے تھے پتا نہیں کیوں اندر جانے کی ہمت نہیں ہورہی تھی ان کی...... کچھ ہی لمحوں بعد انیسہ چھوٹے، چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی کمرے سے باہر آئیں...... ان کی متورم آنکھیں اور اترا ہوا چہرہ بن کہے ہی جیسے انہیں کوئی بری خبر سنا رہا تھا۔

''کیا بات ہے انیسہ، سب خیر تو ہے ناں......؟''

وہ اپنی آواز کی لرزش پر قابو نہیں کر پائے۔

''اجمل ہم لوگ بہت پریشانی میں پڑ گئے ہیں، مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں......'' انیسہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے وہیں صحن میں بچھے ہوئے پلنگ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئیں۔ ان کا دل اندر سے بیٹھا جارہا تھا۔ اصل حقیقت کو چھپا کر اس اچانک صورتِ حال کو کسی اور طرح سے اپنے شوہر تک پہنچانا اس وقت انہیں دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا تھا۔ کتنا مارا تھا انہوں نے شہزادی کو اس کے رونے چلانے کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہورہا تھا ان پر بس دل چاہ رہا تھا کہ اس وقت اس کا گلا ہی گھونٹ دیں۔ رانی الگ زاروقطار رو رہی تھی۔

''اماں......کیا آپ میری شادی فقیر محمد سے کریں گی؟'' ماں جب شہزادی کو مار مار کے تھک سی گئی تو۔ رانی نے بہت سہمے ہوئے انداز میں رو رو کر ماں سے پوچھا تھا اور جواباً وہ اسے بے بسی سے بس دیکھ کر رہ گئی تھیں۔ کبھی کبھی اولاد اپنے ماں باپ کے لیے ایک ایسی آزمائش بن جاتی ہے کہ وہ ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ سوچنے لگتے ہیں کہ کاش وہ بے اولاد ہی رہتے۔ انیسہ بھی اس وقت سوچ کی اس نہج پر تھیں۔ ان کی دونوں بیٹیاں ان کے سامنے بیٹھی آنسو بہا رہی تھیں لیکن دونوں کے دلوں کی کیفیت مختلف تھی۔ ایک کے آنسو بے بسی میں ڈوبے ہوئے تھے اور دوسری ان کی مار کی چوٹ کھا کر رو رہی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں اب بھی غصے اور بغاوت کے شعلے دہکتے محسوس ہورہے تھے۔ شوہر کے آنے سے پہلے انہیں اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکالنا تھا۔ فقیر محمد کا حتمی لہجہ انہیں بتا گیا تھا کہ شہزادی اب اسے کسی بھی حال میں قبول نہیں لیکن وہ پھر بھی اپنے وعدے کی ایک کچی ڈور انہیں تھما گیا تھا کہ وہ اجمل صاحب سے اس ناگوار قصے کا ذکر نہیں کرے گا۔ انیسہ جانتی تھیں کہ اگر انہوں نے رانی کے لیے بھی فقیر محمد کے رشتے سے انکار کردیا تو کہیں وہ اپنی بے عزتی کا بدلہ اجمل صاحب سے بدتمیزی کرکے نہ لے۔ اگرچہ فقیر محمد فطرتاً بہت اچھی فطرت کا انسان تھا۔ لالچ اور طمع سے دور ایسے باکردار نوجوان کو اپنے داماد کے روپ میں سوچ کر ہی دونوں کے دلوں میں سکون سا اتر جاتا تھا لیکن جب کسی انسان کی عزتِ نفس کو چوٹ پہنچتی ہے تو وہ ایسے ری ایکٹ کرتا ہے جیسے فقیر محمد کررہا تھا۔ اس کے ارمانوں سے بھرے دل کو شہزادی نے کچھ اتنی بے دردی سے توڑا تھا کہ وہ بلبلا ہی اٹھا تھا...... انیسہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر رانی کی جانب دیکھا جو اَب بھی امید بھری

نظروں سے اپنی ماں کی جانب دیکھ رہی تھی کہ شاید وہ اس کے سوال کے جواب میں اسے لپٹا کر کہیں گی کہ وہ فقیر محمد سے اس کی شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتیں لیکن اس کی توقع کے برخلاف وہ اچانک اٹھیں اور اپنا دوپٹا بیٹی کے پیروں پر ڈال کر خود بھی اس کے قدموں کے پاس بیٹھ گئیں۔

''رانی میری بچی، اب تمہارے ابا کی زندگی' ان کی عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ انہیں ایسے..... بے موت نہ مرنے دینا۔ شہزادی کے دیے ہوئے زخم پر تم ہی مرہم لگا سکتی ہو رانی...... خدا کے لیے مجھے بچالو، اس گھر کو بچالو۔'' وہ زاروقطار رونے لگیں۔

رانی ششدر سی بیٹھی رہ گئی جبکہ شہزادی نے بہت حیرت سے ماں کو دیکھا لیکن کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ حالانکہ اس کا بہت دل چاہا تھا کہ وہ چلاّ کر ماں کو ایسا سوچنے سے بھی منع کردے...... جس کنویں میں گرنے سے اس نے اپنے آپ کو بچایا تھا بھلا اس کنویں میں وہ اپنی چہیتی بہن کو کیسے گرنے دیتی لیکن اتنی مار کھانے کے بعد اس کی ہمت ہی نہیں ہوئی کہ وہ لب بھی ہلا سکے کہ ماں کی نظروں میں اپنے لیے...... بے تحاشا نفرت اور قہر وہ اب بھی محسوس کررہی تھی۔

''رانی تمہارے ابا تو کچھ دیر میں آنے والے ہیں۔ اس سے پہلے مجھے تمہارا جواب سننا ہے تاکہ میں کسی طریقے سے بات کو نبھا سکوں...... اس ذلیل لڑکی نے ہم سب کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ کاش یہ پیدا ہوتے ہی مرجاتی۔'' انیسہ نے ہاتھ ملتے ہوئے بہت نفرت سے شہزادی کو گھورا لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کا تسلسل نہ ٹوٹا۔

''اماں مجھے فقیر محمد سے شادی نہیں کرنی ہے، خدا کے لیے اس بات کا کوئی اور حل نکال لیں۔'' رانی نے ڈرتے، ڈرتے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے بہت ہمت سے کہا تو انیسہ ایک لمحے کو اسے دیکھتی رہ گئیں۔ نہ جانے کیوں انہیں رانی سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ انہیں مکمل یقین تھا کہ وہ اپنی ماں کے آنسوؤں کی لاج رکھ لے گی، اپنے باپ کی عزت کا بھرم اسے عزیز ہوگا...... انہوں نے بہت بے بسی سے رانی کی جانب دیکھا۔ جانے کیا تھا ان نگاہوں میں کہ رانی کا دل کٹ کر رہ گیا۔ انیسہ لڑکھڑاتے قدموں سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر جانے لگیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اجمل صاحب کے آنے کے بعد اس گھر میں جو قیامت آنی تھی اس کا سوچ کر ہی ان کا دل ڈوبا جارہا تھا۔

''اماں!'' رانی نے بے اختیار انہیں پکارا۔

اس وقت جو بے بسی اسے اپنی ماں کے چہرے پر نظر آئی تھی اس نے جیسے رانی کو اندر تک جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ انیسہ نے پلٹ کر اسے دیکھا...... شہزادی کی بھی استفہامیہ نظریں بہن کی جانب اٹھی تھیں۔ رانی ایک دم اٹھی اور دوڑ کر ماں سے لپٹ گئی۔

''اماں آپ جس طرح مناسب سمجھیں ابا سے کہہ دیجیے گا۔ میں اس رشتے پر تیار ہوں۔'' اس نے آنسوؤں سے بھیگی آواز میں جیسے انیسہ کو خوشیوں کی پھوار میں بھگو دیا۔ انہیں بالکل ایسے ہی محسوس ہوا جیسے گھپ اندھیرے میں اچانک بہت سے چراغ جل اٹھے ہوں۔

''جیتی رہو رانی...... ہمیشہ خوش رہو۔ تم نے اپنی ماں کے دکھ کو سمجھا۔ اللہ تمہیں ہمیشہ سکھی رکھے۔'' وہ اسے ایک ایسے سائل کے مانند دعا دے رہی تھیں جسے اچانک اس کی امید سے زیادہ نواز دیا گیا ہو اور ان کی دعاؤں سے بے نیاز رانی بس ان کے چہرے کو تک رہی تھی۔ جس پر بکھری خوشی ایک سکون بن کر اس کے دل میں اتر رہی تھی اور فقیر محمد کا خیال کہیں دور، دور نہ تھا پھر انیسہ ایک ملامت بھری نظر شہزادی پر ڈال کر اپنے کمرے میں آگئی تھیں۔ اب انہیں ایک اور مرحلہ طے کرنا تھا۔ اجمل صاحب کو بتانا تھا انہیں سمجھانا تھا، قائل کرنا تھا کہ لڑکے والے چھوٹی کا

رشتہ چاہ رہے ہیں اور انہیں اس بات کو برا مانے بغیر مان لینا چاہیے کہ اتنا اچھا رشتہ گنوانا حماقت ہوگی...... دوسری طرف اپنی ماں کے لیے جذباتی ہوکر فیصلہ کرنے والی رانی اب ہچکیوں سے رو رہی تھی...... یہ قسمت نے اس کے ساتھ کیسا کھیل کھیلا تھا...... شہزادی کا مذاق اڑاتے ہوئے وہ ایک دم سے ایسے اس کی جگہ پر آگئی، اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ شہزادی کو اپنی بہن پر ترس آنے کے ساتھ، ساتھ غصہ بھی آرہا تھا۔

''رانی مجھے تم سے ایسی حماقت کی توقع بالکل بھی نہیں تھی۔ میں نے تو اپنی زندگی میں آنے والے طوفان کو اپنی ہمت اور حوصلے سے موڑ دیا لیکن تم نے تو خود ہی اس طوفان میں بہہ جانے کی ٹھان لی۔ جانتی ہو ناں خودکشی حرام ہے۔'' اس نے رانی کے آنسو پونچھتے ہوئے اس پر اپنا غصہ بھی نکالا۔

''شہزادی مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ اماں خوف اور پریشانی سے ختم ہوجائیں گی، ابا جو ہم لوگوں کو اتنا چاہتے ہیں اور آج کل اتنی محنت کے باوجود کتنے خوش اور فریش نظر آرہے ہیں شاید وہ ہم لوگوں کی طرف سے ملنے والے اس دکھ کو سہہ نہ پائیں۔ تم اپنے لیے جی لو شہزادی اور میں اپنے ماں، باپ کی دی ہوئی زندگی جی لوں گی۔'' اس کے جملوں کی تپش نے شہزادی کو سلگا کر رکھ دیا۔

''تم بے شک فلموں کی نیک پروین ہیروئن بن کر اپنے ماں، باپ کی خواہشوں پر قربان ہوجاؤ لیکن میں نے جو کچھ کیا بالکل ٹھیک کیا ہے۔ اللہ نے مجھے عقل، سمجھ اور اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا شعور دیا ہے اور اسلام میں لڑکی کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہ کرنے کا حکم بھی ہے پھر بھی اگر اماں اور ابا ہمیں ایک ناپسندیدہ زندگی گزارنے پر مجبور کررہے ہیں تو یہ ان کی عاقبت نااندیشی ہے۔ انہیں اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا ہی چاہیے۔'' اس کے لہجے میں چھپی بغاوت اور ہٹ دھرمی کچھ ایسی تھی کہ رانی مزید کچھ بولنے کی ہمت ہی نہ کرپائی۔ ویسے بھی وہ کچھ غلط تو نہیں کہہ رہی تھی۔

''پتا نہیں کیوں اماں سمجھ رہی ہیں کہ بس فقیر محمد پر ہی دنیا ختم ہے...... کاش وہ اپنے ابا سے اتنی فری ہوتی کہ انہیں سمجھا سکتی ان سے اس رشتے پر اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرسکتی لیکن باپ اور بیٹیوں کے درمیان حائل جنریشن گیپ کچھ اتنا زیادہ رہا تھا کہ وہ لوگ کبھی اپنے دائرے سے نکل کر ان سے بات نہیں کرپائی تھیں جس میں زیادہ ہاتھ انیسہ کا بھی تھا جنہوں نے ہمیشہ اپنی بچیوں کو باپ سے ڈرا کر رکھا تھا۔ روزمرہ کی سیدھی سادی گفتگو اور معصوم سی شرارتیں جنہیں ابا ہنس کر ٹال جاتے تھے لیکن ان شرارتوں میں بھی ایک ادب ملحوظ رہا کرتا تھا۔ رانی چپ چاپ آنسو بہاتے ہوئے سر سے چادر اوڑھ کر لیٹ گئی جبکہ شہزادی بھی اپنے جوڑ جوڑ دکھتے جسم کے ساتھ اپنے پلنگ پر لیٹی آنے والے وقت کا سوچ کر خوفزدہ ہورہی تھی۔ تبھی ابا کے آنے کی آہٹ اور پھر ان کے پکارنے کی آواز پر وہ دونوں اپنے، اپنے بستروں میں مزید دبک کر رہ گئی تھیں۔

اجمل صاحب بہت پریشانی کے عالم میں انیسہ کو دیکھتے ہوئے ان کے بولنے کے منتظر تھے۔

''بولو انیسہ ایسی کیا بات ہوگئی ہے جس نے پورے گھر میں ایک اندھیرا سا کردیا ہے؟'' انہوں نے متوحش نظروں سے سناٹے اور اندھیرے میں ڈوبے ہوئے اپنے گھر کو دیکھا۔

''اجمل' اصل میں فقیر محمد نے شہزادی سے شادی کرنے سے انکار کردیا ہے۔'' اس بار انیسہ نے ہمت کرکے انہیں یہ خبر سنا ہی دی جس کے لیے وہ اپنے آپ کو اتنی دیر سے تیار کررہی تھیں۔

''ہیں......؟'' اجمل صاحب نے بے حد شاکڈ ہوکر بیوی کو دیکھا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو تم...... وہ

لوگ تو اتنی خوشی، خوشی بات پکی کر کے گئے تھے۔ ارے فقیر محمد ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہے، ہماری عزت کا بھی خیال نہیں کیا اس نے۔'' وہ وحشت کے عالم میں بولتے ہی چلے گئے۔ چہرہ زرد پڑ گیا تھا...... انیسہ نے گھبرا کر اُن کا ہاتھ تھام لیا۔

''اپنے آپ کو سنبھالیے اجمل صاحب اور میری پوری بات تو سنیں۔ فقیر محمد اور اس کی ماں کو شہزادی سے بہتر رانی لگ رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چھوٹی ہونے کے باوجود وہ بڑی سے زیادہ سمجھدار... بُرد بار اور سگھڑ نظر آتی ہے، ان کے خیال میں رانی ان کے گھر کو سنبھالنے کی زیادہ اہلیت رکھتی ہے۔'' جھوٹ بولتے ہوئے انیسہ کی زبان لڑکھڑائے جا رہی تھی۔ ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے تھے لیکن اجمل صاحب کی صدمے سے ہوتی بری حالت انہیں کچھ زیادہ ہی کہنے پر مجبور کر رہی تھی۔

''دماغ خراب ہوگیا ہے ان لوگوں کا...... انہوں نے تو رشتے کو مذاق بنالیا ہے۔ شہزادی سے بات پکی کرنے کے بعد شادی کے اتنے نزدیک اچانک اپنا ارادہ بدل کر رانی کو مانگ لینا...... ارے یہ شریفوں کے لچھن نہیں ہوتے...... میں نے فقیر محمد کو کیا سمجھا تھا اور وہ کیا نکلا...... میں ابھی جا کر اس سے بات کرتا ہوں۔'' غصے سے وہ برانگیختہ ہو رہے تھے۔ انیسہ نے گھبرا کر انہیں روکنے کی کوشش کی جو باہر جانے کے ارادے سے کھڑے ہوگئے تھے۔

''خدا کے لیے اجمل بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے...... اس میں ان لوگوں سے زیادہ میرا قصور ہے...... اصل میں شہزادی کافی بدتمیز اور منہ پھٹ ہوتی جا رہی ہے...... اور اکثر غصے میں آ کر میں ان لوگوں کے سامنے اس کی شکایتیں اور رانی کی تعریف کیا کرتی تھی۔'' انیسہ کانپتے ہوئے دل کے ساتھ سارا الزام اپنے سر لے رہی تھیں...... اجمل صاحب کی اپنے اوپر پڑتی قہر آلود نظریں بھلا وہ کیسے محسوس نہ کرتیں لیکن وہ ماں تھیں بیٹی سے کتنی ہی دل برداشتہ اور خفا کیوں نہ سہی پھر بھی اسے اپنی ممتا کے آنچل میں چھپانے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے وہ اپنے شوہر کا سارا عتاب سہنے کو تیار تھیں۔ رانی اندر لیٹی ہوئی ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ دل میں کہیں بہت گہرا سا ملال اتر رہا تھا۔ شہزادی کی غلطی اس کی خودسری کی سزا اماں نے اسے دے کر کتنی ناانصافی کی تھی۔

''کاش شہزادی نے ہی کچھ سمجھ داری سے کام لیا ہوتا...... اس طرح فقیر محمد کی بے عزتی کرنے کے بجائے ٹھنڈے دل و دماغ سے اس مسئلے کا کوئی حل نکالنے کی کوشش کرتی۔'' رانی نے شکوہ کناں نظروں سے بہن کی طرف دیکھا جو اس کے احساسات سے لاتعلق اماں اور ابا کی باتوں پر اپنی پوری توجہ مرکوز کیے ہوئی تھی۔

''انیسہ میں تمہیں اتنا ناقص العقل نہیں سمجھتا تھا۔ تم نے تو بے وقوفی کی تمام حدیں ہی پار کرلیں۔ ارے بھلا کوئی اپنی بیٹی کی ہونے والی سسرال کے سامنے اس کی برائیاں بیان کرتا ہے، سوتیلی ماں بھی ایسی حرکت کرتے ہوئے سو بار سوچے...... انیسہ تمہارے جیسی بیوی پا کر میں اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتا تھا لیکن آج مجھے پتا چلا کہ مجھ سا بدنصیب شاید ہی کوئی ہو۔'' اجمل صاحب کا غصہ عروج پر پہنچ گیا شادی کے اتنے عرصے میں پہلی بار وہ اتنی شدت سے انیسہ پر چلاّئے تھے۔

انیسہ کے پیر بری طرح کانپنے لگے۔ دل لگتا تھا جیسے ابھی بند ہو جائے گا۔ اپنے دھیمے مزاج کے نرم خو شوہر کا یہ انداز پہلے کبھی دیکھا جو نہیں تھا۔

وہ بے خطا، بے قصور ان کے قہر کا نشانہ بن رہی تھیں۔ کتنی حقیر ہوگئی تھیں وہ پل بھر میں اپنے شریکِ حیات کی نظروں میں...... شہزادی نے تو انہیں جیتے جی مار دیا تھا۔ کاش وہ اپنی بیٹی کو سمجھ جاتیں، ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شہزادی اتنا سخت قدم اٹھا سکتی ہے ورنہ وہ کبھی اس رشتے پر حامی نہ بھرتیں...... پچھتاوا بہت ظالم چیز ہے بالکل ایک ایسے زہرِ قاتل کی طرح جو انسان کو اندر ہی اندر مار دیتا ہے۔ قطرہ قطرہ اسے پگھلنے پر مجبور کرتا رہتا ہے لیکن انیسہ نے آنسو بھری نگاہیں اٹھا کر غیظ و غضب سے بھرے شوہر کی طرف دیکھا۔ کاش وہ جان سکتے کہ صرف اور صرف ان کی خوشی ان کی عزت ان کے وقار کی خاطر وہ اس وقت مجرم بن کر ان کے سامنے کھڑی ہیں، اپنی معصوم سی رانی کی خوشیوں، اس کے ارمانوں کو انہوں نے اپنے شوہر کی زندگی اور عزت پر قربان کر دیا ہے۔

''ٹھیک ہے انیسہ میں تمہاری حماقت کی بھینٹ اپنی بیٹیوں کو کبھی نہیں چڑھاؤں گا...... اپنی ایک بیٹی کی سیج اجاڑ کر میں دوسری کے لیے پھولوں کی سیج سجانے کے بجائے اسے ساری زندگی گھر میں تو بٹھا سکتا ہوں لیکن اُس گھر میں دلہن بنا کر ہرگز...... ہرگز رخصت نہیں کرسکتا جہاں سے میری شہزادی ٹھکرائی گئی ہو۔'' انہوں نے قہر آلود نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا تو انیسہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ انہیں اپنی قربانی رائگاں جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اگر اجمل صاحب نے فقیر محمد کو بے نقط سناتے ہوئے اس رشتے سے انکار کیا تو جواباً فقیر محمد ان کی بیٹی کے لیے جو زہر افشانی کرے گا انہیں جس طرح ذلیل کرے گا وہ شاید یہ سب برداشت نہ کر پائیں اور اگر انہیں کچھ ہوگیا تو وہ کیسے جی پائیں گی۔ ان کی بیٹیاں بن باپ کے بالکل بے سہارا ہو جائیں گی۔ انیسہ کو شدت سے اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا۔ انہیں بلاوجہ کی جذباتیت سے کام لینے کے بجائے بہت طریقے سے اجمل صاحب کو سارا قصہ سچ، سچ بتا دینا چاہیے تھا۔ انہیں ذہنی طور پر فقیر محمد کے متوقع رویے کے بارے میں تیار کرلینا چاہیے تھا۔ کیا ہوتا

اک نئے موڑ پر



زیادہ سے زیادہ وہ شہزادی پر ایسے ہی چلّا لیتے جیسے اس وقت وہ ان پر چیخے تھے۔ انیسہ نے بہت بے بسی سے سوچا۔ پچھتاوے کا ناگ ایک بار پھر ان کو ڈسنے کے لیے تیار تھا۔

''نہیں، نہیں اجمل صاحب...... آپ کا فیصلہ بالکل غلط ہے، وہ لوگ بہت اچھے اور شریف لوگ ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ شہزادی اس رشتے کے ختم ہونے پر بے حد خوش ہے۔ خدا کی قسم وہ تو اس شادی پر تیار ہی نہیں تھی۔ شاید ان لوگوں نے خود بھی یہ محسوس کرلیا تھا...... آپ جوش کے بجائے ہوش سے کام لیں...... فقیر محمد کی صورت میں مجھے بیٹا مل رہا ہے۔ خدارا اسے مجھ سے مت چھینیں......'' انیسہ نے روتے ہوئے کچھ اتنے درد سے کہا کہ اجمل صاحب اپنا غصہ بھول کر چپ چاپ بیوی کو دیکھتے رہ گئے۔ انیسہ کی باتوں نے جیسے ان کے دل سے اٹھتے شعلوں پر پانی کے چھینٹوں کا کام دیا تھا۔ ویسے بھی انہیں...... فقیر محمد اپنی عادات واطوار اور کردار کی بدولت بے حد پسند تھا اور شہزادی کے مزاج سے بھی انہیں آگاہی تھی اور انہیں علم بھی تھا کہ شہزادی اس شادی سے کچھ خوش نہیں ہے...... لیکن وہ اسے شہزادی کا بچپنا اور نادانی سمجھ کر نظر انداز کررہے تھے۔ شاید اس اچانک بدلتے حالات میں اللہ کی کوئی بہتری چھپی ہو۔ پل بھر میں انہوں نے بہت کچھ سوچ لیا۔ ویسے بھی اجمل صاحب بہت متحمل مزاج انسان تھے۔ بس انیسہ نے کچھ اتنی اچانک یہ خبر سنائی تھی اور جو وجہ بتائی تھی اس پر وہ بے اختیار بھڑک اٹھے تھے لیکن اب ٹھنڈے دل سے سوچنے پر انہیں بیوی کی باتیں سمجھ آرہی تھیں۔

''ٹھیک ہے اگر شہزادی یہ رشتہ ٹوٹنے پر خوش ہے تو پھر سوچا جاسکتا ہے لیکن انیسہ تم نے رانی سے بھی اس کی مرضی پوچھی ہے یا صرف شہزادی کی ہی خوشی پوچھی ہے تم نے؟'' اجمل صاحب کے اس سوال پر انیسہ کی نگاہوں میں بے اختیار رانی کا آنسوؤں سے تر چہرہ گھوم گیا۔ اپنی بچی کی بے بسی سے انہیں تکتی ہوئی آنکھیں یاد آئیں تو دل میں درد کی ایک لہر سی اٹھی لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر انہوں نے اجمل صاحب کو دیکھا۔

''ہاں...... بھلا اسے کیا اعتراض ہوگا۔ ہم لوگوں کی رضا میں خوش ہے وہ۔'' اپنا جواب انہیں خود اپنے اوپر ہنستا ہوا محسوس ہوا تھا۔

☆☆☆

''ہیلو بیٹا کیسی ہو تم؟'' اپنے ابو کی آواز سن کر بے اختیار اس کا دل بھر آیا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا۔

''ہم لوگ بالکل ٹھیک ہیں ابو بس فاران کی مصروفیات میں کچھ زیادہ ہی اضافہ ہوگیا ہے۔'' وہ لہجے کو ہشاش بشاش بناتے ہوئے اندر سے ٹوٹ رہی تھی۔

''ہاں بیٹا، وہ ماشاء اللہ کامیابیوں کی بلندیوں پر جارہا ہے۔ اب تو میرے آفس میں بھی لوگ خاص طور پر مجھ سے اس کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں بھئی اس کے سسر ہونے کے ناتے خاصا وی آئی پی ٹریٹمنٹ ملتا ہے مجھے۔'' پہلی بار اُن کے لہجے میں رچا فخر محسوس کرکے زنیرا کو انجانی سی خوشی محسوس ہوئی۔ اپنے ابو پر پیار بھی آیا۔ شکر ہے اب وہ بھی اپنے داماد پر نازاں ہونے لگے تھے ورنہ اس سے پہلے اس نے ہمیشہ اپنے ابو کے چہرے پر الجھن اور فکر کے سائے لرزاں دیکھے تھے۔ کتنے فکر مند رہا کرتے تھے وہ اپنی بیٹی کی وجہ سے لیکن اب جیسے زنیرا کی طرف سے انہیں اطمینان سا ہوتا جارہا تھا۔ اس کا چہکتا ہوا لہجہ جب بھی وہ فون پر سنتے تو دل میں بہت خوب صورت سا سکون اترنے لگتا تھا۔ اب تو زنیرا بھی اپنی اس ایکٹنگ کی عادی ہوتی جارہی تھی۔ اپنی اس اذیت میں بھی اسے مزہ آنے لگا تھا۔ زندگی کا یہ نیا موڑ اسے ایک ایسی راہ پر لے آیا تھا جس میں بچھے کانٹوں پر چلنا شاید اس کا مقدر بن چکا تھا۔ اس ایک

ماہ میں وہ اور فاران ایک دوسرے سے اتنے دور ہوچکے تھے کہ لگتا ہی نہیں تھا کہ کبھی وہ ایک دوسرے کے اٹوٹ انگ رہ چکے ہیں۔ وہ محبت، وہ دیوانگی، وہ پیار، وہ عشق ایک دوسرے کے بنا سانس نہ لینے کا دعویٰ سب فنا ہوگئے تھے، مٹ گئے تھے، کھو گئے تھے کہیں دوریوں اور نفرتوں کے غبار میں۔ فاران جب شوٹنگ سے واپس آتا تو سیدھا بچوں کے کمرے میں چلا جاتا۔ اگر بچے سو رہے ہوتے تو خاموشی سے اپنے بیڈروم میں جاکر دروازہ بند کرلیتا۔ اس دن کے بعد سے اس نے اپنا بیڈروم بھی تو علیحدہ کرلیا تھا۔ کتنے سرد لہجے میں اس نے زنیرا سے کہا تھا۔

''میں چاہتا تو تمہاری طلاق والی خواہش کو پورا کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاتا لیکن بہرحال ضروری نہیں کہ وہ تین الفاظ بولے جائیں شاید ہمارے معاشرے کے 80 فی صد جوڑے یہ الفاظ بولے بنا ایک کمپرومائز کی زندگی گزار رہے ہیں۔ زنیرا میں نے یہ قدم بچوں کی خاطر اٹھایا ہے لیکن پھر بھی اگر تم ایسے نہیں رہنا چاہو تو واپس جاسکتی ہو۔ زندگی کسی کے جانے سے رکتی نہیں ہے لیکن یاد رکھو، بچے میرے ہی پاس رہیں گے۔''

زنیرا کو اس کا اجنبی انداز اور دل کو بھسم کرتے وہ سفاک جملے ایک پل کو نہیں بھولتے تھے۔ اس وقت بھی اس نے بے اختیار سر اٹھا کر اس دشمنِ جاں کو دیکھا تھا۔

''بچے صرف آپ کے ہی نہیں بلکہ میرے بھی ہیں۔ میں اپنے بچوں کی خاطر زہر بھی پی سکتی ہوں اور زہر آلود زندگی گزارنے میں بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ فاران اب میرے دل میں بھی وہ احساسات نہیں رہے جن کی وجہ سے میں روز جیتی تھی اور روز مرتی تھی۔ بس آپ سے یہ التجا ہے کہ خاندان میں کسی کو بھی پتا نہ چلے کہ ہم دونوں کے درمیان کتنی اونچی دیواریں کھڑی ہوگئی ہیں۔''

''تم کہنا کیا چاہ رہی ہو؟'' فاران نے الجھ کر اس سے پوچھا۔

''آپ فلموں میں اتنی اچھی اداکاری کرتے ہیں کہ حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ پلیز بچوں کے سامنے ہم نارمل طریقے سے رہیں گے اور جب بھی کراچی جائیں گے کسی پر بھی یہ ظاہر نہیں کریں گے کہ......'' وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر تیزی سے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ رونا آرہا تھا لیکن آنسو جیسے خشک ہوگئے تھے۔ کچھ لمحوں بعد فاران اندر آگیا۔

''تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ فلموں کے علاوہ اب مجھے گھر میں بھی اداکاری کرنا پڑے گی۔'' وہ سخت تپا ہوا لگ رہا تھا۔

''آپ تو ویسے بھی اداکار ہیں، ہاں مجھے البتہ مشکل ضرور ہوگی۔ اپنے گھر کی فلم میں ایک تنہا مظلوم عورت کو خوشیوں کا جھوٹا پہناوا پہناتے ہوئے۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنس دی۔ کبھی کبھی کسی ہنسی میں نوحے رو رہے ہوتے ہیں۔

''دیکھو زنیرا میں کوشش کروں گا کہ میں کراچی کم سے کم جاؤں کیونکہ مجھے دُہری زندگی گزارنا سخت ناپسند ہے۔ میں نے پچھلے دنوں بہت اذیت بھرا وقت گزارا ہے اب میں آزاد فضا میں زندگی کا ایک، ایک پل جینا چاہتا ہوں۔ میں ان گھٹن آمیز لمحوں کو بھول جانا چاہتا ہوں جو تمہاری وجہ سے مجھے گزارنے پڑے۔ تمہاری مظلومیت، تمہاری تنہائی سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ تم جیسی بھی ایکٹنگ کرو میری طرف سے کسی ایوارڈ کی امید مت رکھنا۔'' وہ بے حد تلخ لہجے میں کہتا ہوا الماری میں سے اپنے کپڑے نکالنے لگا۔ اس کی یہ حرکت بہت واضح طور پر زنیرا کو بتا رہی تھی کہ دل کے ساتھ، ساتھ اب ان کے کمرے بھی الگ ہوگئے ہیں۔

☆☆☆

رانی دلہن بنی ہوئی اپنے چھوٹے سے کمرے میں

بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ اس کے سپاٹ چہرے پر خوشی کی کوئی رمق نظر نہیں آ رہی تھی۔ گہرے سرخ عروسی جوڑے میں اس کی گوری رنگت دمک رہی تھی۔ پیشانی پر چمکتا ٹیکا اور ستواں ناک میں پڑی چھوٹی سی نتھ نے اسے دلہناپے کا اتنا حسین روپ دیا تھا کہ اس پر نظر نہیں ٹک رہی تھی۔ محلے کی عورتیں اسے گھیرے ہوئے بیٹھی تھیں۔ رضیہ خالہ کا خیال تھا کہ اس نے آج تک اتنی خوب صورت دلہن نہیں دیکھی۔ کچھ زیادہ ہی روپ اتر آیا تھا اس کے چہرے پر یا شاید بہت سیدھے سادے حلیے میں رہنے والی رانی کو پہلی بار سب نے اتنے جگمگاتے روپ میں دیکھا تھا۔ حسین زیورات، جھلملاتے کپڑے اور ماہر بیوٹیشن کے ہاتھوں سلیقے سے کیے گئے میک اپ نے اس کے حسن کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔ شہر کے مہنگے ترین بیوٹی پارلر سے تیار ہوئی تھی وہ۔ انیسہ نے تو منع کیا تھا لیکن فقیر محمد کی اماں کے یہ بتانے پر کہ یہ فقیر محمد کی شدید خواہش ہے اور وہ لوگ اس پارلر سے دونوں دنوں کی بکنگ کروا چکے ہیں۔ فقیر محمد کے گھر سے بری بھی اتنی شاندار آئی تھی کہ لوگوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ فقیر محمد نے اپنی شادی کی خوشی میں یا پھر شہزادی کو جلانے کی خاطر دونوں ہاتھوں سے پیسے لٹائے تھے۔ اپنی ماں کو بتائے بغیر اپنے ابا کا خریدا ہوا ایک پلاٹ بھی بیچ ڈالا تھا اور یہ سن کر تو اجمل صاحب بھی حیران رہ گئے تھے کہ فقیر محمد نے ولیمے کا اہتمام ایک ہوٹل میں کیا ہے گو کہ وہ ہوٹل فائیو اسٹار نہیں تھا لیکن پھر بھی شادی ہال سے زیادہ مہنگا پڑ رہا تھا۔

اس وقت بھی سب ہی عورتیں بہت رشک آمیز نظروں سے رانی کو دیکھ رہی تھیں۔ گلابی کپڑوں میں ملبوس شہزادی کی نگاہیں بھی بار بار رانی کے سراپے میں الجھی جا رہی تھیں۔ بری میں آئے کپڑوں، زیورات اور دیگر قیمتی چیزوں کو بار بار دیکھتے ہوئے بھی اس کا دل نہیں بھر رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ ایک بہت شاندار بیوٹی پارلر میں رانی کے ساتھ گئی تھی۔ جہاں یونیفارم میں ملبوس اسمارٹ سی لڑکیاں کتنی مہارت سے اپنی کلائنٹس کو سروس دے رہی تھیں۔ اس ائرکنڈیشنڈ ہال کا سحر انگیز ماحول اسے کسی اور ہی دنیا میں لے گیا تھا۔

رانی کو تیار ہوتا دیکھ کر اس کا بھی دل چاہنے لگا کہ وہ بھی اپنا ہلکا سا میک کروا لے، بالوں کا کوئی اسٹائل ہی بنوا لے لیکن وہ جانتی تھی کہ یہاں کے چارجز بہت زیادہ ہیں سو دل مسوس کر رہ گئی۔ رانی سچ مچ کی مہارانی لگ رہی تھی اس وقت۔ تین چار لڑکیاں بیک وقت اس کو تیار کرنے میں مصروف تھیں۔ اتنی حسین دلہن بن کر تیار ہوئی تھی رانی کہ پارلر میں موجود سب ہی خواتین کی نگاہوں کا مرکز بن گئی تھی۔ ستائشی جملے ختم ہو کر ہی نہیں دے رہے تھے۔ شہزادی خود بھی حیران ہو کر اپنی اس بہن کو دیکھ رہی تھی جس پر روپ ٹوٹ کر برس رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں ایک عجیب سے پچھتاوے نے اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اگر اس وقت وہ رانی کی جگہ ہوتی تو اس کی بھی ایسے ہی پزیرائی ہو رہی ہوتی۔ اس وقت وہ بھی سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوتی۔ وہ دونوں کبھی کبھی تھریڈنگ کروانے یا بالوں کی کٹنگ کروانے اپنے محلے کے ایک چھوٹے سے پارلر میں چلی جاتی تھیں۔ وہ بھی کچھ عرصے سے ابا نے منع کر دیا تھا اور اب رانی کی قسمت کہ وہ اتنے مہنگے بیوٹی پارلر سے اپنا میک اپ کروا رہی تھی لیکن پھر بھی اس نے اپنے سر کو جھٹک کر اپنے آپ کو تسلی دی۔

”ہونہہ رانی کو ان سب چیزوں کے عوض مل بھی کون رہا ہے وہ فقیر محمد جس پر کوئی ایک نظر بھی ڈالنا پسند نہ کرے۔“ لیکن بارات کے آجانے کے بعد دل میں دوبارہ کچھ کھونے کا احساس جاگنے لگا تھا۔ فقیر محمد کی اماں اور بہنیں بڑی شان سے سب کو اپنے ساتھ لائی ہوئی بری دکھا رہی تھیں۔ دلہن پر صدقے واری ہوتے ہوئے وہ نفرت کی ایک نظر شہزادی پر بھی ڈال لیتی تھیں۔

گھر کے باہر شامیانہ لگا کر وہاں بارات کو بٹھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ دولہا جب رسموں کے لیے اندر آیا تو شہزادی نے کسی عورت کی آنکھوں میں اس کے لیے تضحیک کی کوئی جھلک نہیں دیکھی بلکہ ہاتھوں ہاتھ اسے لے کر دلہن کے پہلو میں بٹھا دیا گیا۔ کوئی بھی تو میچ نہیں تھا اس کا رانی کے ساتھ۔ شہزادی کو بے اختیار حور کے پہلو میں لنگور والا محاورہ یاد آ گیا لیکن پھر بھی آج نہ جانے کیوں فقیر محمد عام دنوں سے کچھ بہتر ہی لگ رہا تھا۔ گرے سوٹ میں اس کی شخصیت کچھ نکھری سی گئی تھی۔

”کم بخت شاید یہ بھی کسی بیوٹی سیلون چلا گیا ہوگا۔“ شہزادی نے بہت جل کر سوچا۔ عورتوں کی... چہ مگوئیاں بھی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھیں جو وہ شہزادی کو دیکھتے ہوئے کر رہی تھیں۔ ظاہری سی بات تھی سب ہی کو معلوم تھا کہ شہزادی کا رشتہ فقیر محمد سے طے ہوا تھا پھر اچانک اس کی جگہ رانی کا دلہن بن جانا سب ہی کو ایک جستجو میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس پر مستزاد رانی کے چہرے پر بکھری اداسی بھی سب کو کوئی کہانی سناتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ شہزادی کی طرف تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔ دونوں بہنوں کے درمیان یہ سرد سا کھنچاؤ بھی کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہ تھا۔ انیسہ بار بار آ کر رانی کو گلے لگا لیتیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات رک ہی نہیں رہی تھی لیکن رانی بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ فقیر محمد جب رسموں کے لیے اندر آیا تھا تو اتفاق سے سب سے پہلے اس کی نظر شہزادی پر ہی پڑی تھی۔ دونوں کی نگاہیں ملیں اور دوسرے ہی لمحے فقیر محمد نفرت سے منہ پھیرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ انیسہ اپنے داماد پر واری صدقے جا رہی تھی۔ عورتوں کا ایک ہجوم دولہا دلہن کے گرد جمع تھا۔ کسی عورت نے شہزادی کو پکارا تھا لیکن وہ چپکے سے دوسرے کمرے میں آ گئی۔ وہاں جا کر اسے اپنی

بے عزتی تو نہیں کروانی تھی۔

انیسہ تو اس دن کے بعد سے اس سے بات ہی نہیں کر رہی تھیں۔ شادی کی تیاریوں میں بھی اسے شامل نہیں کیا تھا اور پھر فقیر محمد اور اس کے گھر والے بھی اس سے شدید متنفر تھے پھر بھلا وہ کس برتے پر وہاں جاتی۔ اب وہ لوگوں کی چبھتی ہوئی نگاہوں کا سامنا کرتے ہوئے تھکنے سی لگی تھی اور پھر یہ ٹینشن بھرے لمحات گزر ہی گئے اور رانی رخصت ہو کر فقیر محمد کے سنگ چلی گئی۔ رخصتی کے وقت جب رانی اپنے ابا کے سینے سے لگی سسک سسک کر رو رہی تھی تو شہزادی کچھ فاصلے پر آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے اسے بہت بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا اپنی اس معصوم سی بہن سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لے، اسے اپنے دل میں چھپا کر کہیں دور لے جائے جو اس کی وجہ سے ایک بہت ناپسندیدہ شخص کے ساتھ ان چاہی زندگی گزارنے جا رہی تھی وہ آگے بڑھی تھی لیکن انیسہ نے بے اختیار سختی سے اس کا بازو پکڑ کر اشارے سے اسے رانی کے پاس جانے سے روک دیا۔

☆☆☆

”ارے واہ، یہ تو تم نے زبردست نیوز سنائی ہے۔ سچ مجھے تو یقین نہیں آ رہا۔“ زنیرا کے خوشی سے بھرپور لہجے پر اجالا ہنس دی۔

”اچھا زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب میرے تین شیطان آ کر تمہارے گھر میں اودھم مچائیں گے ناں تب تمہیں صحیح مزہ آئے گا۔“

”بری بات اجالا اتنے پیارے، پیارے سے معصوم فرشتوں کو ہرگز کچھ نہیں کہنا۔ کتنی رونق ہو جائے گی ان کے آ جانے سے میرے گھر میں۔ روشانہ اور فرحان ویسے ہی بور ہو رہے ہیں آج کل...... ان کا وقت بہت اچھا گزر جائے گا تمہارے بچوں کے ساتھ۔“ زنیرا سچ مچ اجالا کے آنے کی خبر

سن کر بہت ایکسائٹڈ ہورہی تھی۔ زندگی پر چھائے ہوئے جمود سے وہ تھکنے سی لگی تھی۔ فاران اس کے لیے ایسے اجنبی ہوگیا تھا جیسے وہ دونوں کبھی کسی خوب صورت بندھن میں بندھے ہی نہ تھے۔ بچوں کے سامنے تو وہ پھر بھی اس سے رسمی سی باتیں کرلیتا تھا لیکن بچوں کی غیرموجودگی میں تو وہ اسے ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ وہ دونوں اکثر بچوں کے ساتھ باہر گھومنے بھی جاتے تھے۔ وہ اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی بھی تھی لیکن کتنا فرق ہوگیا تھا پہلے اور اب کے ساتھ میں۔ وہ فخر و غرور، وہ لوگوں کی رشک آمیز نگاہوں کو اپنی طرف اٹھتا پا کر اُن سے لطف اندوز ہونا، فاران کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلتے ہوئے خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین عورت سمجھنا۔ کتنا کچھ کھو گیا تھا اس سے۔ اس کے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل گئے تھے وہ لمحات جو اس کی زندگی کا حاصل تھے۔ اس نے جذبات میں آکر طلاق کا مطالبہ کرکے اپنی محبت کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی تھی یا شاید فاران کو موقع فراہم کردیا تھا کہ وہ اس سے ہر تعلق توڑ کر اپنے لیے باہر کی دنیا میں خوشیاں تلاش کرے۔ شروع میں اس نے بھی تو جذباتی ہوکر فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ بس بچوں کی خاطر اس گھر میں رہے گی فاران کے لیے اس کے دل میں کسی بھی قسم کے کوئی جذبات باقی نہیں رہے تھے لیکن پھر رفتہ رفتہ جب غصے اور نفرت کی دھند چھٹنی شروع ہوئی تو اس میں چھپی فاران کی محبت کی چمکتی دھوپ ایک بار پھر اس کے دل کی زمین پر بکھرنے لگی۔ یہ کوئی فلم یا افسانہ نہیں تھا کہ وہ ایک ہیروئن کی طرح اپنے شوہر کے ساتھ ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی ایک بنجر زندگی گزار دیتی جبکہ کتنی بھرپور رفاقت ہوا کرتی تھی ان دونوں کے درمیان۔ اب اس نے آدھی، آدھی رات تک اس کے انتظار میں جاگنا شروع کردیا تھا۔ اس کے آنے کے وقت پر لپک کر وہی دروازہ کھولتی اور وہ اس کو دیکھے بنا تیز تیز قدموں سے اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ اکثر جب وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہوتا... ان سے باتیں کررہا ہوتا تو وہ اس کے پسندیدہ کلر کے کپڑوں میں سامنے آکر بیٹھ جاتی۔ اس کے فیورٹ پرفیوم سے اپنے آپ کو بھگو دیتی لیکن اس ستم گر کی لاتعلقی ویسے ہی رہتی۔ وہ اس سے مکمل انجان بنا بچوں کے ساتھ مگن رہتا۔ زنیرا کا بہت دل چاہتا کہ وہ اسے بھی اپنی باتوں میں شامل کرے پہلے کی طرح بچوں کو اپنے ساتھ ملا کر اسے خوب ستائے اور جب وہ روٹھ کر وہاں سے اٹھ جائے تو ویسے ہی پیار سے منائے جو اس کا خاصّہ تھا لیکن اب منانا تو دور کی بات وہ اس سے بات تک کرنے کا روادار نہیں رہا تھا۔ نگاہیں تک ملانے سے کترانے لگا تھا۔ اگر وہ کبھی کچھ پوچھ لیتی تو بنا اسے دیکھے جواب دے دیتا تھا اور وہ بھی بہت سرد مہری سے۔ زنیرا حیران تھی کہ کیا کوئی ایسے بھی اپنے فیصلے پر اٹل رہ سکتا ہے، یہ وہی فاران تھا جس نے اسے جنون کی حد تک چاہا تھا اور اب نفرت بھی اسی انتہا پر کررہا تھا۔ اس دن فاران اتفاق سے گھر پر ہی تھا شاید کوئی شوٹنگ کینسل ہوگئی تھی۔ بچے اسکول گئے ہوئے تھے۔ خانساماں چائے بنا کر جب اس کے بیڈروم میں جانے لگا تو زنیرا نے کچھ سوچ کر اس کے ہاتھ سے مگ لے لیا۔

”رحیم یہ مگ مجھے دے دو اور تم جا کر آج ذرا اسپیشل سا ناشتا بنادو۔ بہت دنوں بعد صاحب گھر پر ناشتا ذرا ڈھنگ سے کریں گے۔“

رحیم کے جانے کے بعد وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ شاید ابھی سو کر اٹھا تھا اور بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے ریموٹ ہاتھ میں تھامے چینل بدل رہا تھا۔ اسے کمرے میں آتا دیکھ کر فاران کے چہرے پر ناگواری بکھر گئی۔

”رحیم کہاں ہے، تمہیں چائے لانے کی کیا ضرورت تھی؟“ اس کا تلخ لہجہ نظرانداز کرتے ہوئے وہ اس کے نزدیک چلی آئی۔

”میں اپنی ذات کی تنہائیوں میں زندہ ہوں
مگر یہ سچ ہے مجھے تیری ضرورت ہے بہت“

اس نے مگ کو سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بہت اداس لہجے میں یہ شعر پڑھا تو فاران کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

”پلیز زنیرا تم ابھی اور اسی وقت میرے کمرے سے چلی جاؤ۔ تم نے مجھ سے طلاق مانگی تھی جو میں بچوں کی وجہ سے تمہیں نہیں دے سکا یا تم یہ سمجھ لو شرعی طور پر ہماری طلاق نہیں ہوئی ہے لیکن اب تم میری زندگی میں دور، دور کہیں بھی نہیں ہو اور تم نے یہ بھی تو کہا تھا کہ تمہارے دل میں میرے لیے وہ محبت، وہ احساس کچھ بھی باقی نہیں رہا تو پلیز اپنی بات پر قائم رہو اور اگر ایک منٹ اور تم یہاں ٹھہریں تو میں یہ کمرا چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔“ اس کا قہر آلود انداز زنیرا کو سہما سا گیا لیکن دل جیسے ہار ماننے کو تیار نہیں ہورہا تھا۔ اپنے محبوب کو منانے کے لیے اسے دوبارہ پانے کے لیے آج وہ اپنی انا کو کہیں دور چھوڑ آئی تھی۔

”فاران میں نے جذبات میں آکر جو کچھ بھی کہا تھا وہ آپ کی ان باتوں کا ری ایکشن تھا جو آپ نے مجھ سے کہی تھیں لیکن آپ کی محبت، آپ کی طلب تو اب پہلے سے کہیں زیادہ میرے دل میں بڑھ گئی ہے۔ آج مجھے کہنے دیجیے فاران کہ میں آپ سے مزید دوری برداشت نہیں کرسکتی پلیز فاران ہم آج سب کچھ بُھلا کر دوبارہ اپنی نئی زندگی کا آغاز کرلیں۔“ وہ بہت ملتجی انداز میں کہتی ہوئی بے اختیار اس کے بہت نزدیک چلی آئی اور والہانہ انداز میں اس کا ہاتھ تھام لیا لیکن فاران کا ری ایکشن اس کی توقع کے برخلاف اتنا شدید تھا کہ اس کی تو جیسے سانس ہی رک گئی۔ ذلت کے شدید احساس نے اسے بالکل ہی اندر سے ختم کرکے رکھ دیا۔ کاش اس وقت وہ مر ہی گئی ہوتی۔ اس نے بہت ڈوبتے ہوئے دل سے یہ سوچا تھا۔ فاران نے جس غصے اور حقارت سے اسے ایک جھٹکے کے ساتھ پیچھے دھکیلا تھا وہ تقریباً گرتے گرتے بچی تھی۔

”ڈونٹ ٹچ می اگین۔“ اس نے زنیرا کی طرف انگلی اٹھا کر جیسے غراتے ہوئے اسے تنبیہہ کی تھی۔ وہ سفید ہوتے ہوئے چہرے کے ساتھ سکتے کے عالم میں اسے دیکھتی رہ گئی۔ اپنی ایسی توہین کا تو اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ کانپتے ہوئے قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر آگئی۔ نفرت کا شدید ریلا ایک بار پھر فاران کی محبت، اس کی طلب، اس کا عشق بہا کر اتنی دور لے گیا تھا کہ اس محبت کی ہلکی سی رمق بھی اب اس کے دل میں باقی نہیں بچی تھی بلکہ اس وقت بچوں کا خیال، ان کی محبت بھی اسے نظر نہیں آرہی تھی بس دل چاہ رہا تھا کہ اسی لمحے وہ یہ گھر چھوڑ کر چلی جائے۔ وہ چپ چاپ آکر اپنے کمرے میں بیٹھ گئی۔ دماغ سائیں سائیں کررہا تھا اور نگاہوں میں بار بار اپنی ذلت کا منظر گھوم کر اسے شدید اذیت سے دوچار کررہا تھا۔ بچوں کا کب اسکول سے آنے کا ٹائم ہوگیا تھا اسے کچھ پتا ہی نہیں چلا۔

”مما بھوک لگ رہی ہے۔“ ننھا فرحان اپنا اسکول بیگ قالین پر پھینکتا ہوا اس سے آکر لپٹ گیا لیکن جواباً ہمیشہ کی طرح زنیرا نے اسے لپٹا کر پیار نہیں کیا بس خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

”مما آپ ٹھیک تو ہیں ناں، آپ ایسے کیوں بیٹھی ہیں؟“ فرحان کے پیچھے آتی ہوئی روشانہ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا سی گئی۔ زنیرا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین چار گھنٹوں سے ایک ہی طرح سے بیٹھے رہنے سے اس کی پیٹھ اکڑ سی گئی تھی لیکن اسے کچھ احساس ہی نہیں ہورہا تھا۔

"مما پلیز کچھ بولیے ناں، آپ کی طبیعت خراب ہے کیا؟ میں ڈاکٹر فون کردوں۔ بولیں مما ورنہ ہم لوگ رونے لگیں گے۔" روشانہ نے روہانسی آواز میں اسے جیسے دھمکی دی۔ دونوں بچے بہت پریشان ہوکر اس کے دائیں بائیں کھڑے اسے پکارے جارہے تھے۔ اس نے خالی خالی آنکھوں سے اپنے دونوں بچوں کی طرف دیکھا۔ اس کے دونوں معصوم بچے کتنے ہراساں، کتنے خوفزدہ سے لگ رہے تھے، اسے اس طرح بے گانگی سے اپنی طرف دیکھتا پاکر...... اس کا سویا ہوا ذہن جاگنے لگا۔ اس نے بے اختیار دونوں بچوں کو زور سے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ دل میں ایک سکون سا اترنے لگا۔ اس سے محبت کرنے والے، اس کے لیے پریشان ہونے والے، اس کی کیئر کرنے کے لیے اس کے بچے اس کے ساتھ تھے۔ اس رشتے کو بنانے کے لیے اسے کسی فارم پر سائن نہیں کرنا پڑا تھا اور کوئی بھی تین الفاظ اس کے بچوں کو اس کے لیے اجنبی نہیں بنا سکتے تھے۔ روشانہ اور فرحان اب بھی سہمے ہوئے سے اس کی آغوش میں دبکے ہوئے تھے۔ ان کے وجود کی گرمی جیسے ایک توانائی بن کر زنیرا کی رگوں میں دوڑنے لگی۔

اس کے پاس تو محبتوں کا ایک ذخیرہ موجود تھا پھر وہ کیوں اس شخص کے پاس اس کی محبت، اس کی رفاقت کی بھیک مانگنے چلی گئی تھی۔ اسے اپنے آپ سے گھن آنے لگی۔ کتنی حقارت سے فاران نے اسے اپنے پاس سے ہٹایا تھا بلکہ دھکا دیا تھا۔ اس ایک لمحے میں اس نے اپنی ذلت کی انتہائی گھڑی دیکھ لی تھی اور اسی ایک لمحے نے اس کے اندر ایک اور زنیرا کو بھی جنم دیا تھا۔

☆☆☆

"چلو بچوں دیر ہورہی ہے فٹافٹ کار میں جاکر بیٹھو، میں پرس لے کر بس آرہی ہوں۔" زنیرا نے روشانہ کے بالوں میں کلپ لگاتے ہوئے اسے ہدایت کی اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف پرس لینے کے لیے بڑھی ہی تھی کہ دوسری طرف سے آتے ہوئے فاران سے وہ تقریباً ٹکرا ہی گئی۔

"اوہ سوری۔" وہ اس تیزی سے پیچھے ہٹی گویا کسی نامحرم اجنبی سے اس کا ٹکراؤ ہوگیا ہو۔

"تم لوگ اجالا کو لینے ائرپورٹ جارہے ہو؟" وہ بڑے نارمل انداز میں اس سے پوچھنے لگا۔

"ہاں۔" اس سے مختصر جواب وہ اور نہیں دے سکتی تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھے بنا تیزی سے اپنا پرس اٹھا کر جب باہر کار کے پاس پہنچی تو ڈرائیونگ سیٹ پر ڈرائیور کے بجائے فاران کو براجمان دیکھ کر وہ ایک لمحے کو ٹھٹک سی گئی۔ اس دن کے بعد سے وہ فاران کے ساتھ باہر جانا تو دور کی بات وہ اس کے سامنے آنے سے بھی گریز کرنے لگی تھی۔ جب وہ بچوں کے ساتھ وقت گزارتا تو وہ پہلے کی طرح اس کے سامنے آکر بالکل بھی نہیں بیٹھتی تھی۔ اپنے کمرے میں یا تو کوئی کتاب پڑھتی رہتی یا پھر اپنے امی ابو یا بہن بھائیوں سے فون پر لمبی لمبی باتیں کرتی۔ ٹی وی کے مختلف پروگرامز بھی اب وہ زیادہ شوق سے دیکھنے لگی تھی۔ بچے جب اسے پکارتے تو وہ بہت خوب صورت بہانے بنا کر انہیں ٹال دیتی۔ دوریاں طویل ہوتی جارہی تھیں۔ فاصلے اتنے بڑھ چکے تھے کہ اب ان کے سمٹنے کے آثار معدوم ہوچکے تھے۔ بچے ابھی معصوم تھے اپنے ماں باپ کے اس ٹوٹے ہوئے تعلق سے بے خبر اپنے بابا اور مما کی محبتوں کو سمیٹتے ہوئے وہ بھی اپنی معصوم سی دنیا میں مگن تھے۔ وہ تو شکر تھا کہ زنیرا کے ابو کا لاہور کا آنا کبھی نہیں ہوا تھا ورنہ ان کی دوراندیش نگاہیں بہت کچھ بھانپ لیتیں البتہ اس کی امی اور بہن بھائی کچھ دنوں کے لیے لاہور ضرور آئے تھے لیکن گھر میں چلتی ہوئی فلم کی حقیقت انہیں پتا ہی نہیں چل سکی۔ ان دنوں فاران نے بہت بزی

ہونے کے باوجود ان لوگوں کو کافی ٹائم دینے کی کوشش کی تھی۔ گھر کے حالات ان لوگوں پر ظاہر نہ ہوں وہ زیادہ تر انہیں باہر ہی گھمانے پھرانے لے جاتا رہا تھا۔ اسٹوڈیو میں شوٹنگ بھی دکھانے لے گیا۔ لالہ رخ اور شہباز وہاں دوسرے بہت سے مشہور اسٹارز سے مل کر بے حد خوش ہوئے تھے۔ امی بھی اپنے داماد کی شہرت اور عزت دیکھ کر بہت خوش اور متاثر لگ رہی تھیں اور پھر اس پر مستزاد فاران کا اتنا خیال رکھنا بھی انہیں بہت اچھا لگ رہا تھا۔

اسی ہلے گلے میں یہ چند روز گزر گئے اور ان لوگوں نے فاران اور زنیرا کے درمیان جاری سردمہری کو محسوس ہی نہیں کیا یا پھر زنیرا نے بھی ایک کامیاب ایکٹریس ہونے کا ثبوت دے دیا تھا۔ دل ہی دل میں وہ دعا مانگتی رہی تھی کہ وہ لوگ جلد از جلد واپس چلے جائیں۔ فاران کے ساتھ رسمی بات چیت بھی اسے ایک آگ پر چلنے کے مصداق لگ رہی تھی اور اب اجالا کے آنے پر بھی اسے تھوڑی سی الجھن ضرور ہورہی تھی لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں اسے اجالا کا آنا اچھا لگ رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے اجالا کے روپ میں اس کا کوئی مسیحا یا غم گسار آرہا ہے جس سے وہ اپنے دل کی تمام باتیں کہہ سکے گی۔ اپنے وہ احساسات شیئر کرسکے گی جو وہ کسی سے بھی نہیں کرسکتی تھی۔ کچھ لوگ اس دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو محبت کے، انسانیت کے، ہمدردی کے سفیر ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کے آنسو اپنی آنکھوں میں محسوس کرتے ہیں اور ان کی خوشیوں کو اپنے دل میں اتار لیتے ہیں۔ زنیرا کو اجالا ایسے ہی لوگوں میں سے محسوس ہوتی تھی۔

کار ایک دھچکے کے ساتھ رکی۔ ائرپورٹ آچکا تھا۔ بے شمار لوگ اپنے پیاروں کو لینے آئے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ مسافر باہر آرہے تھے اور ریسیو کرنے والے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں

منافقت کیا ہے؟

عام زبان میں قول و فعل کے تضاد کا شکار افراد منافقت کے حامل کہے جاتے ہیں یعنی دل میں کچھ زبان پر کچھ اور عمل سے کچھ......

منافقت رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اظہارِ ناراضی کیا ہے بلکہ سخت غصے کا اظہار بھی کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔ "یہ (منافق) لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسول ﷺ پر اور ہم نے اطاعت قبول کی مگر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ (اطاعت) سے منہ موڑ جاتا ہے، ایسے لوگ ہرگز ایمان والے نہیں ہیں۔" (سورۂ نور)

قرآن پاک کی ایک مکمل سورۂ...... سورۂ منافقون، منافقین اور منافقت کی نشان دہی مکمل طور پر کرتی ہے۔

ارشاد ربّ العزت ہے "منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا۔" (سورۂ نسا)

حقیقت یہ ہے کہ سورۂ منافقون میں باریِ تعالیٰ نے منافقوں سے متعلق جو علامات بتائی ہیں اگر ہم غور و فکر سے کام لیں تو نہ صرف منافقت جیسے قبیح فعل سے اجتناب کرسکتے ہیں بلکہ منافقت برتنے والوں کی صحبت اور دوستی سے بھی بچ سکتے ہیں۔ تبھی اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہمیں حاصل ہوسکے گا مگر آج ہم دوسرے کو منافق اور اپنے آپ کو ہی سچا اور کھرا گردانتے ہیں۔ خود احتسابی ہر مسلمان کا ہر شب کا معمول ہونا چاہیے تاکہ اگلا دن، پچھلے دن کی کوتاہیوں اور نافرمانیوں سے بچا ہوا ہو۔

حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا "جو شخص دو رُخا ہوگا یعنی ظاہر و باطن کا دوغلا...... وہ منافقوں کی طرح مختلف لوگوں سے مختلف باتیں کرے گا۔ روزِ حشر اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی......" (سنن ابی داؤد)

مرسلہ: ایلیا مہدی، کراچی

ویل کم کر رہے تھے۔ فاران اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اجالا کا منتظر تھا۔ زنیرا کو الجھن سی محسوس ہونے لگی۔ انہیں آنے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ اتنے دنوں بعد اس کی کوئی پسندیدہ ہستی اس کی خشک زندگی میں کچھ رنگ بھرنے آرہی تھی لیکن فاران کی موجودگی کی وجہ سے اسے کھل کر خوشی کا اظہار کرنا پتا نہیں کیوں اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ بچے ہر باہر آنے والے مسافر کو اجالا کے گمان میں دیکھتے اور پھر بور ہو کر دوبارہ انتظار شروع کر دیتے۔

فاران کے آس پاس کافی لوگ منڈلا رہے تھے۔ خواتین بھی بار بار اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوئی جارہی تھیں۔ کچھ اسمارٹ سی لڑکیوں اور مرد حضرات کی درخواست پر فاران نے ان لوگوں کے ساتھ تصویریں بھی کھنچوالی تھیں۔ کتنی اہمیت مل رہی تھی اسے.. سب کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا وہ لیکن زنیرا کے دل میں اس کے لیے جیسے ہر احساس مر چکا تھا۔ وہ بالکل لاتعلق سی سامنے اس راستے پر نظریں جمائے کھڑی تھی جہاں سے اجالا کو باہر آنا تھا اور پھر انتظار کی گھڑیاں ختم ہو ہی گئیں۔ اجالا اپنے تین کیوٹ سے بچوں کے ساتھ ہنستی مسکراتی ٹرالی دھکیلتی باہر آتی نظر آئی تو زنیرا نے بے ساختہ اسے پکار کر ہاتھ ہلا دیا۔ کچھ ہی لمحوں میں وہ دونوں بہت گرم جوشی سے مل رہی تھیں۔ تبھی فاران مسکراتا ہوا آگے بڑھا۔

''السلام علیکم! تھوڑی سی لفٹ ہمیں بھی کروا دو اپنا اتنا کام چھوڑ کر تمہیں ریسیو کرنے آیا ہوں۔'' فاران نے بہت خوب صورت سی مسکراہٹ کے ساتھ جیسے اجالا کو اس کی اہمیت کے بارے میں بتایا۔

''اوہو تم بھی آئے ہو، قسم سے مجھے تو یقین نہیں آرہا۔'' اجالا کی بے ساختہ خوشی کو محسوس کرتے ہوئے زنیرا کچھ بددل سی ہوگئی۔ اسے ان دونوں کو اس طرح ایک دوسرے کو اہمیت دینا ذرا بھی اچھا نہیں لگا حالانکہ دل فاران سے ہر تعلق توڑ چکا تھا، ہر احساس ختم کر چکا تھا لیکن اس وقت پتا نہیں کیوں اسے فاران کا نہ تو اپنے ساتھ آنا اچھا لگا تھا اور نہ ہی اس کا اتنی محبت سے اجالا کو ریسیو کرنا پسند آرہا تھا۔ کتنے دنوں بعد تو وہ یوں کسی کے آنے پر خوش ہو رہی تھی لیکن اس کی اس خوشی کو بھی فاران نے اپنی موجودگی سے ختم کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ سخت بور سی ہوگئی موڈ بھی کچھ آف ہوگیا تھا جسے اپنی ایکسائٹمنٹ میں اجالا نے محسوس ہی نہیں کیا ویسے بھی فاران کو اتنی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا دیکھ کر وہ خاصی امپریس ہو رہی تھی۔ سارے راستے اس موضوع پر دونوں میں نوک جھوک بھی ہوتی رہی جس پر زنیرا رسمی طور پر بھی نہیں مسکرائی تھی۔ فاران بہت دنوں بعد پہلے کی طرح شوخ اور ہنستا کھلکھلاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ چہرے پر ہمہ وقت چھایا ہوا تناؤ بھی نہ جانے کہاں غائب ہوگیا تھا جبکہ زنیرا کے دل میں جلتے ہوئے خوشی کے چراغ آہستہ آہستہ بجھتے جارہے تھے۔ صبح سے بکھری ہوئی اس کے چہرے کی رونق بالکل ماند پڑتی جارہی تھی۔ کھانے کی میز پر بھی وہ بہت خاموش اور گم صم سی تھی جبکہ فاران کچھ ضرورت سے زیادہ ہی چہک رہا تھا۔

بہت مدت بعد اس کا بے ساختہ قہقہہ گھر کی فضا میں گونجا جب اجالا نے اپنے بچے کی کوئی بہت مزے دار بات سنائی تھی۔ اجالا نے ہنسی میں اس کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے اچانک ہی زنیرا کی جانب دیکھا تھا اور جیسے زنیرا کی آنکھیں اپنی تمام تر حساسیت کے ساتھ اسے اندر تک جھنجوڑ گئیں۔ ایک انجانا سا دکھ اسے اس کی آنکھوں میں تیرتا محسوس ہوا تھا۔ یہ آنکھیں بنا بولے بھی کتنے راز افشا کر دیتی ہیں۔

☆☆☆

''میں نے ایک بات نوٹ کی ہے انیسہ کہ تمہارا رویہ شہزادی کے ساتھ کافی نامناسب ہے وہ ویسے ہی بہن کے جانے کے بعد خود کو اکیلا محسوس کر رہی ہے اس پر مستزاد یہ کہ تم بھی اس سے اتنی اکھڑی اکھڑی ہوگئی ہو۔''

''نہیں...... ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ بس رانی کے چلے جانے سے خود میرا دل اتنا اداس ہو رہا ہے کہ کسی سے بھی بات کرنے کا نہیں چاہ رہا ہے۔ آپ دیکھیں تو سہی گھر کیسے بھائیں بھائیں کر رہا ہے۔'' انیسہ کی آنکھوں سے آنسو بھل بھل بہہ نکلے۔ اجمل صاحب کے چہرے پر بھی اداسی چھا گئی۔ ابھی رانی کی رخصتی کو ایک گھنٹا بھی نہیں ہوا تھا پھر بھلا ان کے دل اتنی جلدی سنبھل بھی کیسے سکتے تھے۔

ادھر شہزادی اپنے کمرے میں گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی۔ رانی اس سے کتنی بدگمان اور خفا خفا سی گئی تھی۔ رخصتی کے وقت وہ اسے گلے بھی نہیں لگا سکی تھی۔ رانی کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ اگر قریب گئی بھی تو رانی اس سے ملنے سے انکار کر دے گی۔ انیسہ اس بات کو سمجھ رہی تھیں تبھی تو انہوں نے اسے رانی کے پاس جانے سے روک دیا تھا۔ تبھی دروازے پر کسی کی آہٹ سن کر اس نے سر اٹھایا تو باپ کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر وہ جلدی سے آنسو پونچھتے ہوئے کھڑی ہوگئی انیسہ بھی پیچھے پیچھے چلی آئی تھیں۔

''شہزادی بیٹا سنو صبح تمہیں ناشتا لے کر فقیر محمد کے گھر جانا ہے۔ بھئی یہ رواج ہمیشہ سے ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے...... کیوں انیسہ!'' اجمل صاحب کو اچانک ہی یہ رسم یاد آئی تھی۔

''نہیں اجمل صاحب مجھے فقیر محمد کی ماں سختی سے منع کر گئی ہیں۔ میں نے جب ان سے پوچھا کہ ہم لوگ کتنے بجے تک ناشتا لے کر آئیں تو وہ ہنستے ہوئے بولیں کہ بہن اب یہ رواج بہت پرانا ہوگیا ہے۔ شادی کے دنوں کے لیے فقیر محمد نے ایک باورچی کو بلوا لیا ہے وہ روز صبح ناشتے میں مزے، مزے کی چیزیں بنا رہا ہے۔ کل تو وہ اور اسپیشل ناشتا بنائے گا۔'' انیسہ نے انہیں تفصیل سے بتایا تو وہ فخریہ ہنس دیے۔

''میری اماں ٹھیک ہی تو کہتی تھیں دیکھ لیا تم نے انیسہ کہ رانی کے نام کا اثر اس کی زندگی پر کیسے پڑا ہے۔ اسم بامسمیٰ بن گئی ہے وہ تو۔ اللہ اسے نظر بد سے بچائے۔ ہمارے داماد کا نام تو فقیر ہے لیکن رہن سہن اور خیالات بالکل بادشاہوں جیسے ہیں۔'' اجمل صاحب کی بات ٹھک کر کے شہزادی کے دل پر لگی تھی۔

☆☆☆

یہ اتنا فاصلہ ہی وہ تعلق ہے جو تو نے
ہمارے اور اپنے درمیاں رکھا ہوا ہے

''زنیرا تمہاری آنکھوں میں چھپا بہت گہرا اور خاموش دکھ مجھے دہلائے دے رہا ہے۔ تمہارے ہونٹوں پر بکھری ہنسی مجھے کیوں اتنی جھوٹی لگ رہی ہے۔ پلیز زنیرا ایسے گھٹ گھٹ کر مت جیو۔ مانا کہ تمہارا خاندان تمہاری خوش قسمتی پر ناز کرتا ہے۔ سب لوگ تمہیں رشک آمیز نظروں سے دیکھتے ہیں لیکن مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اپنا بھرم قائم رکھنے کی کوشش میں تم اندر سے بالکل ٹوٹتی جارہی ہو۔ بولو کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟'' آج اجالا نے بھی ٹھان لی تھی کہ زنیرا سے وہ سچائی، وہ حقیقت جان کر ہی رہے گی جو اس نے آتے ہی محسوس کر لی تھی۔

''ارے ایسی کوئی بات نہیں ہے اجالا۔ تم تو زبردستی ہی میری خوشیوں کی جگمگاہٹوں میں اندھیرا تلاش کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔'' زنیرا کھلکھلا کر ہنس دی۔

''جانتی ہو زنیرا کہ انسان کی زندگی کا سب سے مشکل لمحہ کون سا ہوتا ہے؟'' اجالا نے غور سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کون سا؟'' زنیرا نے مسکرا کر اسی سے سوال کر ڈالا۔

''جب کسی کو اپنے آنسو اپنی آنکھوں میں چھپا

کرسب کے سامنے ہنسنا پڑے۔'' اجالا کے جواب نے زنیرا کے چہرے پر اک سایہ سا لہرا دیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے اسے دیکھتی رہ گئی۔ اجالا کے آنے کا سن کر اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی رفو گر اس کی روح میں چھپے زخموں کو سینے آرہا ہے لیکن اس کے آنے کے بعد جب خود اس نے اجالا کو اپنا ایک مکمل جہاں جیتے ہوئے پایا جہاں وہ اپنے شوہر کی محبتوں کے سائے میں اپنے بچوں کے ہمراہ ایک خوشیوں بھری زندگی جی رہی تھی۔ اس کی باتیں، اس کی کھلکھلاہٹیں اس کی ایک ایک ادا اپنے اندر مسرتوں کا جیسے ایک خزانہ چھپائے ہوئے تھیں۔ دن میں دو مرتبہ تو عدیل کی کال ضرور آتی تھی۔ کبھی کبھی تو وہ نہ جانے کیا کہہ دیتا تھا کہ زنیرا کو دور سے ہی اجالا کے رخساروں پر بکھرا گلال نظر آجاتا تھا۔ تب اس کے دل میں ایک ہوک سی اٹھتی۔ بے اختیار دل چاہتا کہ اجالا کو اپنی اس بے رنگ زندگی کے سارے پرت کھول کر دکھا دے لیکن اس کے سامنے اپنا جھوٹا بھرم توڑتے ہوئے اسے بہت عجیب سی شرمندگی کا احساس ہونے لگتا تھا لیکن شاید اجالا نے ان کچھ دنوں میں ان دونوں کے مابین سرد مہری کو محسوس کر ہی لیا تھا۔ آج فاران اپنی شوٹنگ کے سلسلے میں دو دن کے لیے کسی ہل اسٹیشن گیا ہوا تھا۔ بچے اپنے کھیل کود میں مگن تھے اور زنیرا کے ہاتھ کی بنی ہوئی مزے دار کافی پیتے ہوئے اچانک ہی اجالا نے اس سے وہ سوال کر ڈالا تھا جس کے جواب میں زنیرا کے پاس ایک بہت بڑا آنسوؤں سے لبریز افسانہ موجود تھا۔

☆☆☆

شہزادی کی آنکھ آج کافی دیر سے کھلی تھی۔ کل شادی کے ہنگاموں کے علاوہ ذہنی تناؤ نے بھی اس کے اعصاب پر کافی برا اثر ڈالا تھا۔ بہن کی اتنی پزیرائی، اس کی اتنی شان و شوکت جیسے وہ سچ مچ کی ہی رانی بن گئی ہو شہزادی سے کسی طرح ہضم ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کبھی اس بیوٹی پارلر کا منظر گھوم جاتا جہاں رانی شاہانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی اور وہ اسمارٹ سی لڑکیاں اس کو ایسے سجا سنوار رہی تھی جیسے وہ اس کی کنیزیں ہوں۔ کبھی اس کی نگاہوں میں وہ قیمتی عروسی جوڑا اپنی چھب دکھلانے لگتا جو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھاری زیورات اس کا منہ چڑانے لگتے جنہیں اس نے بس شوکیس میں ہی لگا دیکھا تھا۔ کل رانی کتنی حسین لگ رہی تھی اور وہ اس کے سامنے بس ایک باندی جیسی ہی تو لگ رہی تھی تبھی ماں کی آواز پر وہ جلدی سے بستر سے اٹھ آئی۔

''جلدی سے چائے کا وہ سیٹ نکال لو جو تمہارے ابا نے تمہارے جہیز کے لیے خریدا تھا۔ رانی کے سسرال والوں نے تو کچھ بھی لینے سے منع کر دیا اب تمہاری شادی کب ہوتی ہے کچھ پتا نہیں۔'' ایک ہی سانس میں وہ اسے آرڈر دیتے ہوئے طنز بھی کر گئیں۔

''لیکن ان برتنوں کو نکال کر میں کیا کروں؟''

اس نے بھی تپ کر جواب دیا۔

''ظاہری سی بات ہے انہیں ابھی استعمال ہی کرنا ہے۔ ا... رانی اور فقیر محمد کچھ ہی دیر میں آنے والے ہیں تمہارے ابا کے موبائل پر ابھی فقیر محمد کا فون آیا تھا۔'' انیسہ نے جلدی، جلدی اپنے چھوٹے سے برآمدے میں بچھے ہوئے تخت کی چادر بدلتے ہوئے اس سے کہا تو شہزادی کے کانوں میں.... بے ساختہ رانی کی آواز کی بازگشت گونجی۔

''ہائے کتنا مزہ آئے گا جب لوگ کہا کریں گے کہ وہ دیکھو شہزادی اور فقیر ساتھ ساتھ آرہے ہیں۔'' شہزادی کو بے اختیار رانی پر ترس آنے لگا۔ وہ رشک آمیز سوچیں خود بخود کہیں تحلیل ہوگئیں۔

''بے چاری رانی میرا مذاق اڑاتے، اڑاتے خود میری جگہ پر آگئی۔ آج رانی اور فقیر کی جوڑی

یہاں آتے ہوئے کتنی عجیب سی لگے گی۔'' اس نے تاسف سے سوچا اور پھر جلدی، جلدی برتن نکال کر انہیں سائڈ پر رکھی ہوئی میز پر سیٹ کر کے جلدی سے اپنے کپڑے لے کر نہانے گھس گئی۔ ابا چائے کے لوازمات لینے بازار جا چکے تھے اور اماں اپنے چھوٹے سے گھر کو چمکانے میں بے حال ہوئی جا رہی تھیں۔

دن کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دروازے پر ہونے والی دستک نے گھر میں ایک ہلچل سی مچا دی۔ ابا تقریباً ایک گھنٹے سے ان کے انتظار میں پورے گھر میں اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے اب تھکنے سے لگے تھے لیکن دستک کی پہلی ہی آواز پر جیسے پورے جہاں کی پھرتی ان کے وجود میں آبسی، وہ تیر کی طرح دروازے کی طرف دوڑے جبکہ اماں بھی دوپٹے کو سلیقے سے لیتے ہوئے تیزی سے ان کے پیچھے دروازے تک آگئیں جہاں سے رانی اور فقیر محمد اندر داخل ہو رہے تھے۔ شہزادی برآمدے میں ہی رک کر ان کو اندر کی طرف آتا دیکھ رہی تھی۔

رانی کو جس والہانہ انداز میں انیسہ نے گلے لگایا تھا وہ شہزادی کو کچھ اچھا نہ لگا۔ اس سے تو وہ سیدھے منہ بات ہی نہیں کر رہی تھیں اور رانی کے لیے جیسے ان کی ممتا اُبلی پڑ رہی تھی۔ گہرے نیلے کامدانی کے سوٹ میں رانی کا گورا رنگ دمک رہا تھا۔ بڑے بڑے کُندن کے آویزے اس کے چہرے کی رونق کو مزید بڑھا رہے تھے۔ وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ شہزادی ایک لمحے کو تو اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ تو کل سے بھی زیادہ خوب صورت آج لگ رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ آج اس کے چہرے پر وہ تناؤ، وہ بیزاری، وہ اداسی نظر ہی نہیں آرہی تھی جس نے کل اس کے دلہناپے پر اپنا سایہ ڈالا ہوا تھا۔

اس وقت جیسے اس کے اندر کی خوشی کی چمک نے اس کے حسن کو بہت انوکھا سا نکھار بخشا ہوا تھا۔ ہونٹوں پر حیا آمیز مسکراہٹ اور آنکھوں میں ایک خوب صورت سی شرم چھلکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ فقیر محمد بھی ہلکے نیلے شلوار سوٹ میں بے پناہ خوش نظر آرہا تھا حالانکہ رانی کے ساتھ چلتا ہوا وہ شہزادی کو کافی میلا میلا سا لگا لیکن پھر بھی جیسے دل نے اس سے سرگوشی کی تھی کہ وہ پھر بھی اتنا برا نہیں لگ رہا تھا جتنا اس نے سوچا تھا۔

انیسہ نے ان دونوں کو اس طرح سے برآمدے میں بچھے ہوئے تخت پر بٹھایا گویا وہ دونوں سچ مچ کے رانی اور راجا ہوں۔ فقیر محمد کی والہانہ نگاہیں بار بار رانی کے حسین چہرے پر جیسے نثار ہوئی جا رہی تھیں۔ خوشی کے مارے دانت بند ہی نہیں ہو رہے تھے۔ اماں اور ابا ان دونوں کی خاطروں میں بچھے، بچھے جا رہے تھے۔ ذرا ذرا سے کام کے لیے شہزادی کو یوں آواز دی جا رہی تھی جیسے وہ ان دونوں کی خادمہ ہو۔ شہزادی کو ایک عجیب سی بے عزتی کا

پیشکش

اتنے اچھے موسم میں
روٹھنا نہیں اچھا
ہار جیت کی باتیں
کل پہ ہم اٹھا رکھیں
آؤ
آج دوستی کر لیں

محبت

کس قدر انوکھا ہے رابطہ محبت کا
کب نہ جانے ہو جائے معجزہ محبت کا
اپنی ذات سے بھی وہ اجنبی سا لگتا ہے
جس کے ساتھ ہو جائے حادثہ محبت کا

از: ارم کمال...... فیصل آباد

احساس ستانے لگا۔ فقیر محمد نے اس سارے عرصے میں ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈالی تھی جس میں کسی بھی جذبے کی ذرا سی بھی کوئی رمق نہیں تھی البتہ رانی نے اتنے دنوں بعد اسے محبت سے دیکھا بھی تھا اور اس سے گلے بھی ملی تھی۔ شہزادی کچھ بجھے ہوئے دل کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گئی۔ رانی کا یہ بدلہ انداز اسے ایک نامعلوم سے احساس میں مبتلا کر رہا تھا۔ کچھ ہی لمحوں بعد رانی بھی اس کے پاس چلی آئی اور بے اختیار اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر اس کے رخسار کو چوم لیا۔ شہزادی نے بہت حیرت سے اس کی اس حرکت کو دیکھا۔

”سوری شہزادی، میں نے شادی والے روز تم سے کچھ زیادہ ہی بدتمیزی کر ڈالی تھی۔ تم سے رخصتی کے وقت ڈھنگ سے ملی بھی نہیں۔“ وہ کچھ شرمسار لہجے میں معذرت کرنے لگی۔

”معافی تو مجھے تم سے مانگنی چاہیے رانی میری وجہ سے تمہاری زندگی برباد ہو گئی۔“ اس کا ذہن اب بھی رانی کی اس خوشی کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

”ارے نہیں شہزادی، کل تک میں بھی یہ سمجھ کر تم سے بہت زیادہ ناراض تھی لیکن آج مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ مجھ جیسا خوش قسمت شاید ہی دنیا میں کوئی اور ہو۔ فقیر محمد کی ظاہری پرسنالٹی معمولی سہی لیکن اس کا دل بہت خوب صورت ہے۔ وہ ہوس کا مارا ہوا بندہ نہیں ہے، اس نے کل رات مجھے ایک کانچ کی گڑیا کی طرح ٹریٹ کیا۔ میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ کوئی مجھ سے اتنا پیار کر سکتا ہے۔ میرا اتنا خیال کر سکتا ہے۔“ بہت جذب سے کہتے ہوئے رانی نے شہزادی کی جانب دیکھا جس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ رانی بے اختیار ہنس دی۔

”تمہیں میری باتیں حیران کر رہی ہیں ناں...... مجھے خود یقین نہیں آ رہا کہ کوئی شخص صرف ایک رات میں کسی کی دل کی دنیا ایسے بھی بدل سکتا ہے۔ پتا ہے شہزادی، فقیر محمد نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ میرے نام کی لاج رکھتے ہوئے مجھے رانیوں کی طرح رکھے گا۔ میرے ناز نخرے اٹھائے گا اور مجھے مری اور کاغان بھی گھمانے لے جائے گا۔“ معصوم سی رانی کی آنکھیں یہ سب بتاتے ہوئے خوشی سے جگمگا رہی تھیں۔

”چلو یہ تو بہت اچھا ہوا۔“ شہزادی نے بے دلی سے خوشی کا اظہار کیا۔

”اور ہاں یہ انگوٹھی دیکھو، کل اس نے مجھے منہ دکھائی میں دی ہے۔“ رانی نے فخریہ اپنی مخروطی انگلی میں پہنی ہوئی ایک بہت حسین سی رِنگ اسے دکھائی۔ خالص سونے کی بنی ہوئی اس انگوٹھی میں لگے نگ بھی جیسے شہزادی پر طنز کر رہے تھے۔ شہزادی کو با دل ناخواستہ اس انگوٹھی کی بھی تعریف کرنا پڑی جبکہ دل میں بے اختیار پچھتاوے کے بے شمار سانپ سرسرانے لگے تھے۔

”ارے رانی، اندر جا کر کہاں بیٹھ گئیں، فقیر محمد جانے کو کہہ رہے ہیں۔“ انیسہ کی آواز پر وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

”یہ گھر سے مجھے یہ کہہ کر لائے تھے کہ میں ایک منٹ کے لیے بھی ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوں گی اور مجھے دیکھو تم سے باتوں میں اپنا وعدہ بھول ہی گئی۔“ کتنی اتراہٹ تھی رانی کے لہجے میں شہزادی بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔

”اور ہاں کل رات فقیر محمد نے میری ایک اور خواہش کو پورا کر کے مجھے حیران کر دیا۔“ وہ جاتے جاتے جیسے کچھ یاد آنے پر پلٹ کر اس کے پاس چلی آئی تھی۔

جذباتی فیصلے کچھ ایسے ہی حالات پیدا کرتے ہیں...... زنیرا کے جذباتی مطالبے کا انجام اب کس موڑ پر اسے لا پنہچے گا اگلے حصے کا انتظار کیجیے



منی ناول

اک نئے موڑ پر

رضوانہ پرنس

پانچواں حصہ

کبھی منزل ، کبھی رستہ کوئی کیسے بدلتا ہے
ہمیں معلوم ہی کب تھا کوئی کیسے بدلتا ہے
یقیں سے بے یقینی کے سفر تک ساتھ تھا میرے
بدل کر اس نے دکھلایا کوئی کیسے بدلتا ہے

راہِ زیست کبھی پُرخار و پُرپیچ تو کبھی رواں دواں ہوتی ہے۔ اسی راہ پر سفر کرتے ہوئے اجنبی مسافروں سے آشنائی، کبھی منزل کی جانب رہنمائی کرتی ہے تو کبھی راہ گم کردیتی ہے... ایسے ہی ایک مسافر کا دلگداز احوال جو منزل پر پہنچا تو ضرور مگر کیسے...؟

شوبز کی دنیا کے اسرار سے پردے اٹھاتی، گراتی ایک دل فریب روداد



''کون سی خواہش؟'' شہزادی نے اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے جب ان کو بتایا کہ مجھے فقیر محمد نام اچھا نہیں لگتا تو انہوں نے فوراً ہی مجھے اجازت دے دی کہ میرے نام کی مناسبت سے آج سے میں انہیں راجا کہہ کر بلا سکتی ہوں بلکہ انہوں نے درخواست کی ہی ہے کہ تم، اماں اور ابا سب انہیں راجا ہی کہہ کر بلاؤ۔ شاید ابھی انہوں نے ابا اور اماں کو یہ بات بتا بھی دی ہو۔ اچھا شہزادی آج رات ہوٹل میں ولیمہ ہے، مجھے ابھی بیوٹی پارلر بھی جانا ہے۔ رات تم بھی بہت اچھی طرح سے تیار ہو کر آنا۔'' امیمہ کے دوبارہ آواز دینے پر عجلت میں ایک ہی سانس میں سب کچھ بتاتے ہوئے وہ کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ شہزادی بے یقینی کی کیفیت میں بیٹھی رانی کے جاتے ہوئے قدموں میں اپنے خوابوں کو کچلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

تو جو بدلا بدل گئے ہم بھی
پیار کرتے تھے بندگی تو نہیں
وقت لٹ جائے گا بہر صورت
تو کوئی شرطِ زندگی تو نہیں

ٹی وی پر ایک مشہور گلوکارہ بہت جذب کے ساتھ اپنی پُرسوز آواز میں یہ غزل گا رہی تھی۔ زنیرا نے چائے کا مگ فاران کے آگے رکھتے ہوئے جیسے ان بولوں کو دل میں اتار لیا۔ اجالا جو سامنے ہی صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی اس نے بہت دزدیدہ نظروں سے فاران کی جانب دیکھا۔

وقت کٹ جائے گا بہر صورت
تو کوئی شرطِ زندگی تو نہیں

اس نے زیرِ لب یہ شعر گنگنایا تھا۔ فاران نے چائے کا سپ لیتے ہوئے دوبارہ اپنی نظریں اسکرین پر جما دیں۔ اسے بھی شاید یہ غزل اچھی لگ رہی تھی۔ ایک لمحے کو اس کی نگاہیں زنیرا کے چہرے کی جانب بھی اٹھی تھیں جو بظاہر بہت بے پروائی سے گرم، گرم پکوڑوں کی پلیٹ اجالا کو آفر کر رہی تھی لیکن اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ یہ اشعار اس کے دل کی مکمل عکاسی کر رہے ہیں تبھی تو اس نے کچھ لمحے بعد ریموٹ اٹھا کر ٹی وی کی آواز بہت تیز کر دی تھی جسے اجالا کے علاوہ فاران نے بھی نوٹ کیا تھا۔ لائٹ پنک کاٹن کے سوٹ میں اس کے چہرے کا رنگ مزید گلابی ہو رہا تھا۔ اجالا کے ساتھ جب سے اس نے اپنی زندگی کے بے حد اذیت ناک لمحات کو شیئر کیا تھا اسے اپنا آپ بہت ہلکا پھلکا محسوس ہونے لگا تھا۔ خاص طور پر اپنی زندگی کا وہ ذلت آمیز لمحہ جسے وہ کبھی بھول ہی نہیں پا رہی تھی اور جسے سوچ کر وہ بار بار مرتی رہی تھی اس نے جب اجالا کو بتایا تھا تو اس وقت بھی اس کے دل کا سارا درد جیسے اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا تھا۔

''اجالا اس نے جس نفرت اور کراہیت سے مجھے دھکا دیا تھا وہ لمحہ میرے دل کے اتنے اندر تک اتر گیا ہے جو شاید میری زندگی کی آخری سانس تک میرے دل کے بند ہو جانے کے بعد بھی اس سے باہر نہیں نکل سکے گا۔'' اس کے لہجے میں اتنا زیادہ کرب سمٹ آیا کہ اجالا بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔ الفاظ بھی جیسے گونگے ہو گئے۔ اس نے بھی کبھی فاران کو شدت سے چاہا تھا، اسے کھو دینے کی اذیت کو بھی سہا تھا لیکن اپنے ٹھکرائے جانے کا غم منانے کے بجائے اس نے فوراً ہی عدیل کا ہاتھ تھام کر فاران پر یہ جتا دیا تھا کہ اسے بھی فاران کی کوئی پروا نہیں...... لیکن زنیرا تو ایسا کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اجالا سے تو فاران نے کبھی اپنے کسی جذبے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود اسے فاران کا انکار اپنے لیے ایک انسلٹ کے مانند لگا تھا لیکن زنیرا کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے بعد اسے بالکل اجنبی کر دینا اجالا

کے لیے ایک ایسا انکشاف تھا جس پر وہ ششدر تھی۔

''زنیرا تم بہت بہادر لڑکی ہو...... بہت سی عورتیں اپنے بچوں کی خاطر سخت ترین حالات کا سامنا کرتے ہوئے اپنی پوری زندگی گزار دیتی ہیں لیکن تم تو پھولوں کی سیج سے ایک دم کانٹوں بھرے بستر پر آ کر بھی اپنے چہرے پر خوشی کا ماسک چڑھائے اپنے پیاروں کو ہر فکر سے آزاد کیے ہو۔'' اجالا نے اس کے رخساروں پر بہتے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے بہت بوجھل لہجے میں کہا۔

''اجالا اب میرا دل ہر احساس سے خالی ہو چکا ہے۔ اب کسی قسم کے کوئی بھی جذبات میرے اندر ہلچل نہیں مچاتے۔ بس اپنے بچوں میں مگن رہ کر مجھے سکون ملتا ہے۔ انہیں اپنے باپ کا پیار.. حاصل ہے، وہ اپنے بابا کے تحفظ کی چھاؤں میں ہیں۔ میرے لیے یہ بات سب سے اہم ہے۔'' زنیرا نے یہ کہتے ہوئے جب اجالا کی طرف دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

''دیکھو زنیرا تم برا مت ماننا لیکن میں تمہاری بات سے ایگری نہیں کرتی...... ٹھیک ہے تمہارے دل میں فاران کے لیے کوئی جذبات نہیں جاگتے لیکن ایسا ہو نہیں سکتا کہ اس کی محبت تمہارے دل سے مکمل طور پر ختم ہو گئی ہو۔ زنیرا تم یقین کرو کہ فاران بھی کبھی نہ کبھی لوٹ کر ایک بار پھر تمہارے پاس واپس ضرور آئے گا...... پلیز تم بھی اس کی واپسی کے لیے اپنے دل کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ضرور رکھو۔'' اجالا کے سمجھانے پر وہ بھڑک ہی تو اٹھی۔

''ہرگز نہیں...... اجالا پلیز مجھے اب دوبارہ یہ مشورہ مت دینا...... انہیں اپنی دنیا میں مست اور مگن رہنے دو...... دولت اور شہرت کا نشہ جب اترے گا اور تنہائی ان کو سانپ کی طرح کاٹنے کو دوڑے گی تب ہی انہیں شاید میری ضرورت محسوس ہو گی لیکن اس وقت میں بھی انہیں اسی نفرت اور کراہیت سے پیچھے ہٹاؤں گی۔ اجالا اب مجھے صرف اسی وقت کا انتظار ہے۔'' اس کا ایک، ایک لفظ نفرت کے زہر میں ڈوبا ہوا تھا۔

''ٹھیک ہے زنیرا لیکن اُس وقت کے انتظار میں تم کیوں اپنی زندگی کو بے رنگ بنا کر جی رہی ہو...... اگر فاران خوشیوں اور خواہشوں سے سجے دنوں کو انجوائے کر رہا ہے تو تمہیں بھی چاہیے کہ اپنی زندگی کو صرف اپنے بچوں کے لیے وقف نہ کرو...... ان کے ساتھ ساتھ اپنا بھی اتنا ہی خیال رکھو جتنا ان کا رکھتی ہو...... پیسوں کی تمہارے پاس کمی نہیں...... جم جوائن کرو، بیوٹی پارلر جایا کرو، پتا نہیں کب سے تم نے فیشل نہیں کرایا ہے، تمہارے بال کٹنگ مانگ رہے ہیں تم اتنی حسین، اتنی پیاری ہو، اپنے حسن میں جتنے چار آٹھ چاند لگا سکتی ہو لگاؤ...... فاران کو بھی تو احساس ہو کہ وہ اللہ کے بخشے ہوئے کتنے حسین تحفے کو گنوا رہا ہے۔ ایسے موقع پر مجھے ایک شعر یاد آ رہا ہے جو تم پر بہت سوٹ کر رہا ہے۔

روز روتے ہوئے کہتی ہے زندگی مجھ سے
صرف اِک شخص کی خاطر مجھے برباد نہ کر''

یہ لڑکی کتنے خوب صورت طریقے سے اس کے بجھے ہوئے دل میں اپنی باتوں سے ایک روشنی سی بکھیر دیتی تھی۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی اجالا وہ اپنی زندگی تو جی ہی نہیں رہی تھی۔ اپنی خوشیوں کو تو اس نے جیسے کسی کنویں میں پھینک دیا تھا۔ اب اس کی زندگی فاران کی سرد مہری اس کی بے رخی اور بچوں کی خوشیوں سے عبارت تھی۔ وہ خود تو کہیں بھی نہیں تھی...... اللہ نے جو اسے زندگی بخشی تھی اسے تو اس نے دوسروں کے حوالے کر دیا تھا۔

''ہاں مجھے اپنے لیے بھی جینا ہے۔'' اس نے بے اختیار اجالا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''اجالا اگر تم نہ آتیں تو میں کیا کرتی...... سچ تم بہت اچھی ہو...... اجالا میں تمہاری موجودگی میں ہی اپنے آپ کو بدلنے کی پوری کوشش کروں گی۔'' اور پھر

اس شام وہ اجالا کے ساتھ شہر کے سب سے اچھے اور مہنگے بیوٹی پارلر میں گئی...... دو تین گھنٹوں کے بعد وہ دونوں جب گھر لوٹیں تو زنیرا کا لُک اتنا بدلا ہوا تھا کہ بچوں نے بھی حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔ بالوں کا بہت خوب صورت اسٹائل اس پر کچھ زیادہ ہی سوٹ کر رہا تھا...... مہنگے ترین فیشل نے اس کے چہرے کو ایسا نکھار اور چمک دے دی تھی کہ خود اجالا کی نگاہیں اسے بار بار دیکھنے پر مجبور ہوئی جا رہی تھیں۔

''واؤ...... مما آپ کتنی پیاری لگ رہی ہیں بالکل ایک فیری کی طرح......'' روشی نے بے اختیار اس کے رخساروں کو چوم لیا تھا۔

''اللہ نے اسے کتنے حسن سے نوازا ہے لیکن وہ اسے برتنا نہیں جانتی۔'' اجالا نے اسے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا تھا۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی فاران اسے خصوصی توجہ دیتا رہا تھا۔ زنیرا کو اگنور کر کے جب وہ اسے اہمیت دیتا اس کی خاطر میں بچھ بچھ جاتا تب بھی اجالا کے دل میں عام عورتوں کی طرح کوئی خوشی نہیں جاگتی تھی۔ وہ جو کبھی اس کی آرزو کا مرکز رہا تھا اب اس کی نگاہِ التفات اپنے اوپر محسوس کر کے وہ کچھ الجھ سی جاتی تھی۔ زنیرا کے لیے دل کڑھنے لگتا تھا اور آج زنیرا کو بیوٹی پارلر لے جانا بھی اس کے پلان کی ایک کڑی تھی۔ وہ فاران کو زنیرا کی طرف دوبارہ مائل کرنے کے لیے جو کچھ بھی کر سکتی تھی وہ کر رہی تھی...... جانتی تھی کہ فاران آج کل بہت ٹوٹا ہوا سا ہے اور کوئی بھی بڑھا ہوا ہاتھ اسے بہ آسانی اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ اجالا کو یہاں تک بھی محسوس ہوا تھا کہ جیسے فاران کی نظریں اس سے کہہ رہی ہوں کہ وہ اسے اپنی محبت کی پناہوں میں لے لے، وہ اسے ٹھکرا کر پچھتا رہا ہے...... اجالا کو اس کی آنکھوں میں چھپی ایک عجیب سی تشنگی پریشان کرنے لگی تھی۔ وہ جس فیلڈ میں تھا وہاں ہر قدم پر محبت ہاتھ پھیلائے اس کی منتظر ہوتی تھی لیکن پھر بھی نہ جانے وہ کون سی پیاس تھی جو ہمہ وقت اس کی آنکھوں میں چھپی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ آج اجالا کو فاران کا موبائل میسج ملا تھا کہ وہ شام تک واپس آ رہا ہے۔ اجالا نے زنیرا کو اس کے آنے کی خبر بالکل بھی نہیں دی تھی۔ اجالا کی فرمائش پر زنیرا نے اس کے لیے گرم گرم پکوڑے اور سموسے بنوائے تھے۔ رم جھم برستی بارش میں زنیرا پنک کلر کے سوٹ میں آج کچھ زیادہ ہی غضب ڈھا رہی تھی۔ اجالا کی تعریف پر اس نے سارا کریڈٹ اس بیوٹی پارلر کو دے دیا جہاں وہ صبح کئی گھنٹے گزار کر آئی تھی۔ کسی بات پر کھلکھلا کر ہنستے ہوئے اجالا کی نظریں اچانک ہی دروازے سے داخل ہوتے ہوئے فاران پر پڑی تھی جو اندر آتے ہوئے کچھ حیرت سے زنیرا کے اس گلاب جیسے چہرے کو دیکھ رہا تھا اس کی ہنسی کی جلترنگ کو ہر سو بکھرتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔ اس کے بدلے ہوئے خوب صورت ہیر اسٹائل نے جیسے اسے ایک دوسرا ہی روپ دے دیا تھا۔ ایک لمحے کو دونوں کی نظریں ملیں...... اجالا نے یہ منظر بڑی دلچسپی سے دیکھا...... دوسرے ہی لمحے زنیرا نے اپنی توجہ کچن سے آتے رحیم کی جانب مبذول کر دی۔ جس کے ہاتھ میں گرم گرم پکوڑوں اور سموسوں کی ٹرے تھی۔ چائے کچھ ہی دیر قبل وہ میز پر لا کر رکھ چکا تھا۔

''السلام علیکم......'' فاران کی دلکش بھاری آواز کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ مگوں میں چائے انڈیلنے لگی جبکہ اجالا نے مسکرا کر اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

''آج تو موسم کا صحیح لطف اٹھایا جا رہا ہے۔'' فاران نے ایک پکوڑا اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے مسکرا کر اجالا کی طرف دیکھا۔

''ہاں، آج میں اور زنیرا صبح سے ہی اس موسم کو پل، پل انجوائے کر رہے ہیں۔'' اجالا نے ہنستے ہوئے زنیرا کی طرف دیکھا تو بے ساختہ فاران کی

نظریں بھی اس کی طرف اٹھ گئیں جو بڑی بے نیازی سے اب چائے کا مگ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ رہی تھی اور اسی لمحے وہ غزل جسے ایک مشہور گلوکارہ گا رہی تھی جیسے ایک صدا بن کر فاران کو عجیب طرح کے احساس سے دوچار کرنے لگی تھی۔ اجالا سے کچھ کہتے ہوئے زنیرا ایک بار پھر بے اختیار ہنسی تھی۔

تو جو بدلا بدل گئے ہم بھی
پیار کرتے تھے بندگی تو نہیں

فضا میں بکھرتے ان بولوں کے پس منظر میں زنیرا کا حسین سراپا اور چہرے پر چھلکتی خوشی جیسے فاران سے برداشت ہی نہیں ہوئے۔

''سوری اجالا میں کافی تھکا ہوا ہوں...... بچوں سے مل کر تھوڑا سا ریسٹ کروں گا پھر ہم رات کے کھانے پر ملتے ہیں۔'' وہ معذرت کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''لیکن اجالا رات کو تو ہم لوگ چائنیز، ڈنر پر جا رہے ہیں۔'' زنیرا نے فوراً ہی اجالا کو یاد کرایا۔

''اوہ ہاں...... فاران تم بھی چلنا...... اصل میں زنیرا نے ٹیبل ریزرو کرا لی ہے ناں تو جانا ضروری ہے۔''

''نہیں تم لوگ جاؤ، میں لمبے سفر سے آیا ہوں آج ریسٹ کروں گا۔'' وہ بے دلی سے کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

''اوہ تھینکس گاڈ...... یہ نہیں جا رہے...... میرا تو سارا موڈ ہی غارت ہو گیا تھا۔'' زنیرا نے گو آہستہ سے کہا تھا لیکن فاران کے کانوں تک اس کا یہ جملہ پہنچ گیا تھا۔ فاران نے اس کا جملہ سننے کے بعد اپنی تھکن کو پسِ پشت ڈالا اور ان کے ساتھ چلا گیا۔

☆☆☆

فقیر محمد اور رانی کے ولیمے کی تقریب کم از کم ان لوگوں کے لحاظ سے تو کچھ زیادہ ہی شاندار رہی تھی...... پہلی دفعہ کسی نے اپنی شادی کا فنکشن کسی ہوٹل میں کیا تھا ورنہ اس سے پہلے خاندان میں یا تو گھر کی گلیوں میں ٹینٹ لگا دیے جاتے تھے یا پھر کسی نے زیادہ دریا دلی دکھائی تو کسی چھوٹے سے میرج ہال میں تقریب رکھ لی۔ آج فقیر محمد کا تو پورا خاندان امپریس تھا ہی لیکن اجمل صاحب کے وہ رشتے دار جنہیں اجمل صاحب اپنے ساتھ اس ولیمے میں لے کر آئے تھے وہ تو کچھ زیادہ ہی متاثر لگ رہے تھے۔ رانی بڑے شاہانہ انداز میں فقیر محمد کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھی جیسے اپنے آپ کو آسمان سے اترا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ فقیر محمد کی اماں کے ناز و انداز بھی دیکھنے والے لگ رہے تھے۔ ایک عجیب سا غرور در آیا تھا اس کی چال میں لیکن اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ اتنی شان و شوکت سے ہونے والی شادی اس کے ایک قیمتی پلاٹ کی مرہونِ منت ہے تو شاید یہ غرور اس کی آہ و بکا میں تبدیل ہو جاتا...... لیکن فقیر محمد نے تو اسے پلاٹ بیچنے کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ شہزادی کو جلانے کلسانے کی خاطر وہ پلاٹ کیا اپنے آپ کو بھی بیچنے سے گریز نہیں کرتا...... اور اس وقت بھی شہزادی کا کملایا ہوا چہرہ اور حسرت بھری نگاہیں اس کے دل کو ایک... ٹھنڈک سی پہنچا رہی تھیں...... جب شہزادی اسٹیج پر رانی سے ملنے کے لیے آئی تو رانی کا جگمگاتا روپ اور شاہانہ لباس جیسے اس کی آنکھیں خیرہ کر گیا۔

''سالی جی میری اتنی حسین دلہن کو نظر نہ لگا دینا۔'' فقیر محمد نے اسے رانی کی طرف رشک آمیز نظروں سے تکتا پا کر فوراً ہی فقرہ کسا تو وہ جلدی سے رانی کے پاس ایک جبری مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''سالی صاحبہ آج تو حور کے پہلو میں بیٹھا لنگور خوشی سے پاگل ہو رہا ہے کیونکہ آپ کی بدولت اسے اتنی خوب صورت دلہن جو مل گئی ہے۔'' فقیر محمد جیسے طنز کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہا تھا۔ شہزادی کا دل چاہا کہ اس کا منہ نوچ لے...... لیکن بس خون کے گھونٹ پی کر اسے اگنور کر کے رانی سے باتیں کرنے لگی۔

''بھئی آج تو جو بھی ہماری دلہن کے ساتھ

بیٹھتا ہے۔ بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے جگمگاتے ہوئے چاند کے پاس کوئی مدھم سا ستارہ ٹمٹما رہا ہو۔" فقیر محمد اپنے کسی دوست سے ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا لیکن اس کا اشارہ کس کی طرف تھا اسے شہزادی اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

"یہ منحوس کالا آدمی کیسے کیسے جملے یاد کر کے آیا ہے۔" اس نے کلس کر سوچا جبکہ رانی نے کہنی مار کر شاید اسے ایسی باتیں کرنے سے روکا تھا...... شہزادی کچھ دل برداشتہ ہو کر اماں کے بلانے کا بہانہ بنا کر اسٹیج سے نیچے اتر آئی...... اپنے حساب سے تو وہ بہت اچھا تیار ہو کر اس ولیمے میں آئی تھی۔ پتا نہیں کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ فقیر محمد کی نظریں بار بار اس کی طرف اٹھیں...... نارسائی کا دکھ آنکھوں میں لیے جب وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ تفاخر سے چہرہ موڑ لے...... لیکن یہاں تو فقیر محمد کی نظریں رانی کے چہرے کا طواف کرتے نہیں تھک رہی تھیں...... بات بے بات وہ اسے نیچا دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دے رہا تھا۔ اور پھر فقیر محمد کے گھر والوں کا رویہ بھی اس کے ساتھ خاصا توہین آمیز رہا تھا۔ انیسہ اور اجمل صاحب کو بے پناہ اہمیت دیتے ہوئے وہ لوگ اسے یوں نظر انداز کرتے جیسے وہ اجمل صاحب کے ساتھ آئی ہوئی کوئی معمولی خادمہ ہو...... شہزادی کو عجیب سی گھٹن کا احساس ہونے لگا۔

"اماں مجھے گھر واپس جانا ہے...... چلیں بس فوراً اٹھیں۔" اس کی برداشت کی حد جیسے ختم ہو رہی تھی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا...... آرام سے بیٹھو...... اتنی جلدی واپس جانے کی کیا تک ہے بھلا......" انیسہ نے گھور کر اسے دیکھا...... کتنا اچھا محسوس ہو رہا تھا انہیں اپنی بیٹی کو سچ مچ کی رانی بنا ہوا دیکھ کر...... فخر و انبساط سے سرشار ہوتا ہوا ان کا دل کبھی اس سے پہلے ایسی کیفیت سے دوچار نہیں ہوا تھا۔

"نہیں اماں...... میری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی...... مجھے ابھی واپس جانا ہے۔" اس کے ہٹ دھرم لہجے پر انیسہ نے تپ کر چپکے سے اس کے چٹکی لی۔

"یہ کیوں نہیں کہتی کہ تجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا...... اب پتا چلا تجھے کہ فقیر محمد کی اصل میں حقیقت کیا ہے...... اللہ میری بچی کو نظرِ بد سے بچائے...... کتنا چاہنے والا شوہر عطا کیا اس نے میری رانی کو۔" شہزادی کو اس وقت اپنی اماں بھی فقیر محمد کا دوسرا روپ ہی لگیں۔ اسے عجیب سا خوف محسوس ہونے لگا جیسے ہر کوئی اس پر ہنس رہا ہے...... اس پر طنز کے تیر برسا رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ابا اور اماں بھی اپنے جملوں سے اس کی روح کو زخمی کر کے بے رحمی سے ہنس رہے ہوں۔ انیسہ کو احساس ہی نہیں ہوا کہ اس کی کہی ہوئی باتیں...... اس وقت شہزادی کو کتنا زیادہ توڑ گئی ہیں...... وہ سیدھی سادی عورت اپنی بیٹی کی دل کی کیفیت کو اس وقت سمجھ ہی نہیں رہی تھی۔ شہزادی کو اس جگمگاتی ہوئی ہنستی بولتی محفل میں اپنا آپ بہت اکیلا اور تنہا، تنہا سا محسوس ہو رہا تھا...... کوئی بھی تو اسے اپنا نظر نہیں آ رہا تھا...... اس کی نظر اچانک ہی اسٹیج کی جانب اٹھی...... اجمل صاحب اور انیسہ...... اس وقت دولھا اور دلہن کے ساتھ اپنا گروپ فوٹو بنوا رہے تھے...... انیسہ نے کتنے پیار سے رانی کو اپنے ساتھ لپٹایا ہوا تھا...... اجمل صاحب بھی بہت محبت اور شفقت سے فقیر محمد اور رانی کو دیکھ رہے تھے...... سب کتنا خوش نظر آ رہے تھے...... اسے ایک دم سب سے شدید نفرت کا احساس ہونے لگا۔ وہ بہت خاموشی سے اٹھی اور سب کی نظریں بچا کر ہال سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

"ویسے سچی بات ہے جو مزہ مجھے یہاں کے چائنیز کھانوں میں ملتا ہے وہ کسی اور ملک میں نہیں ملتا۔" اجالا بڑی رغبت سے کھانا کھاتے ہوئے بولی تو فاران نے ہنس کر اسے چھیڑا۔

"تمہیں تو یہاں کے ٹھیلوں کی چاٹ بھی اتنی ہی پسند ہے، یار تم یہیں کیوں نہیں شفٹ ہو جاتیں۔ فضول میں وہاں اپنا اور عدیل کا وقت ضائع کر رہی ہو۔" فاران کی بات پر اجالا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"سچ پوچھو تو وہاں پر مجھے ہر پل ہر لحہ پاکستان یاد آتا ہے۔ تمہیں یقین نہیں آئے گا لیکن میں ابھی تک وہاں پر ذہنی طور پر ایڈجسٹ نہیں ہو سکی ہوں۔"

"اوہ...... سو سیڈ...... بس مجھ ہی سے غلطی ہو گئی ورنہ تم یہیں پاکستان میں رہ رہی ہوتیں۔" پتا نہیں کیسے بے اختیار ہی یہ جملہ فاران کے منہ سے نکلا تھا۔ اجالا کے دل کی دھڑکنیں جیسے تھم سی گئیں۔ اس نے گھبرا کر زنیرا کی جانب دیکھا جو بہت بے نیازی سے چکن چلی اپنی پلیٹ میں نکال رہی تھی۔ بچے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کھانے میں مگن تھے اور فاران کو تو جیسے اپنے اس جملے کی سنگینی کا کوئی احساس ہی نہیں تھا یا شاید وہ زنیرا کو اذیت دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔ تب ہی زنیرا کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"اجالا تم بہت لکی رہیں ورنہ یہ ہی پاکستان تمہیں جہنم سے بھی بدتر لگتا۔ بس یوں سمجھ لو تمہاری کوئی نیکی کام آ گئی اور تمہیں عدیل جیسا انسان مل گیا۔" کیسا نہلے پہ دہلا مارا تھا زنیرا نے اور وہ بھی بہت ٹھنڈے لہجے میں۔ فاران کا چہرہ توہین کے احساس سے سرخ ہو گیا۔ اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ زنیرا کی طرف سے یوں فی البدیہہ جواب آئے گا۔ ماحول خاصا ٹینس سا ہو گیا تھا اور اجالا کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سچویشن کو کیسے ہینڈل کرے اس وقت اسے خود اپنی پوزیشن بہت آکورڈ فیل ہو رہی تھی۔

"میرے خیال میں آپ دونوں میرے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کے بجائے ڈائریکٹ ہی ایک دوسرے کا نشانہ لے لیں۔" فاران کے کچھ کہنے سے قبل ہی اجالا نے ناگواری سے دونوں کو ہی ٹوک دیا۔

تبھی کچھ لڑکیاں ان کی ٹیبل پر آ گئیں۔ وہ فاران کے ساتھ فوٹو کھچوانے کی خواہش مند تھیں۔ روشانہ نے بہت اپ سیٹ ہو کر اپنے بابا کی جانب دیکھا جو بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ ان لڑکیوں کے درمیان کھڑا فوٹو کھچوا رہا تھا حالانکہ اس کا موڈ اس وقت سخت آف تھا جسے اجالا اچھی طرح سے محسوس کر رہی تھی۔ خود اس کا اپنا دل بھی اس وقت کچھ عجیب سی کیفیت سے دوچار تھا۔ زنیرا نے دزدیدہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"اجالا میں نے جو کچھ بھی کہا بالکل دل سے کہا ہے...... تم سچ مچ بہت لکی ہو...... تمہیں کسی کا سچا بے لوث پیار حاصل ہے۔" زنیرا بہت آہستگی سے اس سے کہہ رہی تھی۔ اجالا نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ اسی وقت فاران واپس آ کر کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ بچے ہنس بول رہے تھے لیکن یہ تینوں اپنے اپنے خیالوں کے حصار میں مقید بہت خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانے کے بعد جب وہ لوگ واپس گھر جا رہے تھے تو بھی بہت خاموشی سی تھی ان کے درمیان، تبھی اچانک ہی فاران نے بہت تیزی سے بریک لگائے...... کار کے ٹائر ایک چرچراہٹ کے ساتھ رک گئے۔ دھچکے کی وجہ سے سب ہی تقریباً ایک دوسرے پر گر گئے تھے۔ سڑک پر جھلملاتے فیروزی کپڑوں میں ملبوس ایک بے حد حسین لڑکی اپنی سہمی ہوئی ہرنی جیسی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

"مما آئی تھنک یہ فیری ہے۔" روشانہ نے بہت ایکسائٹڈ انداز میں سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا تو سب ہی بچوں نے فیری، فیری کا شور مچا دیا۔

"خاموش ہو جاؤ، یہ کیا شور مچایا ہوا ہے۔" فاران نے زور سے ان لوگوں کو ڈانٹا...... اجالا اور زنیرا بھی بہت حیرانی سے اس حسن کے پیکر کو دیکھ رہی تھیں جو اتنی رات گئے بجی سنوری اس بیچ سڑک پر

کھڑی ہوئی تھی۔

''فاران نیچے مت اترنا، مجھے تو کچھ مشکوک معاملہ لگ رہا ہے۔'' اجالا نے گھبرا کر کار سے اترتے ہوئے فاران کو روکا۔

''آنٹی یہ ضرور فیری ہے، دیکھیے گا ابھی جادو سے غائب ہوجائے گی۔'' روشانہ ابھی تک اپنی بات پر قائم تھی۔

''روشانہ خبردار جو اب تم بولیں۔'' زنیرا نے بھی الجھ کر روشانہ کو ٹوکا...... اسے بھی اس سچویشن سے ڈر سا محسوس ہو رہا تھا۔ آج کل کے حالات سے اور لوگوں کی طرح وہ بھی خوفزدہ رہتی تھی لیکن اس وقت وہ براہ راست فاران کو روکنے سے مجبور تھی سو اس نے اجالا کو ٹہوکا دیا لیکن اجالا کے روکنے کے باوجود فاران کار سے نیچے اتر کر اس لڑکی کے پاس پہنچ چکا تھا۔

''کون ہو تم......؟ ابھی میری کار کے نیچے آجاتیں تو کون ذمے دار ہوتا؟'' فاران کے سخت لہجے نے اس لڑکی کی آنکھوں کے کٹوروں کو لبالب بھر دیا...... اس نے خوف زدہ نظروں سے فاران کی جانب دیکھا...... بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں میں جھلملاتے آنسو جیسے ایک لمحے کو فاران کو مسمرائز کر گئے۔ وہ پلک جھپکائے بنا اسے دیکھتا رہ گیا۔

''وہ میں ہوٹل کا راستہ بھول گئی ہوں...... وہاں میری بہن کا ولیمہ ہو رہا ہے۔'' وہ بہت معصومیت سے کہتی ہوئی جیسے فاران کے دل کے اندر اترتی ہی چلی گئی۔

''کیا نام ہے ہوٹل کا...... ہم تمہیں پہنچا دیتے ہیں۔'' اس نے اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے اس بار ذرا نرم لہجے میں پوچھا۔

''مجھے نام بھی یاد نہیں آ رہا......'' لڑکی نے بہت بے بسی سے فاران کو دیکھا اب آنسو اس کے سرخ رخساروں پر بہہ رہے تھے...... اجالا جو اُن کی باتیں سن رہی تھی اطمینان ہونے پر وہ بھی اتر کر ان لوگوں کے پاس چلی آئی۔

''تمہیں ولیمہ چھوڑ کر یوں اکیلے اتنی دور سڑک پر آنے کی کیا ضرورت تھی...... یہاں تو نزدیک مجھے کوئی ہوٹل نہیں نظر آ رہا۔'' اجالا نے کریدنے والے انداز میں اس سے پوچھا۔

''پلیز کچھ بھی کریں لیکن مجھے واپس ہوٹل پہنچا دیں، ورنہ...... ابا مجھے جان سے مار دیں گے۔'' وہ اجالا کے سوال کو اگنور کر کے بہت ملتجی انداز میں بولی تو فاران نے کچھ سوچتے ہوئے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''اچھا چلو...... اسی سڑک پر آگے ایک دو ہوٹل ہیں...... انہی میں سے کوئی ہوگا۔'' وہ اجالا کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کار کے پاس آگئی۔ زنیرا نے کھسک کر اس کے لیے جگہ بنا دی...... روشانہ اور فرحان جو اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے...... انہوں نے مڑ کر اسے بیٹھتے ہوئے دیکھا۔

''فیری...... کیا تم اُڑ سکتی ہو......؟'' فرحان نے بہت معصومیت سے سوال کیا۔

''نہیں، میں بس رو سکتی ہوں اور شاید مر بھی سکتی ہوں۔'' اس نے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کچھ اتنے درد سے کہا کہ کار میں ایک لمحے کو سناٹا چھا گیا۔

''تمہاری بہن کا ولیمہ وہاں ہوٹل میں ہو رہا ہے اور تم یہاں سڑک پر روتی ہوئی پھر رہی ہو...... سب خیریت تو ہے ناں......؟'' زنیرا نے تجسس سے مجبور ہو کر پوچھ ہی ڈالا۔

''بس وہاں مجھے گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی...... ایسا لگتا تھا جیسے میری سانس رک جائے گی۔'' وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔ کار دھیمی رفتار سے چل رہی تھی۔ فاران متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ہوٹل ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''دیکھو ایسے روؤ نہیں...... ہم تمہارا ہوٹل ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں تم بھی ذرا غور کرتی

رہو کہ تم کہاں سے کس طرف سے آ رہی تھیں۔'' فاران نے اس کی سسکیوں کی آواز پر ذرا سی گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''کیا آپ مجھے ایدھی ہوم پہنچا سکتے ہیں۔ مجھے ہوٹل سے نکلے ہوئے کافی دیر ہوگئی ہے۔ اب میں مزید اپنے گھر والوں کا غصہ سہہ نہیں سکتی۔'' فاران کی بات کا جواب دیتے ہوئے وہ ایک بار پھر رو پڑی۔

''بری بات ایسے نہیں کہتے، تم کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہی ہو...... کیا نام ہے تمہارا؟'' اجالا نے اسے ہلکے سے اپنے ساتھ لگا کر تسلی دیتے ہوئے اس کا نام بھی پوچھ ڈالا۔

''شہزادی، شہزادی نام ہے میرا......'' اس نے کونین سے بھی زیادہ کڑوے لہجے میں اپنا نام بتایا۔

''اوہ شی از پرنسز......'' اس بار روشانہ کی ایکسائٹمنٹ دیکھنے والی تھی۔

''نہیں، میں صرف نام کی شہزادی ہوں۔'' اس کے لہجے میں محرومیاں چھپی ہوئی تھیں۔

''وہ دیکھو سیدھے ہاتھ پر جو ہوٹل نظر آ رہا ہے۔ یہاں ہو رہا ہے تمہاری بہن کا ولیمہ......؟'' فاران نے گاڑی کی رفتار مزید آہستہ کر دی۔

''نہیں۔'' شہزادی نے نفی میں سر ہلایا۔

فاران نے کار آگے بڑھا دی۔ دس منٹ کی تگ و دو کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا...... شہزادی نے صحیح پتا بتا کر نہیں دیا۔ اب اس کی ایک ہی رٹ تھی کہ اسے ایدھی سینٹر پہنچا دیا جائے۔ ابا کا قہر اماں کا غصہ اور نفرت اور رانی کی خوشیاں، فقیر محمد کی تمسخر بھری نگاہیں اس کے طنزیہ جملے کچھ بھی برداشت کرنے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا۔ ہر رشتے ناتے سے اس کا دل اچاٹ ہو چکا تھا کسی کی بھی محبت دل میں باقی نہیں رہی تھی۔ جب وہ دل برداشتہ سی ہوٹل سے باہر آئی تھی تو نسبتاً کم ٹریفک والی روڈ کی طرف مڑ کر بہتے آنسوؤں کے ساتھ نہ جانے کتنی دور نکل آئی تھی۔ یہ بھی اس کی

خوش قسمتی تھی کہ اِکّادُکّا گزرنے والی گاڑیوں میں فیملی والے یا پھر شرفا ہی تھے جس کی وجہ سے اسے دوسری کسی مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ ہاں البتہ ایک بنگلے کے سامنے سے گزرتے ہوئے جب گیٹ کے اندر سے ایک کتا بہت زور سے بھونکا تو وہ گھبرا کر بے اختیار بھاگ کر سڑک پر آگئی تھی اور یوں اس سے یہ اتنی اچھی فیملی آٹکرائی اور دل سے خوف کچھ کم ہوا تو اچانک ہی یہ خیال اس کے ذہن میں آیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے ذریعے ایدھی سینٹر جاسکتی ہے۔ اس نے ٹی وی پر بھی دیکھا تھا اور لوگوں سے بھی سنا تھا کہ وہاں پر لاوارث خواتین اور لڑکیوں کو پناہ دی جاتی ہے لیکن تب اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ کبھی ایسا وقت اس پر بھی آسکتا ہے...... اس کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی اور وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر زور زور سے رونے لگی۔ بچوں نے سہم کر ایک دم بے کسی سے روتی لڑکی کو دیکھا جبکہ اجالا اور زنیرا اسے چپ کرانے کی کوشش کرنے لگیں۔

”پتا نہیں یہ معصوم لڑکی کن حالات سے گزر رہی ہے، کچھ بتا بھی تو نہیں رہی۔“ زنیرا کے اس جملے پر چھناک سے ایک اور خیال شہزادی کے ذہن میں آیا تھا۔

☆☆☆

”انیسہ میں نے خود اسے باہر کی جانب جاتے ہوئے دیکھا تھا لیکن میں سمجھا تھا کہ شاید ہاتھ دھونے باتھ روم جارہی ہے پھر فقیر محمد کے تایا سے باتوں میں میرا دھیان اس کی طرف سے ہٹ گیا تھا۔“ اجمل صاحب سرگوشیوں میں انیسہ کو بتا رہے تھے جو اپنے چہرے پر اڑتی ہوئی ہوائیوں کو چھپا نہیں پا رہی تھیں۔ ابھی کچھ ہی دیر قبل سمدھنوں سے گفتگو میں مشغول انیسہ کو اچانک ہی یہ احساس ہوا تھا کہ شہزادی ہال میں کہیں نظر نہیں آرہی...... پہلے تو وہ متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہیں لیکن اسے کہیں نہ پا کر انہوں نے اٹھ کر پورے ہال کا چکر لگالیا لیکن شہزادی کا کہیں پتا نہیں تھا۔ وہ بہانے سے باہر جاکر بھی دیکھ آئی تھیں کہیں بھی تو شہزادی نہیں تھی ان کا دل سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگا۔ پاؤں میں جیسے جان ہی نہیں رہی۔

”شہزادی مجھے اتنی اذیت دیتے ہوئے تمہارے دل میں رحم کیوں نہیں جاگتا...... اگر اللہ نے تمہیں کبھی اولاد کی نعمت سے نوازا تب میں تم سے پوچھوں گی کہ ایک ماں کے دل پر اولاد کی طرف سے لگنے والی چوٹ میں کتنا درد ہوتا ہے۔“ وہ دل ہی دل میں شہزادی سے شکوہ کناں ہوتی ہوئی تھک کر ایک کرسی پر بیٹھ گئیں۔ انہیں شہزادی بہت رنجیدہ، اپ سیٹ اور ساتھ ساتھ کافی غصے میں بھی لگ رہی تھی لیکن یہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ انہیں یوں بنا بتائے ہال سے کہیں چلی جائے گی۔ انہوں نے چپکے سے اجمل صاحب کو کونے میں بلا کر صورتِ حال سے آگاہ کیا تو ایک لمحے کو تو وہ بالکل ہی حق دق رہ گئے پھر اچانک ہی انہیں یہ خیال آیا کہ انہوں نے شہزادی کو کچھ دیر قبل ہال سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ یقیناً کسی بات پر برا مان کر گھر واپس چلی گئی ہے۔

”لیکن اجمل، اتنی رات کو وہ اکیلے کیسے واپس جاسکتی ہے۔ اسے تو گھر کا راستہ بھی ٹھیک سے نہیں معلوم؟“ انیسہ کا دل کسی صورت قابو میں نہیں آرہا تھا۔

”دیکھو انیسہ ...... تم اپنے آپ کو نارمل رکھنے کی کوشش کرو...... یہ ہماری عزت کا سوال ہے۔ رانی کا گھر اس کی خوشیوں کو اگر اجاڑنا ہے تو بے شک واویلا مچالو ورنہ...... اس وقت اپنے ہونٹوں کو سینا ہی عقل مندی ہے...... سب کو یہ بتاؤ کہ شہزادی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ ہماری پڑوسن کے ساتھ گھر واپس چلی گئی ہے۔ تم نہیں جانتیں انیسہ یہاں پر کیسی، کیسی باتیں بنانے والے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ دعا کرو شہزادی ہمیں گھر پر ہی مل جائے۔“ وہ کپکپاتے

ہوئے لہجے میں انیسہ کو سمجھا ضرور رہے تھے لیکن اندر ہی اندر ایک عجیب سا خوف ایک بے نام سی دہشت انہیں مارے ڈال رہی تھی۔ ہال میں کتنی گہما گہمی تھی...... ہر سو رونقیں بکھری ہوئی تھیں۔ ہنستے بولتے قہقہے لگاتے ہوئے سجے بنے لوگ کتنے بے فکر اور خوش باش لگ رہے تھے۔ رانی اور فقیر محمد کی مسکراہٹوں کی چاندنی سے ہال مزید روشن لگ رہا تھا۔ بس اندھیرا بکھرا ہوا تھا تو ان بد نصیب ماں، باپ کے دلوں پر جن کی جوان بیٹی اچانک ہی ان کی نظروں سے دور نہ جانے کہاں چلی گئی تھی ... بدنامی کے خوف سے کسی سے کچھ کہنے کچھ پوچھنے کی بھی ہمت نہیں ہورہی تھی کہ وہ جانتے تھے شہزادی اپنی مرضی سے خود ہی گئی ہے...... بس اب ایک ہی آس تھی کہ شہزادی انہیں گھر پر مل جائے اور اسی لیے اب وہ جلد از جلد واپس جانا چاہ رہے تھے۔

☆☆☆

”اجالا میرے خیال میں پہلے ہمیں پولیس اسٹیشن جا کر اس لڑکی کے بارے میں ساری تفصیل بتا دینی چاہیے۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ کیا جائے تو بہتر ہے۔“ فاران نے کچھ تذبذب سے اجالا کی طرف دیکھا تو شہزادی نے بے حد گھبرا کر بے اختیار اجالا کا ہاتھ تھام لیا۔

”نہیں، نہیں پلیز مجھے پولیس اسٹیشن مت لے جائیں، آپ لوگ جانتے ہیں کہ ایسی جگہوں پر لاوارث لڑکیوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ پلیز مجھ پر شک مت کیجیے۔ اچھا آپ بے شک مجھے اپنے گھر مت لے جائیں لیکن کم از کم ایدھی سینٹر تو پہنچا ہی دیں، میں واپس وہاں نہیں جانا چاہتی جہاں سے میں اتنی مشکل سے نکل کر آئی ہوں۔“ اس نے اتنی بے بسی سے التجا کی کہ کوئی ایک لمحے کو کچھ بول ہی نہیں پایا۔

”ٹھیک ہے اجالا میں اسے اپنی ذمے داری پر گھر لے جارہی ہوں، مجھے یہ لڑکی بہت پریشان اور بے یار ومددگار لگ رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے لہجے میں چھپی سچائی گواہی دے رہی ہے کہ یہ معصوم ہے مشکوک نہیں۔“ زنیرا نے جیسے ایک دم ہی فیصلہ کرلیا...... شہزادی کے گھبرائے ہوئے دل کو اس کے جملوں نے ایک ڈھارس سی دے دی۔

”باجی میں آپ کا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گی...... خدا کے لیے مجھ پر یقین کیجیے، میں کوئی چور ڈاکو نہیں...... میں بہت قابلِ رحم لڑکی ہوں مجھے اپنی پناہ میں لے لیجیے......“ وہ بے اختیار روتے ہوئے زنیرا کے گلے لگ گئی۔ اور یہ حقیقت تھی کہ اسے اس وقت اپنا آپ بہت مظلوم اور قابلِ رحم لگ رہا تھا۔ پتا نہیں کس کیفیت سے گزر رہی تھی وہ کہ اسے اپنے بالکل غیر لگ رہے تھے اور غیروں میں وہ اپنائیت ڈھونڈنے کی کوشش کررہی تھی...... اگر وہ چاہتی تو فاران کو اپنے گھر کا ایڈریس تو سمجھا ہی سکتی تھی لیکن فاران کے پوچھنے سے قبل ہی جو پلان اس کے ذہن میں آیا تھا اس نے فوراً ہی اس پر عمل درآمد کرلیا تھا اور اس کی اس کہانی پر فاران کو پوری طرح سے اعتبار نہیں آرہا تھا حالانکہ شہزادی کی معصوم صورت اور اس کا بے پناہ حسن اور چہرے پر بکھرے حزن وملال نے اسے اپنے سحر میں جکڑ تو ضرور ہی لیا تھا لیکن بہر حال اس وقت وہ اپنے دل سے زیادہ دماغ سے کام لینے کی کوشش کررہا تھا۔ شہزادی نے ان لوگوں کو بتایا تھا کہ وہ یتیم ہے اور اس کی خالہ نے ہی اسے پالا تھا اور اس کے صلے میں وہ اس کی شادی اپنے پاگل بیٹے سے کررہی ہے تاکہ وہ ہمیشہ اس کے پاس ہی رہ کر اس کی اور اس کے پاگل لڑکے کی دیکھ بھال کرسکے اور یہ کہ خالہ بہت ظالم ہے اس پر ظلم کرتی ہے وغیرہ وغیرہ...... اور اچانک ذہن میں آجانے والا آئیڈیا اس نے حال ہی میں پڑھتے ہوئے ایک ناول سے لیا تھا جو آج اس کے بہت کام آرہا تھا... اور آج کا ولیمہ بھی اس نے اپنی خالہ زاد

کے نام کر دیا تھا۔

”اجالا تم انہیں بتادو کہ اس لڑکی کو رکھنے کی تمام تر ذمے داری ان ہی کی ہوگی اور اگر خدانخواستہ میرے گھر یا میرے بچوں کو ذرا سا بھی کوئی نقصان پہنچا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“ گھر واپس آنے کے بعد فاران نے بہت سخت لہجے میں زنیرا کو سناتے ہوئے اجالا کو مخاطب کر کے کہا تھا جو شہزادی کو گیسٹ روم میں پہنچا کر واپس لاؤنج میں آئی تھی۔

زنیرا نے ایک اچٹتی سی نظر فاران پر ڈالی اور بنا جواب دیے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

”اجالا میں تم سے بالکل سچ کہہ رہا ہوں کہ اگر بچوں کا معاملہ نہ ہوتا تو میں زنیرا کو ایک منٹ بھی اپنے گھر، اپنی زندگی میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔“ فاران نے بہت تپ کر اجالا سے کہا تو وہ ایک لمحے کے لیے خاموش سی ہوگئی پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے فاران کی جانب دیکھا۔

”فاران تمہاری نفرت بھی تمہاری محبت کی طرح ایکسٹریم پر ہوتی ہے مجھے یقین ہی نہیں ہو رہا کہ کبھی تم نے زنیرا کو اتنی شدت سے چاہا تھا کہ باقی سب محبتیں اور رشتے ثانوی ہو کر رہ گئے تھے۔ پلیز ایسا مت کرو، اس کی خطا اتنی بڑی نہیں جتنی تم اسے سزا دے رہے ہو۔“ اجالا نے کچھ ناراض لہجے میں اسے سرزنش کی۔

”مجھے خود سمجھ میں نہیں آتا اجالا کہ میری روز بروز زنیرا سے نفرت کیوں بڑھتی جا رہی ہے...... اس کی ہر ادا، اس کی ہر بات مجھے زہر کیوں لگنے لگی ہے۔ آج جب میں گھر واپس آیا تو اس کا بدلا ہوا خوب صورت روپ اور اس کی بیگانگی دونوں نے ہی مجھے اٹریکٹ کیا لیکن پتا نہیں کیوں دل میں اس کے لیے وہ جذبات، وہ احساسات جاگے ہی نہیں جن کی شدت مجھے دیوانہ بنا دیتی تھی۔“

”فاران شو بز میں آنے کے بعد وہاں کی چکا چوند اور ارد گرد بکھرے ہوئے حسن نے تمہارے جذبات اور احساسات کا رخ موڑ دیا ہے۔ اب تم لاشعوری طور پر زنیرا سے پیچھا چھڑا کر اس زندگی کا ہر پل اپنی مرضی اپنی خوشی سے گزارنا چاہتے ہو، اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں۔“ اجالا کی صاف گوئی فاران کو بالکل پسند نہیں آئی۔

”نہیں، تم بالکل غلط سوچ رہی ہو...... تم کو نہیں پتا کہ زنیرا کا تلخ اور شکی رویہ ایک سلو پوائزن کی طرح آہستہ، آہستہ میرے دل میں بسی اس کی محبت کو کچھ اس طرح سے ختم کرتا گیا کہ مجھے خود بھی نہیں پتا چلا۔ کچھ لمحے میری زندگی میں ایسے آئے جو مجھے اس سے ایک دم ہی بہت دور لے گئے اتنی دور کہ اگر میں چاہوں بھی تو اب اس کے پاس واپس جانے کے تصور سے ہی میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ خدا کی قسم شو بز سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔“ فاران نے بہت تفصیل سے اپنی صفائی پیش کی لیکن اجالا کا دل اس کی اس دلیل پر مطمئن نہیں ہوا تھا لیکن ابھی فی الحال مسئلہ شہزادی کا تھا جسے زنیرا اپنے ساتھ رکھنے پر مصر تھی لیکن فاران ذہنی طور پر تیار نہیں تھا۔

”اچھا سنو فاران ابھی میں یہاں دو دن اور ہوں...... ان دو دنوں میں مجھے اندازہ ہو جائے گا کہ شہزادی کا یہاں رہنا مناسب ہے کہ نہیں اور اگر مجھے اس کی باتیں یا وہ خود ذرا سی بھی مشکوک لگی تو میں فوراً تمہیں بتا دوں گی۔ فی الحال اسے یہیں رہنے دو، اتنی سی لڑکی بے چاری کیا کرے گی۔ باہر دو، دو گارڈز بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔“ اجالا کی بات پر فاران کو ہنسی آگئی۔

”اوہو تو اب تم شرلاک ہومز کا بھی رول نبھانے جا رہی ہو۔ ارے پھر تم بھلا کہاں اندازہ لگا پاؤ گی۔ تم نے تو مجھے بے قصور ہوتے ہوئے بھی خطاوار ٹھہرا دیا ہے تو پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسے مشکوک ہوتے ہوئے بھی معصوم بنا دو۔“ فاران نے شرارت سے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نظریں چرا گئی۔ پتا

نہیں کیوں اب وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے گھبرانے لگی تھی۔

”خیر تم لوگوں نے چیک کر لیا ہے ناں اس کے پاس موبائل یا کوئی اور ایسی چیز تو نہیں جو خطرناک ہو۔“ وہ اس کے نظریں چرانے پر زیرِ لب مسکراتا ہوا پوچھنے لگا۔

”افوہ فاران، ہم لوگوں نے اچھی طرح سے اطمینان کر لیا ہے۔ اس لڑکی کو تو رونے سے ہی فرصت نہیں مل رہی...... اتنا کرب ہے اس کے چہرے پر کہ سچ دل کٹ رہا تھا میرا...... اور گلیسرین بھی نہیں ہے اس کے پاس کہ وہ جھوٹ موٹ اتنے آنسو بہا رہی ہو۔“ آخری جملے میں چھپی شرارت کو محسوس کر کے فاران ہنس دیا۔ اسے اپنی یہ بچپن کی دوست اور کزن ہمیشہ سے بہت عزیز رہی تھی لیکن وہ جذبہ جسے محبت کہتے ہیں جو دل میں ایک بہت خوب صورت احساس جگاتا ہے وہ اس کے دل نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا یہ الگ بات تھی کہ وہ جب بھی پریشان ہوتا یا اسے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو اسے سب سے پہلے اجالا ہی یاد آتی تھی۔ وہ اتنا نادان نہیں تھا کہ اجالا کی آنکھوں میں چھپی اپنی محبت کو محسوس نہ کر پاتا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اجالا سے بس اس معاملے میں کوئی ہیلپ نہیں لے پایا تھا اور اسے اکیلے ہی اس محاذ پر لڑنا پڑتا تھا لیکن اب زنیرا سے نفرت کو وہ بہت آرام سے اجالا سے شیئر کر رہا تھا۔ کیا وہ بہت خود غرض ہے صرف اپنی پریشانی اور الجھنوں میں ہی وہ اجالا کو شریک کرتا ہے۔ کئی بار اس نے یہ سوال اپنے آپ سے کیا تھا اور ہر بار اس کے دل نے اسے بری الذمہ قرار دیا تھا کہ یہ اس کے بچپن کی عادت تھی جس سے فرار ممکن نہیں تھا۔ اجالا اس کی دوست، اس کی ہمدرد اس کی غم گسار سب ہی کچھ تھی اور اسی نے ہی فاران کی عادت خراب کی تھی۔ یہ الزام بھی اس نے خود ہی اجالا پر ڈال دیا تھا۔ گھر سے باہر اس کے ساتھ کام کرنے والی ہیروئنز اور دوسری کو اسٹارز، سب ہی اس کی پزیرائی اس کی دوستی کے لیے ہر دم ہاتھ آگے بڑھائے رکھتی تھیں لیکن اسے جو سکون اجالا سے باتیں کرنے میں ملتا تھا اس کا کوئی بدل نہیں تھا۔

اس وقت بھی وہ اجالا سے شہزادی کے بارے میں کافی دیر ڈسکس کرتا رہا۔ ویسے بھی وہ دو دن بعد جا رہی تھی اور فاران کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کا بہت اپنا اسے چھوڑ کر جا رہا ہو۔ کم از کم اس کے آجانے سے اسے اپنے گھر میں ایک رونق سی بکھری ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ کھل کر کتنے عرصے بعد ہنسا تھا۔ بچے بھی اپنے ساتھی پا کر بہت خوش نظر آنے لگے تھے اور تو اور زنیرا کا یہ بدلا ہوا روپ بھی شاید اجالا ہی کا مرہونِ منت تھا۔ زنیرا کے پکارنے پر اجالا اٹھ کر اس کے کمرے میں چلی گئی۔ فاران بھی کافی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ سب بچے شاید گیسٹ روم میں شہزادی کے پاس جمع تھے۔ روشانہ جو سب بچوں کی لیڈر بنی ہوئی تھی وہ اب بھی اپنی بات پر قائم تھی کہ شہزادی اصلی پرنسز ہے۔ تبھی شہزادی سے اس کے مختلف سوالات جاری تھے۔ بچوں کے شور کی آواز پر فاران کے اپنے کمرے میں جاتے ہوئے قدم رک گئے۔ وہ پلٹ کر گیسٹ روم کی طرف چلا آیا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکا...... نظروں میں آنسوؤں سے لبریز دو بے حد حسین آنکھیں گھوم گئیں۔ وہ جو حسینوں میں گھرا رہتا تھا اسے یہ پری جیسی لڑکی ایک دم سے پتا نہیں کیوں اپنے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی حالانکہ اس کے اپنے گھر میں رکنے پر سب سے زیادہ اعتراض خود اُسی نے ہی کیا تھا یہ الگ بات تھی کہ دل اس کا بھی ہمک، ہمک کر شہزادی کو روک لینے کی التجا کر رہا تھا۔

وہ جب کمرے میں داخل ہوا تو شہزادی

روشانہ کی کسی بات پر اسی وقت مسکرائی تھی۔ فاران ششدر سا اسے دیکھتا رہ گیا۔ کتنی حسین مسکراہٹ تھی اس کی..... فاران کو ایسا محسوس ہوا جیسے تیز بارش کے بعد اچانک جگمگاتی دھوپ نکل آئی ہو..... اُف اس لڑکی کا تو ہر روپ قیامت تھا۔ اس کی بھیگی آنکھیں اور چہرے پر بکھری اداسی جہاں اس کے حسن میں مزید اضافہ کرتے محسوس ہوتے تھے وہیں اس کی دل موہ لینے والی مسکراہٹ بھی آنکھوں کو چکا چوند کرنے پر قادر تھی۔ فاران نے سر کو جھٹک کر اپنے آپ کو اس کے سحر سے نکالنا چاہا اور بے اختیار روشانہ کو پکارتے ہوئے اسے پوری طرح سے نظر انداز کرنے کی کوشش بھی کر ڈالی۔

''روشانہ چلو تم سب فوراً یہاں سے نکلو..... انہیں آرام کرنے دو۔'' اس نے ہلکے سے انہیں ڈانٹا۔

''نہیں، نہیں پلیز انہیں ابھی یہیں رہنے دیں۔ میں نے خود باجی سے ریکوئسٹ کر کے انہیں روکا ہے۔'' شہزادی نے بہت ملتجی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ دل کو سنبھالتا ہی رہ گیا۔ ان خوب صورت آنکھوں میں ڈوب جانے کو دل شدت سے مچل اٹھا۔ وہ دل پھینک ہرگز نہیں تھا۔ عام مردوں کی طرح خوب صورتی اسے بھی اچھی لگتی تھی۔ شوبز کی رنگین دنیا میں بکھرے حسن سے بے شک اس نے کبھی منہ نہیں موڑا تھا لیکن دل اس انداز سے کبھی نہیں دھڑکا تھا۔ سالوں پہلے جو احساسات اس نے زنیرا کے لیے محسوس کیے تھے اب برسوں بعد وہی جذبات جیسے نیا پیراہن بدل کر دوبارہ اس کے دل کو ایک بہت خوب صورت سی کسک سے آشنا کر رہے تھے..... لوگ کہتے ہیں کہ محبت بس ایک بار ہوتی ہے لیکن اس وقت فاران کو یہ مقولہ قطعی غلط لگ رہا تھا۔ محبت دوبارہ بھی ہو سکتی ہے بھی بھی ہو سکتی ہے یہ وہاں ہو جاتی ہے جہاں نہیں ہونی چاہیے۔ ویسے ہو جاتی ہے جیسے نہیں ہونی چاہیے۔ یہ دل میں داخل ہونے کے لیے اجازت نہیں مانگتی۔ یہ تب بھی ہو جاتی ہے جب نہیں ہونی چاہیے۔ زنیرا نے اس کے دل سے نکل کر جو خالی جگہ چھوڑی تھی وہاں یہ لڑکی بڑے طمطراق سے بنا اس سے پوچھے آ کر براجمان ہو گئی تھی۔ love at first sight پر اس نے کبھی یقین نہیں کیا تھا بلکہ مذاق ہی اڑایا تھا اور آج اپنا اڑایا ہوا مذاق اسے خود پر ہنستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

رکشا کھڑکھڑاتا ہوا جب ان کے مکان کے سامنے رکا تو دروازے پر جھولتا ہوا موٹا سا تالا اور گھر کے اندر سے جھانکتا ہوا اندھیرا بتا رہا تھا کہ یہاں کوئی بھی نہیں آیا۔ سارے راستے انیسہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ گڑگڑا کر اللہ سے شہزادی کے گھر پر مل جانے کی دعائیں مانگتی آئی تھیں لیکن یہاں پر بکھرا ہوا سناٹا جیسے ان کے دل کے اندر تک اتر گیا۔ ہاتھ پاؤں لرزنے لگے انہوں نے وحشت بھری آنکھوں سے اجمل صاحب کی طرف دیکھا جن کا اپنا چہرہ بالکل زرد ہو رہا تھا۔ انہوں نے کپکپاتے ہاتھوں سے رکشے والے کو کرایہ تھمایا اور خاموشی سے نیچے اتر آئے۔

''اجمل اب کیا ہوگا، ہم لوگ تو بے موت مر گئے..... کہاں جا کر ڈھونڈیں اسے۔'' وہ جیسے بالکل حواس باختہ ہوئی جا رہی تھیں۔

''اپنے آپ کو سنبھالو انیسہ..... ہمیں بہت ہوش و حواس سے کام لینا ہے۔'' وہ تالا کھولتے ہوئے بہت نڈھال ہو رہے تھے۔

''تم ایسا کرو بہانے سے پڑوس میں جاؤ شاید وہ راشدہ باجی کے گھر جا کر بیٹھ گئی ہو۔ اکثر وہ وہاں پر جایا کرتی ہے ناں..... !'' اندر آ کر پلنگ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھتے ہوئے انہوں نے امید کا سرا ایک بار پھر پکڑنا چاہا۔

''اجمل اگر وہ وہاں بھی نہ ملی تو شاید میں اپنے حواس کھو بیٹھوں اور راشدہ باجی کی نظر میں تو بہت ہی

تیز ہیں۔'' وہ بے اختیار رو پڑیں۔

''اچھا میں اپنے کسی عزیز کے بارے میں معلوم کرنے کے بہانے ان کے گھر جاتا ہوں۔'' اجمل صاحب بہ مشکل کھڑے ہوتے ہوئے بولے..... اتنی سی دیر میں وہ اپنی عمر سے کئی گنا بڑے لگنے لگے تھے۔ لرزتے دل کے ساتھ انہوں نے راشدہ باجی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

''ارے اجمل سب خیریت تو ہے ناں..... اس وقت یہاں کیسے اور ولیمہ تو خیریت سے ہو گیا؟'' ایک ہی سانس میں انہوں نے کئی سوال کر ڈالے اور ان کا ہر سوال اجمل صاحب کے دل میں جلتے امیدوں کے دیے کو بجھاتا چلا گیا۔

''ہاں، ولیمہ خیریت سے ہو گیا۔ اصل میں میرے ایک عزیز نے حیدر آباد سے آنا تھا۔ آپ کو کچھ پتا ہے ہمارے پیچھے وہ آئے تو نہیں۔'' جھوٹ بولتے ہوئے ان کی زبان لڑکھڑا سی گئی۔

''نہیں اگر آئے ہوتے تو ضرور ہم لوگوں سے مل کر تمہارے بارے میں پوچھتے..... ویسے انیسہ سے ایک بار پھر معذرت کر لینا بہت افسوس ہے ولیمے پر نہ آنے کا..... بس طبیعت آج کچھ زیادہ ہی خراب تھی۔'' اجمل صاحب سائیں سائیں کرتے ہوئے دماغ کے ساتھ واپس پلٹ آئے..... انیسہ نے انہیں جو یوں مایوسی سے سر جھکائے واپس لوٹتے دیکھا تو سینے پر زور سے دو ہتھڑ مارے۔

''اجمل وہ وہاں پر بھی نہیں ہے؟ ہائے میرے مولا اب کیا ہوگا۔'' وہ تقریباً نیم بے ہوش سی ہونے لگیں۔ اجمل صاحب نے جلدی سے انہیں پانی پلایا حالانکہ خود ان کے اندر جیسے جان ہی نہیں رہی تھی۔

''دیکھو انیسہ، میں اپنی جان دے سکتا ہوں لیکن اگر میری عزت پر کسی نے بھی انگلی اٹھائی تو وہ میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔ اسی وقت اپنے آپ کو ختم کر لوں گا۔'' انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے اپنے آنسو پونچھے تو انیسہ انہیں ششدر سی دیکھتی رہ گئیں۔ انہوں نے کبھی اجمل صاحب کو روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اپنی اتنی چاہنے والی ماں کے انتقال پر بھی وہ صبر و ضبط کی انتہا پر رہے تھے لیکن آج اپنی جوان بیٹی کے یوں اچانک چلے جانے نے انہیں ایسے توڑ دیا تھا جیسے کوئی مٹی کا کھلونا زمین پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ہوٹل کے اردگرد بھی بہت دور دور جا کر شہزادی کو ڈھونڈ ڈالا تھا لیکن وہ کہیں بھی نہیں ملی تھی۔ نہ جانے اسے زمین کھا گئی تھی یا آسمان..... کتنی لاڈلی بیٹی تھی شہزادی ان کی؟ اگر وہ اپنی ماں سے خفا ہو گئی تھی تو کم از کم اپنے باپ کی محبتوں کی لاج ہی رکھ لیتی۔ ہوٹل سے نکلتے وقت ایک بار ہی ان کے بارے میں سوچ لیتی..... پتا نہیں اس پر کیا گزری ہے..... کن ہاتھوں میں پہنچ گئی ہوگی وہ..... بہت برے برے خیالات اندھیرا بن کر ان کی آنکھوں کے سامنے چھا رہے تھے۔ انیسہ کو وہ اتنے بے کس اور مجبور دکھائی دیے کہ اپنا غم بھول کر وہ اٹھیں اور بے اختیار اجمل صاحب کو اپنے گلے لگا لیا اور پھر جیسے اجمل صاحب کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے وہ ایسی بے قراری سے روئے کہ انیسہ کو انہیں سنبھالنا مشکل ہو گیا..... پھر وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئیں۔ ان کا دل ڈوبا جا رہا تھا۔ ذرا سی آہٹ پر وہ چونک کر دروازے کی جانب دیکھتیں کہ شاید شہزادی واپس آ گئی ہو..... ہر گزرتا ہوا لمحہ ایک تیز دھار آلے کی طرح ان کے دلوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ جاتا تھا۔

''اجمل خدا کے لیے کچھ کیجیے..... چل کر تھانے میں رپورٹ ہی درج کرا دیں شاید وہ لوگ ہماری کچھ مدد کر سکیں۔'' انہوں نے ہمت کر کے اجمل صاحب کو مخاطب کیا جو ابھی سر پکڑے پلنگ پر گم صم سے بیٹھے ہوئے تھے۔

''تم کیا سمجھتی ہو تھانے میں رپورٹ کرانے

سے شہزادی واپس آجائے گی؟ ارے وہاں مجھ سے ایسے، ایسے سوالات کیے جائیں گے کہ میں جیتے جی مرجاؤں گا...... کیا وہ یہ نہیں پوچھیں گے کہ وہ ہوٹل سے ایک دم کیسے غائب ہوگئی، وہ صاف کہہ دیں گے کہ تمہاری لڑکی کسی کے ساتھ بھاگی ہے، اغوا نہیں ہوئی...... ارے انیسہ یہاں نہ کوئی انصاف ہے اور نہ قانون اور میں اس بدنامی کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا...... ہماری رانی بھی برباد ہوجائے گی، انیسہ میں نے اپنے دامن پر ذرا سا بھی چھینٹا کبھی نہیں آنے دیا پھر اتنا بڑا داغ کیسے برداشت کروں گا...... بات پولیس سے فوراً اخبارات تک پہنچ جائے گی۔ اجمل صاحب کی بیٹی گھر سے بھاگ گئی ہر طرف اس خبر کا چرچا ہوگا اور میں سب سے منہ چھپاتا پھر رہا ہوں گا...... تم کسی سے بھی آنکھ ملا کر بات نہیں کرسکو گی...... پولیس میں جانا اپنی ذلت کو خود دعوت دینا ہے انیسہ بس اب کچھ نہیں ہوسکتا...... کچھ بھی نہیں ہوسکتا......" وہ ہسٹیریکل انداز میں بولتے ہی چلے گئے اور ایک بار پھر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ وہ قیامت کی رات ان بدنصیبوں پر بہت بھاری گزری تھی۔ ایک بیٹی نے اپنی عاقبت نا اندیشی سے انہیں بنا کسی خنجر کے ذبح کردیا تھا لیکن اسے اپنے ماں، باپ کی اذیت کا کوئی احساس ہی نہیں تھا۔ صبح جب فجر کی اذان ہورہی تھی تو اجمل صاحب نے اپنی متورم آنکھیں اٹھا کر انیسہ کی جانب دیکھا۔

"سنو انیسہ میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اور ہمیں اس پر فوری عمل کرنا ہے۔"

☆☆☆

اجالا کو وہ ائر پورٹ چھوڑنے نہیں جاسکا تھا کیونکہ وہی ٹائم اس کی شوٹنگ کا تھا گھر پر ہی اسے خدا حافظ کہہ کر وہ اسٹوڈیو چلا گیا تھا۔

"تمہارے آنے سے گھر میں بہت خوب صورت سی رونق بکھری ہوئی نظر آتی تھی۔ اب پھر وہی سناٹا اور عجیب سی بے رونقی چھا جائے گی یہاں پر۔" فاران کے لہجے میں چھپا دکھ محسوس کرکے اجالا نے افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"فاران یہ سناٹا، یہ بے رونقی سب دور ہوسکتے ہیں اگر تم چاہو...... پلیز تم لوگ ایسی غیر فطری زندگی مت گزارو...... تم نے زنیرا کو جس شدت سے چاہا تھا میں اس کی گواہ ہوں اور......"

"پلیز اجالا اس وقت میں صرف تمہاری بات کررہا تھا، یہ تم ہر بار زنیرا کا ٹاپک کیوں درمیان میں لے آتی ہو یہ چیپٹر اب کلوز ہوچکا ہے۔" فاران نے ناگواری سے اس کی بات کاٹتے ہوئے اسے ٹوکا تو وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی جبکہ دروازے سے اندر داخل ہوتی زنیرا کے دل پر اس کے جملے پھانس بن کر چبھے تھے لیکن بس ایک لمحے کے لیے......

"سنو اجالا، تمہیں شہزادی بھی خدا حافظ کہنا چاہ رہی ہے۔ ان دو دنوں میں وہ تم سے کافی کلوز ہوگئی ہے۔" وہ فاران کو یکسر نظر انداز کرکے اجالا کو بتانے لگی تو فاران کو ایک دم سے اپنے دل کی دھڑکنوں کے بے ترتیب ہونے کا احساس ہونے لگا۔ ان دو دنوں میں وہ اسے صرف کھانے کی ٹیبل پر ہی دیکھ سکا تھا...... سب کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے ایک ٹین ایجر کی طرح وہ اسے چوری چوری دیکھنے پر بھی ایک عجیب سی خوشی محسوس کرتا رہا تھا۔

"ارے ہاں تو اس کو یہیں بلالو ناں...... سارا وقت کمرے میں بند رہتی ہے۔" اجالا کے کہنے پر روشانہ جو اپنے فرینڈ کے جانے پر کچھ اپ سیٹ سی ہورہی تھی فوراً ہی دوڑتی ہوئی شہزادی کو بلانے چلی گئی۔

"یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ تمہارے جانے سے پہلے شہزادی میرے پاس آگئی ورنہ تو روشانہ نے مجھے بہت تنگ کردینا تھا۔ اس کی اور شہزادی کی ٹھیک ٹھاک دوستی ہوگئی ہے۔" زنیرا نے مسکراتے ہوئے کہا تو فاران کی نظریں ایک دم سے ہی سامنے سے

آتی ہوئی شہزادی پر اٹھ گئیں جو زنیرا کے دیے ہوئے گرین سوٹ میں کافی کھلی کھلی سی نظر آرہی تھی۔ وہ شاید ابھی نہا کر نکلی تھی گھنے بالوں کا آبشار اس کی پشت پر بکھرا ہوا تھا۔ رخساروں کا رنگ اتنا سرخ ہورہا تھا کہ فاران کو کافی ٹیبل پر رکھے ہوئے کشمیری سیبوں کا رنگ ماند محسوس ہونے لگا۔

"اُف خدایا، کتنی فیاضی سے اللہ نے اِسے اتنا حسن عطا کیا ہے۔" اس نے دل ہی دل میں اسے سراہا تھا۔ "تم سچ مچ حسن کی شہزادی ہی ہو...... جس نے بھی تمہارا یہ نام رکھا ہے بالکل ٹھیک کیا ہے۔" اس نے خاموش نگاہوں سے اس سے کہا تھا جو اس وقت اجالا سے گلے ملتے ہوئے اسے خدا حافظ کہہ رہی تھی۔

تبھی اسٹوڈیو سے فون آگیا۔ سب اس کا انتظار کررہے تھے...... فاران ایک بار پھر اجالا اور اس کے بچوں کو خدا حافظ کہتے ہوئے اپنی کار کی طرف مڑا۔

"سنیے......!" بے اختیار ہی شہزادی نے اسے پکارا تھا۔

فاران کے بڑھتے ہوئے قدم اس کی آواز پر رک گئے۔ اس نے مڑ کر شہزادی کو دیکھا۔

"آپ کی فلم تیرا میرا پیار امر...... بہت اچھی تھی۔ میں نے اور رانی نے رشیدہ آنٹی کے ساتھ جا کر دیکھی تھی۔ رشیدہ آنٹی آپ کی بہت بڑی فین ہیں۔" شہزادی کی معصومیت سے کی گئی یہ تعریف فاران کو دنیا کی سب سے قیمتی چیز لگی۔ ان دو دنوں میں تو وہ اپنے آپ میں گم اس سے اتنی انجان رہی تھی کہ فاران کو یہ صدمہ بھی رہا تھا کہ اس جیسے مشہور آرٹسٹ کو شہزادی نے پہچاننا تو دور کی بات شہزادی نے نگاہ بھر کر دیکھا بھی نہیں...... اور اس وقت شہزادی کو خود بھی اپنی بے ساختگی پر کچھ شرمندگی سی محسوس ہونے لگی...... جس سچویشن میں وہ ان کے گھر میں آئی تھی بھلا اسے فلم کی بات کرنا یا رشیدہ آنٹی کے بارے میں بتانا کوئی زیب دیتا تھا......! اس نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو سرزنش کی...... یہ ہی تو بری عادت تھی اس کی...... ہمیشہ ہی بنا سوچے سمجھے جلد بازی سے کام لے لیتی تھی...... اسے پتا ہی نہیں چلا کہ اس کی اس معصومیت کو سب ہی نے بہت انجوائے کیا ہے اور خاص طور پر وہ ہیرو جس کی فلم وہ بہت شوق سے دیکھنے گئی تھی۔ اماں کی کتنی خوشامدیں کی تھیں۔ رشیدہ آنٹی کی بھرپور سفارش پر اماں نے ان دونوں کو رشیدہ آنٹی اور ان کی فیملی کے ساتھ بھیج دیا تھا...... اور

شام کو ابا کے آنے سے قبل وہ لوٹ بھی آئی تھیں اور اب اسی فلم کا ہیرو اس کے جملوں کو اپنے دل میں اتارتے ہوئے بہت شاداں سا کار میں بیٹھ رہا تھا...... سیٹ پر بیٹھ کر اس نے اجالا کی طرف دیکھتے ہوئے الوداعی ہاتھ ہلا دیا پھر ایک لمحے کے لیے اس کی نظریں شہزادی کی طرف بھی اٹھیں جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ نگاہیں ملنے پر شہزادی نے گھبرا کر نظریں نیچی کرلیں...... کسی کو پتا بھی نہیں چلا لیکن وہ لمحہ جیسے ہمیشہ کے لیے فاران کی زندگی میں آ کر ٹھہر گیا تھا۔

☆☆☆

اجالا کے چلے جانے کے بعد گھر میں کافی سناٹا سا چھایا ہوا محسوس ہو رہا تھا...... بچوں کی چھٹیاں ابھی باقی تھیں...... وہ اپنے دوستوں کے چلے جانے سے کچھ بور ضرور تھے لیکن شہزادی کی وجہ سے پھر بھی ان کا دل کافی بہل رہا تھا...... کمپیوٹر پر وہ اسے مختلف گیمز سکھاتے رہتے...... اس سے کہانیاں سننے میں بھی انہیں مزہ آتا تھا۔ زنیرا کو اس کی وجہ سے کافی ریلیف محسوس ہونے لگا تھا اور جب بچے ٹی وی پر اپنے فیورٹ پروگرامز دیکھنے میں بزی ہوجاتے تو شہزادی اس کے پاس آ کر بیٹھ جاتی...... کچھ ہی دنوں میں وہ زنیرا کے بہت قریب آگئی تھی۔ اجالا کے جانے کے دوسرے ہی دن فاران کو آؤٹ ڈور شوٹنگ کے لیے شہر سے باہر کچھ دنوں کے لیے جانا پڑ گیا تھا سو شہزادی اب زیادہ تر کمرے سے باہر ان لوگوں کے ساتھ ہی اپنا وقت گزار رہی تھی...... اسے زنیرا کی آنکھوں میں ہمیشہ ایک بے نام سا دکھ چھپا ہوا محسوس ہوتا تھا...... لیکن ابھی وہ اس سے اتنی فری نہیں ہوئی تھی کہ کچھ پوچھ سکتی۔ خود وہ بھی تو اپنے دل میں بہت سے اذیت ناک لمحات چھپائے ہوئے بیٹھی تھی...... اپنے ماں باپ کے گھر کو بنا بتائے اچانک چھوڑ دینا اس کا کوئی معمولی قدم تو نہیں تھا اور پھر ایک بہت بڑے جھوٹ کے سہارے اس گھر میں پناہ لینا ایک اور بڑا جرم تھا جو اگر کبھی کھل جاتا تو شاید اس سے یہ ٹھکانا فوراً ہی چھن جاتا...... اس کا کئی بار دل چاہا کہ اپنی ساری سچائیاں زنیرا کے سامنے آشکار کر کے اس سے کہے کہ باجی پلیز مجھے اپنی پناہ میں ہمیشہ کے لیے لے لیجیے...... لیکن لاکھ چاہنے کے باوجود اس کی ہمت نہ پڑتی...... اسے خود اپنے اوپر حیرت ہوئی تھی کہ آخر اس نے اتنا بڑا فیصلہ کر کیسے لیا...... کوئی بھی محبت اس کے پیروں کی زنجیر کیوں نہیں بن سکی...... پتا نہیں اماں کے دل پر کیا گزری ہوگی...... ابا کس اذیت سے گزرے ہوں گے...... رانی کی زندگی پر اس کے یوں اچانک غائب ہوجانے سے کیا اثر ہوا ہوگا...... تنہائی میں جب وہ یہ سب سوچتی تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے۔ اپنی اس بھیانک غلطی پر شدید پشیمانی کا احساس ہونے لگتا...... لیکن اب کچھ بھی نہیں ہوسکتا تھا...... مایوسی میں کیے گئے فیصلے کتنے کمزور ہوتے ہیں اس کا احساس اسے تب ہوا جب پُل کے نیچے سے بہت سارا پانی بہہ چکا تھا۔ واپس جانے کا تصور ہی اس کے لیے بڑا بھیانک تھا...... جانتی تھی کہ اس کے ابا کو اپنی عزت کتنی پیاری ہے...... وہ اسے زندہ چھوڑ ہی نہیں سکتے تھے، یہ بھی اس کے ابا اور اماں کی کوئی نیکی ہی تھی کہ وہ اتنی اچھی فیملی سے آ ٹکرائی تھی...... لیکن آگے آنے والے دن اپنے دامن میں اس کے لیے کیا چھپا کر لانے والے تھے، یہ سوچ اسے بہت خوف زدہ کر دیتی تھی اور کل تو ایک دم سے ہی اس کا دل شدت سے چاہنے لگا تھا کہ وہ چپکے سے جا کر اپنے گھر میں جھانک کر تو دیکھے کہ اماں اور ابا کس حال میں ہیں...... اس کی اس گمشدگی نے ان پر کیا اثر ڈالا ہے...... خدانخواستہ اس کے ابا یا اماں کی طبیعت تو نہیں خراب ہوگئی...... لیکن وہ اس محلے میں کیسے جا سکتی تھی...... اب تو یہ بات سارے محلے میں مشہور ہوگئی ہوگی۔ کتنا تھو تھو کر رہے ہوں گے

سب اس کے نام پر...... جذبات اور غصے کا غلبہ آہستہ، آہستہ کم ہو رہا تھا اور اب اسے سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ کتنی سنگین غلطی کر بیٹھی ہے...... بچپن میں سنا ہوا یہ محاورہ اب ہر دم اسے اپنا منہ چڑاتا ہوا محسوس ہوتا تھا کہ اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

''کیا سوچ رہی ہو شہزادی......؟'' زنیرا کی آواز پر اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کچھ نہیں باجی۔ بس ایسے ہی دل گھبرا رہا تھا۔'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

''جانتی ہو شہزادی تمہارے یہاں رہنے پر کراچی میں میرا پورا خاندان بہت پریشان ہو رہا تھا...... اِن فیکٹ آج کل کے حالات کی بنا پر سب ہی کا خیال تھا کہ مجھے پولیس اسٹیشن پر پہلے رپورٹ لکھوانی چاہیے...... لیکن مجھے اللہ اور پھر تمہاری معصوم صورت پر بھی ایک نامعلوم سا بھروسا محسوس ہو رہا تھا، میں تمہیں ہرگز پولیس والوں کی بھینٹ نہیں چڑھنے دینا چاہتی تھی اور دیکھ لیا سب نے کہ میرا تم پر یقین کتنا سچا تھا۔'' زنیرا کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت اور بھروسے کی چمک محسوس کر کے شہزادی کو ایک عجیب سی شرمندگی نے گھیر لیا...... دل چاہا کہ زنیرا کو سب کچھ سچ، سچ بتا دے لیکن بس وہ اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی۔

''شہزادی کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہاری خالہ تمہاری گمشدگی کی رپورٹ تھانے میں لکھوا دیں اور پھر ہم لوگوں کو کسی بڑی پرابلم کا سامنا کرنا پڑے؟''

اچانک ہی زنیرا کو اپنے ابو کی خفگی میں کہی گئی بات یاد آئی تو اس نے شہزادی سے پوچھ لیا...... اسلم صاحب نے اپنی بیٹی کی ٹھیک ٹھاک کلاس لی تھی شہزادی کے یہاں رہنے پر سب سے زیادہ مخالفت انہوں نے ہی کی تھی۔

''نہیں باجی، وہ کبھی بھی ایسا نہیں کریں گی۔''

شہزادی نے بہت وثوق سے انہیں یقین دلایا تو زنیرا ایک مطمئن سی مسکراہٹ کے ساتھ بچوں کی جانب متوجہ ہوگئی جو کسی بات پر آپس میں لڑ رہے تھے۔

☆☆☆

آج زنیرا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ شہزادی نے اپنے ہاتھ سے اسے بہت مزے دار سا سوپ بنا کر پلا دیا پھر دیر تک اس کا سر دباتی رہی...... زنیرا کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ اس کے سارے چھوٹے بڑے کام خود ہی سرانجام دیتی رہی اور اسے سارا دن بستر سے اٹھنے ہی نہیں دیا...... کتنی فکرمند لگ رہی تھی وہ زنیرا کے لیے بالکل ایسے ہی جیسے کبھی فاران ہوا کرتا تھا۔ وہ ہلکا سا بھی بیمار ہوجاتی تو فاران کی پریشانی دیدنی ہوتی...... آفس سے بار بار فون کر کے اس کی خیریت پوچھتا رہتا...... گھر میں ہوتا تو اس کے سارے کام اپنے ہاتھ سے کرتا، ناز برداری کی انتہا کر دیتا...... کبھی کبھی تو وہ بیزار ہوجاتی تھی لیکن اب سب کچھ بدل چکا تھا۔ نہ جانے کیوں بہت دنوں بعد فاران کا وہ پرانا روپ اسے ایک دم سے یاد آگیا حالانکہ اپنے حساب سے اب اس کے دل میں فاران کے لیے نہ کوئی جذبات رہے تھے اور نہ کوئی احساسات لیکن پھر بھی اچانک دل کے کسی گوشے میں چھپی اس دشمنِ جاں کی محبت چھم سے کیسے باہر آگئی۔ اس نے تو اجالا کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک نئے وقت میں ڈھال لیا تھا پھر اس ذرا سے بخار نے اسے کیوں اتنا کمزور بنا دیا کہ دل فاران کے لیے ایک بار پھر مچل اٹھا۔ زنیرا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے...... شہزادی جو ابھی ابھی فریش جوس لے کر کمرے میں داخل ہوئی تھی ایک دم ٹھٹک کر رک گئی۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی اس نے پہلی بار زنیرا کو اتنا مضمحل دیکھا تھا اور اس پر مستزاد اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں نے شہزادی کو ہولا سا دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''باجی کیا بات ہے...... آپ رو کیوں رہی ہیں۔ اس طرح آپ کا بخار بڑھ جائے گا...... پلیز باجی مجھے بتائیں سب ٹھیک ہے ناں......'' شہزادی کے پریشان لہجے میں چھپی بے لوث محبت کو محسوس کرتے ہوئے زنیرا کا دل مزید بھر آیا...... شہزادی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ زنیرا کو کیسے چپ کرائے۔

اس کا تو اپنا دل ہر وقت سوکھے پتے کی طرح لرزتا رہتا تھا۔ ابا کی فکر، اماں کا خیال، رانی کی یاد اور اپنا ایسے سب کو چھوڑ کر آجانا اسے ہر روز موت جیسی اذیت سے دوچار کرتا رہتا تھا...... سو اسی وقت زنیرا کے آنسو پونچھتے پونچھتے اسے پتا ہی نہیں چلا کہ اس کا اپنا چہرہ بھی اشکوں سے بالکل بھیگ چکا ہے۔ زنیرا نے اس کی غیر ہوتی ہوئی حالت کو محسوس کیا تو جلدی سے اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے اسے پیار سے ٹوکا۔

''واہ پاگل لڑکی یہ تم مجھے تسلی دینے آئی تھیں؟ ذرا اپنی حالت تو دیکھو۔''

''میں ٹھیک ہوں باجی میری تو زندگی ہی آنسوؤں سے بنی ہوئی ہے لیکن آپ تو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ خوش قسمت لگتی تھیں۔ آپ کا اتنا شان دار گھر، پیارے پیارے بچے اور اتنے مشہور ہیرو کی بیوی ہوتے ہوئے بھی اگر آپ خوش نہیں ہیں تو پھر میں بھلا کس کھاتے میں ہوں۔'' شہزادی کو سچ مچ اسے اس طرح سے روتے ہوئے دیکھ کر بہت شاک لگا تھا۔

''شہزادی کبھی کبھی انسان کو اپنے آنسوؤں پر مسکراہٹوں کا پردہ ڈال کر بھی جینا پڑتا ہے۔ تم نے... وہ شعر تو سنا ہی ہوگا کہ......

''بتاؤں کہانی تمہیں اداس لوگوں کی
کبھی غور کرنا یہ ہنستے بہت ہیں''

''لیکن باجی مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ کو میں اداس لوگوں میں کیسے شمار کروں...... سب کچھ تو ہے آپ کے پاس...... کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے۔'' شہزادی کی آنکھوں میں اب بھی بے یقینی کی کیفیت تھی۔

''تم ابھی ان باتوں کو سمجھنے کے لیے بہت چھوٹی ہو شہزادی...... صرف ظاہری زندگی پر کبھی نہیں جانا چاہیے...... اس سے بڑا دھوکا کوئی اور نہیں ہوتا...... جانتی ہو میری زندگی میں جو سب سے بڑی کمی ہے وہ کس چیز کی ہے......؟'' اس نے نم آنکھوں سے شہزادی کو دیکھا۔

''کس چیز کی باجی......؟'' شہزادی نے بہت بے تابی سے پوچھا۔

''شوہر کے پیار، اس کی محبت، اس کی توجہ کی کمی...... وہ میرا ہوتے ہوئے بھی میرا نہیں...... ہم ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے لیے بالکل اجنبی ہیں...... شہزادی میں بالکل تنہا ہوں...... میں بہت بدقسمت عورت ہوں...... بہت ہی بدنصیب......'' وہ بے اختیار رو دی...... شہزادی ایک سکتے کی سی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی......

فاران کا ہنستا مسکراتا چہرہ اس کی شرارت سے جگمگاتی آنکھیں...... کتنی رونق سی بکھری ہوئی محسوس ہوتی تھی اس کے دم سے اس گھر میں...... وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں ہوتی تھی لیکن اس کے قہقہوں کی آواز اسے وہاں تک بھی آتی تھی...... لیکن اس وقت زنیرا کے انکشاف نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا...... اسے پتا ہی نہیں تھا کہ اس دنیا میں لوگ دُہری زندگی بھی جیتے ہیں، ایک اپنے لیے اور دوسری زندگی لوگوں کو دکھانے کے لیے ہوتی ہے۔ اس وقت زنیرا کو روتا ہوا دیکھ کر اسے اس بات کا ادراک ہوا تھا...... اور پھر اس دن زنیرا نے اس سے اپنے سب دکھ شیئر کرتے ہوئے جیسے اسے اپنی سونی دنیا میں ایک ہمدرد ایک مسیحا ایک دوست کی حیثیت سے شامل کرلیا...... شہزادی نے بھی زنیرا کی محبت کا حق کچھ اس طرح سے ادا کیا کہ اس دن کے بعد سے جیسے اس نے اپنی باجی کے ہر کام کی ذمے داری

اپنے سر پر لے لی...... اس کا دل بہلانے کے لیے نہ جانے کون، کون سے اوٹ پٹانگ قصے سنا کر اسے ہنساتی رہتی...... بچوں کی طرف سے تو بالکل ہی بری الذمہ کردیا تھا اس نے زنیرا کو...... سارا دن شہزادی کی کمپنی میں کچھ اتنا اچھا گزر جاتا کہ اسے زیادہ سوچنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ فاران کی محبت کو ایک بار پھر اس نے اپنے دل کے ایک تاریک گوشے میں دھکیلنے کی کامیاب کوشش کرڈالی تھی۔ اس دن شہزادی جب سو کر اٹھی تو اسے اپنا آپ بہت بیٹھا ہوا سا محسوس ہورہا تھا۔ آج رات خواب میں اس نے اپنا گھر دیکھا جہاں وہ اپنے ابا اور اماں کے ساتھ کتنی ہنستی بولتی نظر آرہی تھی۔ رانی کے ساتھ نوک جھوک پر جب اماں اس پر چلائی تھیں تب اچانک ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی...... وہ بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دل چاہا ابھی اٹھ کر بھاگتی ہوئی جائے اور ابا کے قدموں سے لپٹ کر ان سے معافی مانگ لے...... اس وقت کچھ زیادہ ہی شدت سے اسے وہ سب لوگ یاد آرہے تھے...... پتا نہیں ان سب پر اس کی اس حرکت سے کیا گزری...... خدانخواستہ ابا نے اپنے آپ کو کچھ کر نہ ڈالا ہو...... یہ خیال ایک دم سے آکر جیسے اسے لرزا گیا...... وہ کافی دیر اپنے بیڈ پر بیٹھی اپنے آپ کو کوستی رہی...... آج اتوار تھا...... اور ابھی صبح کے صرف سات ہی بجے تھے۔ زنیرا اور بچے اپنے، اپنے کمروں میں سو رہے تھے۔ گھر میں گہرا سناٹا بکھرا ہوا تھا۔ اس نے منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلے...... زنیرا نے اسے کئی نئے سوٹ سلوا کردیے تھے۔ اس وقت ہلکے آسمانی سوٹ پر سیاہ چادر اوڑھتے ہوئے وہ لان میں نکل آئی۔ پرس میں ہزار، ہزار کے کچھ نوٹ بھی پڑے ہوئے تھے جو زنیرا نے زبردستی ڈال دیے تھے۔ پرس کاندھے پر لٹکائے وہ گیٹ کی طرف بڑھی۔ اس نے ہمت کرکے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ آج وہ چادر سے اپنے آپ کو چھپا کر ایک بار اپنے محلے ضرور جائے گی اور چپکے سے اپنے گھر کا جائزہ بھی لے گی۔ کچھ نہ کچھ تو اسے پتا ہی چل جائے گا اور پھر وہ زنیرا اور بچوں کے اٹھنے سے پہلے ہی واپس بھی آجائے گی اور آج اس نے یہ بھی طے کرلیا تھا اگر گھر میں اس کے ماں باپ اسے خیریت سے مل گئے تب وہ زنیرا کو ہر بات سچ، سچ بتا کر اسے اپنے اور ابا اماں کے درمیان وسیلہ بنائے گی۔ زنیرا باجی اگر اس کی پاک دامنی کی گواہی دیں تو ہوسکتا ہے کہ ابا اسے معاف کردیں۔ اماں اسے گلے لگالیں۔ سفارش کے لیے وہ روشانہ اور فرحان جیسے معصوم بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گی پھر تو اماں اور ابا اسے معاف کرنے پر مجبور ہی ہوجائیں گے۔ وہ یہ سب سوچتے ہوئے گیٹ کے پاس پہنچی تو وہاں بیٹھے ہوئے دونوں گیم شیم گارڈز نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

''کیا بات ہے بی بی...... اتنی صبح، صبح کہاں جارہی ہو تم؟'' ایک گارڈ نے کافی سخت لہجے میں پوچھا تو وہ کچھ نروس سی ہوگئی۔

''بس ایسے ہی اپنی خالہ سے ملنے جارہی تھی۔'' اس کا لہجہ لڑکھڑا سا گیا۔

''نہیں، ہمیں اس بات کا آرڈر ہے کہ تمہیں اکیلے بالکل باہر نہ جانے دیا جائے کیونکہ ابھی کسی کو نہیں پتا کہ تم کون ہو اور اصل میں کہاں سے آئی ہو۔'' گارڈ نے گیٹ کھولنے سے انکار کرتے ہوئے وجہ بھی بیان کرڈالی۔

''اوہ تو گویا اب بھی اس پر نظر رکھی جارہی تھی۔'' وہ کچھ اپ سیٹ سی واپس لان میں آگئی۔ سرخ گلابوں والی کیاری کے پاس بیٹھ کر اس نے سوچا کہ اب تو اسے زنیرا کو حقیقت بتانی ہی پڑے گی کہ اب اس سے مزید برداشت نہیں ہورہا تھا۔ انہی سوچوں میں غلطاں اسے پتا نہیں چلا کہ کب فاران کی کار سبک روی سے چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ فاران

www.paksociety.com

کی نظر گھر میں داخل ہوتے ہوئے اچانک ہی اس پر پڑی تھی۔ شہزادی کی پشت اس کی جانب تھی جس پر بکھرے اس کے سنہرے گھنے بال اس کی کمر سے نیچے آرہے تھے۔ سیاہ چادر پاس ہی گھاس پر پڑی ہوئی تھی۔ آسمانی شیفون کے دوپٹے کو بے پروائی سے گلے میں ڈالے وہ بے خیالی میں ایک سرخ گلاب کو توڑ کر اس کی پتیاں نوچتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ وہ زنیرا کو کس طرح سے اپنی حقیقت سے آگاہ کرے۔

''سب خیریت تو ہے ناں اتنی صبح یہاں کیسے؟'' فاران کی آواز پر وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھی اور سامنے اسے کھڑا ہوا دیکھ کر جیسے اس کے باقی ماندہ ہوش بھی اُڑ گئے۔ اس نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جلدی سے سلام کر ڈالا۔ اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے فاران نے بہت دلچسپی سے اس کے گھبرائے ہوئے معصوم سے چہرے کی جانب دیکھا...... شہزادی نے تیزی سے جھک کر گھاس پر پڑی ہوئی اپنی سیاہ چادر کو اٹھا کر اپنے سر سے اوڑھتے ہوئے جلدی سے اندر جانے کے لیے قدم بڑھائے۔

''سنو مجھے گارڈ بتا رہا تھا کہ تم اپنی خالہ سے ملنے جانا چاہ رہی تھیں اور وہ بھی اتنے سویرے کیا...... کوئی خاص بات ہے۔؟ فاران کے سوال نے اس کے جاتے ہوئے قدموں کو روک دیا اس نے پلٹ کر فاران کی جانب دیکھا جو اس کے جواب کا منتظر تھا۔

''نہیں، کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بس میں چپکے سے جا کر دیکھنا چاہ رہی تھی کہ میرے یوں چلے آنے سے وہاں سب کا کیا ری ایکشن ہوا ہوگا لیکن آپ کے گارڈ کو شاید مجھ پر شک ہے۔'' اس کے دل گرفتہ سے لہجے پر فاران نے فوراً ہی صفائی دی۔

''نہیں، نہیں بات شک کی نہیں اطمینان کی ہے...... کیا تم اپنے گھر میں کسی اجنبی کو بغیر جانے بوجھے اپنے گھر میں ٹھہرا سکتی ہو......؟ تمہارا لہجہ، تمہارے آنسو، تمہاری یہ معصوم صورت سب گواہی دے رہے تھے کہ تم کسی بری نیت سے ہمارے گھر میں پناہ نہیں لے رہی ہو بلکہ تم اپنے حالات سے مجبور ہو کر اس گھر میں پناہ لینا چاہتی ہو...... تبھی میں نے پولیس کے بجائے بس اپنے گارڈز کو کیئر فل ہونے کا کہہ دیا تھا۔'' وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے بہت تفصیل سے اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ پتا نہیں اس کی نگاہوں میں کیسی وارفتگی تھی کہ شہزادی کے رخسار سرخ سے ہوگئے۔ وہ سوچا کرتی تھی کہ اگر اسے اپنا یہ فیورٹ ہیرو کبھی ملا تو وہ اس سے آٹوگراف ضرور لے گی جس پر رانی اس کا مذاق اُڑایا کرتی تھی کہ شہزادی بے چاری دن میں خواب دیکھتی ہے لیکن آج اس کا خواب حقیقت بن کر اس کے سامنے کھڑا تھا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے کترا رہی تھی۔

''سنو شہزادی تم اگر اپنی خالہ کے گھر جانا چاہتی ہو تو میری کار میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ...... کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا اور تم خاموشی سے جائزہ لے کر واپس آجانا۔'' فاران کی بات پر ایک بے ساختہ سی خوشی اس کے چہرے پر بکھر گئی۔

''سچ میں چلی جاؤں؟'' اپنی بڑی، بڑی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے شہزادی نے اتنی معصومیت سے پوچھا کہ وہ دل سنبھالتا ہی رہ گیا۔

''ہاں لیکن واپس آنا ہے تمہیں!'' اس نے بہت گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے جیسے دل کی تمام شدتوں کے ساتھ کہا جسے شہزادی نے اپنی دھن میں محسوس ہی نہیں کیا...... ذہن میں تھا تو صرف یہ کہ ابا اور اماں بس خیریت سے ہوں۔

زنیرا اور فاران کی اس سرد جنگ میں شہزادی کیا نیا موڑ لے کر آتی ھے اس کے لیے پڑھیے اگلا حصہ



منی ناول

اک نئے موڑ پر

رضوانہ پرنس

چھٹا حصہ

کبھی منزل ، کبھی رستہ کوئی کیسے بدلتا ہے
ہمیں معلوم ہی کب تھا کوئی کیسے بدلتا ہے
یقیں سے بے یقینی کے سفر تک ساتھ تھا میرے
بدل کر اس نے دکھلایا کوئی کیسے بدلتا ہے

راہِ زیست کبھی پُرخار و پُرپیچ تو کبھی رواں دواں ہوتی ہے۔ اسی راہ پر سفر کرتے ہوئے اجنبی مسافروں سے آشنائی، کبھی منزل کی جانب رہنمائی کرتی ہے تو کبھی راہ گم کردیتی ہے... ایسے ہی ایک مسافر کا دلگداز احوال جو منزل پر پہنچا تو ضرور مگر کیسے...؟

شوبز کی دنیا کے اسرار سے پردے اٹھاتی، گراتی ایک دل فریب روداد



جب کار اس کے محلے میں داخل ہوئی تو شہزادی کے دل کی دھڑکنیں بے اختیار تیز ہوگئیں۔ اس نے چادر سے اپنے چہرے کو بہت اچھی طرح سے ڈھانپتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ سامنے ہی گلی میں اس کا مکان تھا اس کے کہنے پر ڈرائیور نے کار کی رفتار بہت دھیمی کردی تھی تبھی تو گلی میں کھیلتے ہوئے کچھ بچے اس چمکتی دمکتی خوب صورت سی گاڑی کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے خوشی سے شور مچا رہے تھے۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے ڈرائیور کو گاڑی ایک سائڈ پر کھڑی کرنے کو کہا اور کار کے رکتے ہی سب بچے اس کے اردگرد جمع ہوگئے۔ شہزادی نے ڈارک گلاسز اپنی آنکھوں پر لگائے ہوئے تھے۔ گاڑی رکی تو اس نے ایک بچے کو اشارے سے اپنے پاس بلالیا۔ گلو اس کی گلی میں چند مکان چھوڑ کر رہتا تھا۔ وہ اس کے بلانے پر کچھ حیرانی سے اس نقاب پوش خاتون کو دیکھتا ہوا اس کی کھڑکی کے پاس آگیا۔

''سنو...... اس گلی میں جو اجمل صاحب رہتے ہیں ان کے بارے میں پتا کرنا تھا۔'' اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ گلو سے پوچھا۔

''وہ لوگ تو کچھ دن ہوئے گاؤں چلے گئے اب یہاں کوئی نہیں رہتا۔'' گلو کے جواب نے اسے ایک دھچکا سا پہنچایا۔

''سب خیریت تو تھی ناں...... کیوں چلے گئے وہ لوگ......؟'' اس کی آواز میں اضطراب امنڈ آیا۔

''پتا نہیں ویسے ابا بتا رہے تھے کہ شاید امیمہ خالہ کی اماں کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ ان ہی کو دیکھنے وہ لوگ گئے ہیں لیکن آپ کون ہیں؟'' گلو نے بہت تجسس سے اسے دیکھا۔ ڈرائیور گاڑی سے اتر کر بچوں کو کار چھونے سے منع کر رہا تھا۔ شہزادی نے گلو کے سوال کو اگنور کرتے ہوئے ڈرائیور کو پکار کر چلنے کو کہا۔ اس کا دل جیسے ڈوبا جا رہا تھا۔ اماں کا گاؤں لاہور سے چند گھنٹوں کی مسافت پر تھا۔ شہزادی اور رانی اکثر انہیں چھیڑنے کے لیے گایا کرتی تھیں۔

''گوری تیرا گاؤں بڑا پیارا۔'' اور اماں برا ماننے کے بجائے بہت فخریہ اپنے گاؤں کے فضائل بیان کرنا شروع کردیتیں۔ سارے محلے کو پتا تھا کہ اماں کو اس شہر سے زیادہ اپنے گاؤں سے عشق تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی تو اچانک ہی ایک اور خیال اس کے ذہن میں آیا۔ اس نے جلدی سے گلو کی جانب دیکھا۔

''سنو کیا ان کی بیٹی شہزادی بھی ان کے ساتھ گئی ہے؟'' شہزادی کے اس سوال پر گلو نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا۔

''ارے ہاں یاد آیا...... ابا بتا رہے تھے کہ گاؤں سے اجمل چاچا کا فون آیا تھا۔ انہوں نے شہزادی باجی کی شادی وہیں گاؤں میں کردی ہے۔ ان کی نانی بہت بیمار ہوگئی تھیں ناں...... اس لیے بہت جلدی میں یہ شادی کردی گئی۔ ویسے کیا آپ شہزادی کی دوست ہیں؟'' گلو کا اس کے بارے میں تجسس ختم ہو کر ہی نہیں دے رہا تھا لیکن اس کی بتائی ہوئی باتیں ایک آگ بن کر جیسے شہزادی کے وجود کو جھلسائے دے رہی تھیں۔ وہ جو اپنے ابا کی بے حد لاڈلی بیٹی تھی۔ اب شاید وہ ان کی زندگی میں کہیں بھی نہیں تھی۔ پتا نہیں کیا، کیا جتن کرنے پڑے ہوں گے۔ انہیں اپنی عزت، اپنی ساکھ بچانے کے لیے۔ گاؤں میں اس کے بارے میں تو یہی بتایا ہوگا کہ کراچی میں ایمرجنسی میں اس کی شادی کر کے وہ لوگ گاؤں آگئے ہیں اور یہاں محلے میں دوسری کہانی بتائی تھی۔ پتا نہیں یہ سب کرتے ہوئے ان کے ناتواں دل پر کیا گزری ہوگی۔ اماں نے کیسے اس کی جدائی سہی ہوگی۔ رانی کو حقیقت کا پتا چلا بھی ہوگا یا نہیں...... کتنی ہی سوچیں آ آ کر اسے رُلا رہی تھیں۔

''ابا مجھے معاف کردیں۔ اماں میں آپ کے سینے سے لگ کر بہت رونا چاہ رہی ہوں۔ میں اپنی بے وقوفی میں بہت غلط قدم اٹھا بیٹھی .... اب اس کا مداوا میں کیسے کروں...... کیا گھر سے بھاگنے والی ہر لڑکی بعد میں ایسی ہی اذیت سے گزرتی ہے...... لیکن ابا میں تو کسی کے ساتھ نہیں بھاگی بس بلاوجہ کی نفرت اور غصے نے مجھے بالکل ہی پاگل بنادیا۔ ابا اب میں کیسے دوبارہ آپ کے پاس آؤں۔ آپ کو کیسے سب کے سامنے شرمندہ کرواسکتی ہوں۔ میں تو ہمیشہ کے لیے آپ لوگوں کی زندگی سے نکل گئی ہوں۔'' وہ بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اپنے ابا سے خاموش لبوں سے باتیں کر رہی تھی اور کار تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔

☆☆☆

''اُفوہ شہزادی...... اب ان لوگوں کے لیے اتنی اَپ سیٹ کیوں ہو رہی ہو جو تمہارے لیے غیروں سے بھی بدتر تھے۔'' زنیرا کتنی دیر سے اسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن شہزادی کی اداسی ختم ہو کر ہی نہیں دے رہی تھی۔ مشکل یہ تھی کہ وہ لُٹتے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ زنیرا کو بتا بھی نہیں پا رہی تھی کہ اس وقت اس کا ہر آنسو اپنے اماں اور ابا کے غم اور ان کی جدائی میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ پشیمانی کے اس احساس کو سہہ نہیں پا رہی تھی جس نے اس کے معصوم والدین کو دنیا سے منہ چھپا کر جینے پر مجبور کردیا۔ اس وقت شہزادی کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ زنیرا کو سب کچھ سچ، سچ بتادے لیکن ایک جھوٹ بول کر وہ کتنی مجبور ہوگئی تھی ایک خوف اس کے دل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اگر زنیرا کا اس پر سے اعتبار اٹھ گیا اور وہ اس سے بدگمان ہوگئی تو پھر وہ کہیں کی نہیں رہے گی یا قاران نے اسے ناقابلِ اعتبار سمجھ کر گھر سے نکال دیا تو پھر وہ کہاں جائے گی۔ اس وقت بھی اس سوچ نے آ کر اسے دہلا دیا۔

''باجی اب آپ ہی میرا سہارا ہیں۔ خدا کے لیے مجھ سے کبھی ناراض مت ہونا۔'' اس نے دہل کر بے اختیار زنیرا کا ہاتھ تھام لیا۔

''ارے میں تم سے بھلا کیوں خفا ہونے لگی۔ اِن فیکٹ مجھے تو خود تم سے اب ایک ڈھارس سی محسوس ہونے لگی ہے۔ اگر قسمت تمہیں میرے پاس نہ بھیجتی تو شاید میں مزید تنہا ہوجاتی۔ سچ شہزادی تمہارے آجانے سے مجھے اپنے دل میں بکھری ویرانی میں بہت کمی محسوس ہونے لگی ہے۔'' زنیرا کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا کہ شہزادی نے بے ساختہ چونک کر اسے دیکھا۔

''باجی میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ اپنے دل میں کوئی بہت بڑا غم چھپائے ہوئے ہیں۔ آپ ہنستی بھی ہیں تو آپ کی آنکھیں آپ کی ہنسی کا ساتھ نہیں دیتیں۔ پلیز باجی آپ اپنے غم مجھ سے بانٹ لیں۔ اپنے آپ کو یوں اکیلا نہیں سمجھیں۔'' وہ اپنا درد بھول کر زنیرا کے لیے پریشان ہوگئی تھی۔

''اچھا تو تم نے میرے اس خاموش دکھ کو محسوس کر ہی لیا۔ جسے میں نے کبھی زبان نہیں دی۔'' زنیرا کی مسکراہٹ کی تلخی شہزادی نے دل پر محسوس کی۔

''باجی شروع، شروع میں تو مجھے آپ پر سچ مچ بہت رشک آتا تھا کہ دنیا میں آپ جیسا خوش قسمت شاید ہی کوئی اور ہو۔ کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے آپ کے پاس...... آپ اتنی خوب صورت ہیں...... اتنے مشہور ہیرو کی بیوی ہیں، کتنی خوب صورت جوڑی ہے آپ دونوں کی۔ روشانہ اور فرحان جیسے پیارے، پیارے بچے بھی اللہ نے آپ کو دیے ہیں۔ جس شان و شوکت سے آپ رہتی ہیں لوگ اس کے صرف خواب ہی دیکھ سکتے ہیں لیکن باجی پھر آہستہ، آہستہ میرا یہ رشک حیرانی میں بدلتا گیا کہ ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ خوش نہیں ہیں۔ کیوں ہمیشہ ایک اداسی سی چھائی رہتی ہے آپ کے چہرے

پر۔‘‘ شہزادی بڑے جذب سے کہہ رہی تھی جبکہ زنیرا بڑی حیرت سے اس کم سن لڑکی کو دیکھ رہی تھی جو اس وقت اپنی عمر سے زیادہ میچور لگ رہی تھی۔ ایک ایسے ہمدرد کے مانند جو اس کے سارے دکھ اپنے اندر سمیٹ لینا چاہتی ہو۔ اسے بے اختیار شہزادی پر پیار آگیا۔

’’ارے واہ شہزادی، تمہیں چہرے بھی پڑھنا آتے ہیں اور تم دلوں میں جھانکنے کا فن بھی جانتی ہو۔ چلو یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ کسی روز میں تم سے اپنی ساری پریشانی سارے دکھ ضرور شیئر کروں گی۔ بس فی الحال آج اسی شعر پر اکتفا کرلو۔

غم تھے کسی کے ساتھ تو الجھن کسی کے ساتھ

دنیا میں ایک شخص بھی تنہا نہیں ملا‘‘

تبھی فاران کی آواز پر وہ دونوں چونک گئیں جو موبائل پر کسی سے باتیں کرتا ہوا اندر آرہا تھا۔ شہزادی جلدی سے سر پر دوپٹا رکھتے ہوئے کھڑی ہوگئی جبکہ زنیرا خواہ مخواہ ہی ریموٹ اٹھا کر ٹی وی کا چینل بدلنے لگی۔

’’ڈرائیور بتا رہا تھا کہ تم جن لوگوں سے ملنے گئی تھیں وہ نہیں ملے۔‘‘ فاران نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے اس سے پوچھا تو وہ کچھ نروس سی ہوگئی۔

’’نہیں، مجھے ویسے بھی ان لوگوں سے نہیں ملنا تھا۔ بس میں ایسے ہی ان کا پتا کرنے گئی تھی۔‘‘ اس نے نظریں اٹھا کر فاران کی جانب دیکھا تو اس کی روئی، روئی سی گلابی آنکھیں ایک بار پھر فاران کے دل کی دھڑکنوں کو مرتعش کرنے لگیں۔

’’اپنے آنسوؤں کو اُن لوگوں پر مت ضائع کیا کرو جو انہیں لانے کا سبب بنتے ہیں۔ خوش رہنے کی کوشش کرو بلکہ ان آنسوؤں سے کُٹی کرکے صرف ہنسی سے دوستی کرلو پھر دیکھنا زندگی کتنی خوب صورت لگنے لگے گی۔‘‘ وہ کتنی محبت اور خلوص سے اسے سمجھا رہا تھا۔ کتنی نرمی تھی اس کے لہجے میں، شہزادی اس کی باتوں پر نظریں جھکائے اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔ زنیرا کا دل جیسے لہو، لہو ہونے لگا۔ پرانی یادیں تیز آندھی کے مانند اسے اُڑا کر اُن بیتے ہوئے دنوں میں لے جارہی تھیں جب فاران اس کی ذرا سی بھی اداسی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ پیار کی چاشنی میں ڈوبے ہوئے وہ جملے بازگشت بن کر اسے عجیب سی اذیت سے دوچار کرنے لگے۔ وہ اس کے وجود سے بے نیاز شہزادی کا دھیان بٹانے کے لیے اسے اپنی ایک فلم کے بارے میں بتانے لگ جو اگلے ہفتے ریلیز ہونے والی تھی۔ شہزادی سب کچھ بھول کر بہت دلچسپی سے اس فلم کی ہیروئن کے بارے میں پوچھنے لگی جو اس کی بہت فیورٹ تھی۔

’’اچھا تو اس کا مطلب ہے کہ میں تمہارا فیورٹ نہیں ہوں؟‘‘ فاران نے شرارت سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

’’ارے آپ صرف میرے ہی نہیں رانی کے بھی بہت فیورٹ ہیں۔ میں نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ آپ کو دیکھنا تو دور کی بات...... میں آپ کے گھر میں آکر رہوں گی۔‘‘ شہزادی نے ایکسائٹڈ لہجے میں بہت بے ساختگی سے بتایا تو فاران کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ ہونٹوں پر..... بے اختیار یہ جملہ آتے، آتے رہ گیا کہ تم صرف میرے گھر میں ہی نہیں میرے دل میں بھی بس چکی ہو۔ زنیرا کو پہلے ہی اپنے دماغ کی نسیں پھٹتی ہوئی محسوس ہورہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ فاران کچھ جواب دیتا وہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔

’’چلو شہزادی ذرا میرے ساتھ چل کر بچوں کو دیکھ لو...پتا نہیں کمرے میں کیا اودھم مچا رہے ہیں۔‘‘ لاکھ چھپانے کے باوجود اس کے لہجے کی کھولن شہزادی کے علاوہ فاران نے بھی اچھی طرح سے

محسوس کی تھی۔ ان دونوں کے جانے کے بعد وہ کچھ لمحے وہیں کھڑا پتا نہیں کیا سوچتا رہا اور پھر پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب مڑ گیا۔

☆☆☆

’’بابا آپ نے کہا تھا کہ آپ نئے ٹیوٹر کو جلدی بلوالیں گے۔ آپ کو پتا بھی ہے کہ میرے ایگزام شروع ہونے والے ہیں۔ and i am so weak in maths‘‘ روشانہ منہ بسور کر فاران سے شکایت کررہی تھی۔

’’بیٹا تم اتنی چھوٹی کلاس میں ہو کسی سے بھی پڑھائی میں ہیلپ لے لو...... یہ ٹیوشن لینے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے۔‘‘ فاران نے کچھ الجھ کر روشانہ کی طرف دیکھا۔ اصل میں بچوں کو ٹیوشن پڑھانے والے ان کے سر اچانک ہی بیمار پڑ گئے تھے اور روشانہ کو اپنے ایگزام کی تیاری میں مشکل پیش آرہی تھی جبکہ فاران اتنے چھوٹے بچوں کو ٹیوشن دلانے کا ہمیشہ سے مخالف رہا تھا لیکن زنیرا نے اس کی مرضی کے برخلاف دونوں بچوں کے لیے ایک ٹیوٹر کا انتظام کرلیا تھا اور مشکل یہ تھی کہ آپس میں ترکِ تعلقات کی بنا پر وہ زنیرا سے کچھ کہہ بھی نہیں سکا تھا۔ ویسے بھی وہ زنیرا سے بات کرنے سے گریز ہی کرتا تھا۔ فاصلے روز بروز بڑھ رہے تھے۔ زنیرا پر فرسٹریشن طاری رہنے لگی تھی۔ اجالا اکثر اسے فون کرتی رہتی تھی۔ اس سے باتیں کرکے زنیرا کا دل کچھ ہلکا ہوجاتا۔ اس کے امی ابو اسے کتنا اپنے پاس بلا رہے تھے لیکن اس کا دل جیسے اندر سے مرتا جارہا تھا۔ کہیں بھی جانے کو جی چاہتا ہی نہیں تھا۔ ایسے میں جب قسمت نے شہزادی کو اس سے ملوایا تو جیسے اس کے بجھے ہوئے دل میں کچھ خوشی کی رمق جاگ اٹھی تھی۔ شہزادی کے روپ میں اسے ایک ہمدرد... غم گسار اور ایک ایسا دوست مل گیا تھا جس سے وہ اپنے دکھ، اپنی تنہائیاں شیئر کرنے لگی تھی۔ اسے ایک ایسا کاندھا میسر آگیا تھا جس پر سر رکھ کر وہ آنسو بھی بہا سکتی تھی۔ شہزادی کا بھی بس نہیں چلتا تھا کہ وہ زنیرا کے سارے دکھ، ساری الجھنیں اپنے اندر سمیٹ لے۔ زنیرا اسے کبھی اپنی اماں کا روپ لگتی اور کبھی اس میں شہزادی کو رانی کا عکس نظر آتا تھا۔ زنیرا نے جب سے اپنی زندگی کی اس تلخ ترین حقیقت کے بارے میں بتایا تھا شہزادی کو اس سے مزید ہمدردی اور بے تحاشا انسیت محسوس ہونے لگی تھی۔ کتنی ہی دیر تو وہ شاکڈ رہی تھی اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ اس خوب صورت گھر کی چھت تلے دو زندگی کے ساتھی ایک دوسرے کے لیے بالکل اجنبی بن کر رہ رہے ہیں۔ اس کے گھر میں تو اگر کبھی اماں اور ابا میں کوئی کھٹ پٹ ہو بھی جاتی تھی تو بس کچھ ہی دیر کے لیے دونوں کی بات چیت بند ہوتی تھی اور اس معصوم سی لڑائی کو شہزادی اور رانی بہت انجوائے کرتی تھیں اور آپس میں شرط بھی لگ جایا کرتی تھی کہ بات شروع کرنے میں پہل اماں کریں گی یا ابا...... کبھی کوئی میاں بیوی ایسے بھی رہ سکتے ہیں جیسے فاران اور زنیرا رہ رہے تھے۔ شہزادی نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

’’فاران اتنے مشہور سیلیبرٹی ہوتے ہوئے بھی ذرا بھی پراؤڈ نہیں ہیں۔ کتنے با اخلاق، نرم مزاج اور ساتھ ساتھ رحم دل بھی ہیں، ہر کسی کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں۔ ان کی مدد کرنے کو تیار رہتے ہیں پھر صرف اپنی بیوی کے لیے ہی کیوں وہ اتنے پتھر دل ہوگئے ہیں جبکہ باجی بتا رہی تھیں کہ خاندان میں ان کی محبت کی مثال دی جاتی تھی۔‘‘ شہزادی جب بھی فاران کو دیکھتی تو ایسے ہی سوالات اس کے ذہن میں ہلچل مچانے لگتے۔ اپنا گھر تو اسے اب ایک خواب کے مانند لگنے لگا تھا۔ ایک ایسا خواب جو ہر پل ہر لحہ اس کی آنکھوں میں بسا رہتا تھا۔ کوئی رات ایسی نہیں جاتی تھی جب اس کا تکیہ آنسوؤں سے بھیگ نہیں جاتا تھا۔ کبھی کبھی اس کا دل چاہتا کہ وہ

رانی کی سسرال جا کر اس سے مل لے۔ اماں اور ابا کے بارے میں بہت ساری باتیں پوچھے۔ اپنی .... بے گناہی کا یقین دلائے۔ یقیناً رانی درمیان میں پڑ کر ابا اور اماں کو منا سکتی تھی لیکن پھر فقیر محمد کی تحقیر آمیز نگاہوں کا خیال آتے ہی وہ بُھر بھری مٹی کی طرح ڈھے جاتی۔ جانتی تھی کہ فقیر محمد کے پاس اس کو ذلیل کرنے کے لیے ایک بہت سنہرا موقع ہاتھ آجائے گا...... اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ بہت حقارت سے اسے رانی سے ملنے سے منع کر دیتا۔

اس طرف کچھ دنوں سے بچوں کے ٹیوٹر کا مسئلہ چل رہا تھا۔ زنیرا دونوں بچوں کو پڑھانے کی کوشش کرتی بھی تھی تو روشانہ مطمئن نہیں ہوتی تھی۔

''مما آپ اچھا نہیں پڑھا رہی ہیں۔ مجھے پتا ہے اس بار کلاس میں علیزہ فرسٹ آجائے گی۔''

زنیرا اور فاران دونوں ہی نے اپنے اپنے حلقوں میں کسی اچھے ٹیوٹر کے لیے ذکر کیا ہوا تھا۔ سو اس دن مسز جمیل نے اسی سلسلے میں کسی کو ان کے گھر بھیج دیا۔ زنیرا گھر پر نہیں تھی حالانکہ مسز جمیل نے اسے انفارم کر دیا تھا لیکن اس کے ذہن سے ہی نکل گیا۔ جب شہزادی نے اسے موبائل پر فون کر کے کسی ٹیوٹر کے آنے کا بتایا تب اسے یاد آیا کہ آج مسز جمیل نے عدیل نامی ٹیوٹر کو بھیجنا تھا۔

''اوہو شہزادی! میں تو بھول ہی گئی تھی۔ اب اتنی جلدی میں واپس آ بھی نہیں سکتی...... تم ایسا کرو ان صاحب سے خود بات کر لو اگر تمہیں بہتر لگیں تو بس کل سے آنے کا کہہ دو۔ سیلری وغیرہ کے بارے میں کہہ دینا کہ کل طے کر لیں گے۔'' زنیرا کے کہنے پر وہ بادلِ ناخواستہ ڈرائنگ روم میں چلی آئی جہاں ایک نوجوان صوفے پر کچھ نروس سا بیٹھا ہوا تھا۔ اسے آتا دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ شہزادی خود بھی کچھ کنفیوزسی اس کے سامنے والے صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔

''مجھے مسز جمیل نے بھیجا ہے...... بتا رہی تھیں کہ آپ کے بچوں کے لیے ٹیوٹر کی ضرورت ہے۔'' اس نے کچھ جھجکتے ہوئے بات شروع کی تھی لیکن شہزادی کا تو دماغ ہی اس کے جملوں پر جیسے گھوم گیا۔

''ارے...... آپ بچوں کو بھلا کیسے پڑھا سکتے ہیں جبکہ آپ کو ڈھنگ سے نظر بھی نہیں آتا۔'' اس نے نہایت غصیلی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ غصے سے اس کے رخسار بالکل سرخ ہوگئے تھے۔ عدیل ایک دم بوکھلا سا گیا۔ اسے سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ سامنے بیٹھی ہوئی محترمہ اچانک اتنی طیش میں کیوں آگئی ہیں۔

''جی، میں کچھ سمجھا نہیں...... اگر آپ آئی اسپیشلسٹ بھی ہیں تب بھی آپ میری آئی سائٹ کے بارے میں ایک دم سے بغیر کسی ٹیسٹ کے اتنی بڑی بات نہیں کہہ سکتیں۔'' اس بار عدیل کی بوکھلاہٹ کچھ خفگی میں بدل گئی تھی۔

''میں آئی اسپیشلسٹ نہ ہوتے ہوئے بھی یہ بات بالکل کنفرم کہہ رہی ہوں کہ آپ کی نظریں.... بے حد کمزور ہیں۔ ارے میں آپ کو دو اسکول جاتے ہوئے بچوں کی امی نظر آرہی ہوں۔ کوئی اندھا بھی یہ بات کہتے ہوئے سو بار سوچے۔'' شہزادی کے لہجے میں شعلے دہک رہے تھے۔ چہرے پر آئی ہوئی لٹ کو بہت الجھ کر پیچھے کرتے ہوئے اس نے کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تب عدیل کو احساس ہوا کہ اس سے کیا غلطی ہوگئی ہے۔ اس نے اس بار بہت گہری نظروں سے سامنے کھڑی ہوئی اٹھارہ انیس سالہ لڑکی کی جانب دیکھا اور دل ہی دل میں بے اختیار اپنے آپ کو کوس ڈالا۔

اتنی حسین لڑکی پر اپنا پہلا امپریشن ہی اتنا خراب ڈالنے پر وہ اپنے آپ کو دنیا کا احمق ترین انسان سمجھ رہا تھا۔ کم از کم ڈھنگ سے اسے دیکھ لیتا تو اتنی بڑی حماقت اس سے سرزد نہیں ہوتی۔ یہ سب اس نے ایک ہی سانس میں سوچتے ہوئے معذرت خواہانہ لہجے میں صفائی دینے کی ناکام سی کوشش کی۔

''وہ اصل...... میں بس میرے ذہن میں یہ تھا کہ میں بچوں کی ممی سے ہی ملوں گا۔ اسی لیے آپ کی طرف میں نے ٹھیک سے......'' عدیل کی بات شہزادی نے درمیان میں ہی کاٹ دی۔

''اسی لیے تو میں بھی کہہ رہی ہوں کہ آپ بچوں کو پڑھانے کے لیے بالکل بھی مناسب نہیں ہیں۔ آپ کا ذہن اور آنکھیں دونوں ہی مجھے ٹھیک سے کام کرتے نہیں دکھائی دیتے۔''

اس بار عدیل کو بھی غصہ آگیا۔ اب اتنا بھی کیا کہہ دیا تھا اس نے کہ محترمہ ہتھے سے ہی اکھڑی جارہی تھیں۔ پتا نہیں عمر کے بارے میں یہ عورتیں اتنی حساس کیوں ہوتی ہیں۔

''دیکھیے جناب میری ایک چھوٹی سی غلطی کو آپ ایک بہت بڑا ایشو بنا کر پیش کر رہی ہیں...... کیا میں مسز فاران سے مل سکتا ہوں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ وہی میرا انٹرویو لیں گی۔'' اس سے پہلے کہ شہزادی کچھ جواب دیتی اچانک ہی فاران اندر آگیا۔ آج تو اس کی آؤٹ ڈور شوٹنگ تھی اس کے یوں بے وقت آجانے سے شہزادی کچھ گھبرا سی گئی۔ زنیرا اور اس کے تعلقات جاننے کے بعد وہ اس سے مزید کترانے لگی تھی۔ فاران کی کچھ کہتی ہوئی آنکھیں جب اس کی جانب اٹھتی تھیں تو اسے ایک انجانا سا خوف محسوس ہوتا تھا۔ وہ اتنی نادان بھی نہیں تھی کہ فاران کی نگاہوں کے والہانہ پن کو محسوس نہ کر سکتی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو خوشی سے اس کے پیر زمین پر نہ پڑتے وہ سارے جہاں میں اِتراتی پھرتی کہ ایک اتنا مشہور ہیرو جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لڑکیاں مری جاتی ہیں وہ اس کی نگاہِ التفات کا متمنی ہے...... لیکن حالات اسے جس موڑ پر لے آئے تھے اب وہاں اسے ہر قدم پھونک، پھونک کر اٹھانا تھا۔ شروع، شروع میں تو اسے اس بات کا احساس نہیں ہوا تھا کہ فاران کی آنکھوں میں اسے دیکھ کر کیسی روشنی سی بھر جاتی ہے۔ اس سے باتیں کرتے ہوئے اس کا لہجہ کتنا شہد آگیں ہو جاتا ہے۔ وہ اکثر اسے اپنی شوٹنگز کے بارے میں بتاتا تو وہ اپنی خوب صورت آنکھوں میں بے تحاشا حیرت اور اشتیاق سمیٹے معصومیت سے سنتے ہوئے مختلف سوالات بھی کرتی رہتی جس کے جوابات اسے فاران کی طرف سے بہت طویل ملتے تھے۔ اسے پتا بھی نہیں چلتا اور فاران اسے اپنی نگاہوں کے حصار میں لیے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتا رہتا۔ وہ فاران کی دیوانگی اس کے عشق سے بالکل بے خبر اپنی سادگی میں روز بروز اس کا قرار لوٹتی جارہی تھی۔ البتہ زنیرا بہت کچھ محسوس کرنے لگی تھی۔

فاران نے اس سے ناتا ضرور توڑ دیا تھا لیکن بہرحال وہ رشتہ تو برقرار تھا ناں جسے اس نے بہت پہلے ساری دنیا کے سامنے دل سے قبول کیا تھا...... اور اسی رشتے کے ناتے سے وہ لاکھ نفرتوں اور دوریوں کے باوجود اب بھی شرعی طور پر زنیرا کا ہی تھا۔ حق نہ ہوتے ہوئے بھی وہ اس کی حقدار تھی۔ اس دن کی ذلت وہ بھلائے نہیں بھولتی تھی لیکن جب سے اس نے فاران کی آنکھوں میں شہزادی کے لیے ایک خوب صورت سے احساس کی چمک کو محسوس کرنا شروع کیا تھا تو پتا نہیں کیوں جیسے دل اس چیز کو بالکل برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے تو سوچا تھا کہ وہ فاران کی کسی بھی بات سے کوئی سروکار نہیں رکھے گی لیکن شاید دل میں چھپی فاران کی شدید محبت اسے ہر بار ہار جانے پر مجبور کر دیتی تھی اور یہی اس کی بے بسی کی انتہا تھی۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ شہزادی اس معاملے میں بالکل.... بے قصور ہے لیکن پھر بھی جب وہ فاران کی والہانہ نگاہیں شہزادی کی جانب اٹھتی محسوس کرتی تو.... بے اختیار شہزادی سے شدید جیلسی کا احساس ہونے لگتا۔ اب اس کی پوری کوشش یہی ہونے لگی تھی کہ شہزادی

اور فاران کا سامنا کم سے کم ہو۔

اس دن اتوار تھا، وہ اور شہزادی گپ شپ کرتے ہوئے چائے پی رہی تھیں۔ فاران صبح سویرے ہی شوٹنگ کے لیے جا چکا تھا۔ بچے کمپیوٹر پر کوئی گیم کھیلنے میں مصروف تھے کہ اچانک لینڈ لائن پر فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''جاؤ دیکھو شہزادی کس کا فون ہے، میرے خیال میں یہ امی ہی ہو سکتی ہیں پلیز تم فون یہیں لے آؤ۔'' زنیرا نے کسلمندی سے شہزادی کو ہدایت دی۔ فون کچھ ہی فاصلے پر رکھا ہوا تھا۔ شہزادی کے ہیلو کے جواب میں نہ جانے دوسری طرف سے کیا کہا گیا تھا کہ شہزادی کے چہرے پر جیسے خوشی کی دھنک بکھر گئی۔

''اچھا ٹھیک ہے، میں روشی اور فرحان کو بھی بتاتی ہوں۔''

''نہیں، نہیں ہم لوگ جلدی سے تیار ہو جاتے ہیں، جی آپ آدھے گھنٹے میں گاڑی بھیج دیں۔'' شہزادی بہت ایکسائٹڈ لہجے میں یہ سب کہتے ہوئے بار بار زنیرا کی جانب بھی دیکھ رہی تھی جو کچھ الجھی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ شہزادی فون رکھ کر اس کے قریب چلی آئی۔

''باجی وہ فاران بھائی کا فون تھا۔ آج ان کے سیٹ پر ایک بہت مزاحیہ سین شوٹ ہونا ہے۔ وہ بہت مزاحیہ ایکٹر ہے، ناں اسماعیل اس کے ساتھ ہے فاران بھائی کا سین......'' وہ آگے کچھ کہتے، کہتے رک گئی۔

''تو پھر......؟'' زنیرا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ لہجہ کافی سرد سا تھا۔ شہزادی نے فوراً اس کے بدلتے ہوئے موڈ کو محسوس کر لیا۔

''فاران بھائی کہہ رہے تھے کہ میں بچوں کو لے کر اسٹوڈیو آ جاؤں، روشی اور فرحان بہت خوش ہو جائیں گے۔'' اس نے کچھ جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

''لیکن خوشی تو تمہارے چہرے سے ظاہر ہو رہی ہے۔'' زنیرا کے لہجے کی کڑواہٹ محسوس کر کے وہ کچھ ڈر سی گئی۔

''اصل میں فاران بھائی کو ایک بار میں نے بتایا تھا کہ مجھے شوٹنگ دیکھنے کا بہت شوق ہے شاید اسی لیے انہوں نے مجھے بھی کہہ دیا۔'' اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اس نے بہت خوفزدہ نظروں سے زنیرا کے چہرے پر بکھرے تناؤ کو دیکھا۔

زنیرا کو پتا نہیں کیا ہوا وہ تیزی سے اٹھی اور اپنے کمرے میں چلی گئی لیکن شہزادی نے اس کی آنکھوں میں جھلملاتے آنسو دیکھ لیے تھے۔ وہ ایک لمحے سن دماغ کے ساتھ کھڑی رہ گئی اور پھر سر جھٹک کر بچوں کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

آج بہت عرصے بعد زنیرا بے اختیار ہو کر رو رہی تھی۔ کبھی کبھی انسان جب ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے تو اسے اپنے آنسوؤں کی پناہ میں آ کر ہی کچھ سکون ملتا ہے۔ اس کے دکھ اور درد کے کیسے ساتھی بن جاتے ہیں یہ آنسو...... پتا نہیں کتنی دیر ہوگئی تھی۔ روتے، روتے وہ کچھ غنودگی میں چلی گئی۔

اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ فاران کے ساتھ اس کی فلم کے سیٹ پر موجود ہے جہاں اسے ایک وی آئی پی کی طرح ٹریٹ کیا جا رہا ہے۔ فاران بار بار اس کے پاس آ کر سب کو جتا رہا ہے کہ وہ اس کے لیے کتنی اہم ہے۔ فاران کی کسی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنسی تو بے اختیار اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اپنے کمرے میں بالکل اکیلی لیٹی ہوئی تھی۔ اتنا سکوت تھا چاروں طرف کہ اسے اپنی سانسوں کی آواز بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔ تبھی اس کے کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھلا اور شہزادی چائے کا کپ ہاتھ میں تھامے اندر داخل ہوئی۔

''باجی میں دو دفعہ آپ کے کمرے میں آ چکی ہوں لیکن آپ سو رہی تھیں۔'' وہ سائڈ ٹیبل پر کپ رکھ کر اس کے نزدیک بیٹھ گئی۔

''تم لوگ اتنی جلدی واپس آ گئے؟'' اس نے متورم آنکھوں سے شہزادی کی جانب دیکھا۔

''نہیں، ابھی بچے واپس نہیں آئے ہیں۔'' شہزادی کے جواب پر زنیرا نے ایک گہری سی سانس لی۔

''اچھا ہوا شہزادی جو تم آج فاران کے بلانے پر نہیں گئیں۔ جانتی ہو اگر آج تم وہاں چلی جاتیں تو پھر میرے گھر اور میری زندگی سے بھی تم ہمیشہ کے لیے چلی جاتیں۔ تمہیں نہیں معلوم کہ آج اتنی دیر میں کس اذیت سے گزرتی رہی ہوں۔'' اس کی آواز بھرا گئی۔ شہزادی بے اختیار اٹھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

''باجی آپ کبھی میرے خلوص پر شک مت کیجیے گا۔ میرے لیے اب دنیا میں سوائے آپ کے اور کوئی بھی نہیں...... وہ خوشی جو مجھے آپ کے آنسوؤں کے بدلے ملے مجھ پر حرام ہے باجی۔'' اس کے لبوں سے نکلا ہوا ایک، ایک لفظ اس کی... بے لوث محبت کی گواہی دے رہا تھا۔

''شہزادی میں نے ایک دن تم سے کہا تھا کہ میں تم سے اپنا درد اپنا دکھ ضرور شیئر کروں گی تو آج نہ جانے کیوں میرا دل چاہ رہا ہے کہ اپنے دل کی تمام گھٹن تمہارے سامنے نکال دوں، پوری دنیا میں اجالا کے بعد تم وہ ہستی ہوگی جو میری زندگی کی اس ناقابلِ یقین حقیقت سے واقف ہوگی...... میری ساری فیملی، میری فرینڈز، میرے سسرال والے مجھ پر رشک کرتے ہیں اور میں اپنی عزت کا بھرم رکھنے کی خاطر اپنے بچوں کی خوشی، ان کے اچھے مستقبل کے لیے ایک جھوٹی زندگی گزار رہی ہوں۔ مر مر کر جی رہی ہوں۔'' آج شہزادی کے اس اقدام نے بھی اسے زنیرا کے ایک دم بہت زیادہ قریب کر دیا

درد کا میلا

جب درد کا میلا لگتا ہے
اور دل بھی اکیلا لگتا ہے
جب تتلی سے بات نہیں ہوتی
رنگوں کی برسات نہیں ہوتی
جب آنکھیں خواب نہیں بنتیں
جب شام میں بات نہیں کرتیں
جب عشق کچہری لگتی ہے
زخموں کی گواہی ہوتی ہے
جب جرم سزا ہو جاتا ہے
اور درد عطا ہو جاتا ہے
جب چاند سیاہ ہو جاتا ہے
کوئی اپنا جدا ہو جاتا ہے
اور
چھوٹی سی کسی بات پہ وہ
جب وفا سے خفا ہو جاتا ہے
تب دنیا بے رنگ لگتی ہے
دل میں بارش ہونے لگتی ہے

شاعرہ: راحت وفا راجپوت، لاہور

ایک لمحہ

وہ جو ایک لمحہ گزر گیا
وہی لمحہ حاصلِ زیست تھا
وہ گزر گیا تو پتا چلا
میں اس ایک لمحے کا اسیر تھا
وہی لمحہ پھر جو ملے مجھے
اسے روک لوں، اسے تھام لوں
اسے پھر نہ میں گزرنے دوں
ہاں میں اپنی عمر گزار دوں

شاعرہ: عالیہ ضیاء، کراچی

تھا اور پھر دل کچھ زیادہ ہی بوجھل ہو رہا تھا تبھی وہ اس دن شہزادی کو اپنے دکھوں کا رازدار بنا بیٹھی تھی۔ شام کو جب روشانہ اور فرحان ہنستے کھلکھلاتے ہوئے فاران کے ساتھ واپس آئے تو شہزادی کچن میں زنیرا کے لیے کافی بنا رہی تھی۔ دونوں بچے شور مچاتے ہوئے وہیں آگئے اور بے حد ایکسائٹڈ لہجے میں شہزادی کو شوٹنگ کا حال بتانے لگے۔ اسماعیل کے بارے میں بتاتے ہوئے وہ دونوں ہی خوب ہنس رہے تھے۔ شہزادی کے چہرے پر ملال کے رنگ صاف نظر آرہے تھے۔ اسے کامیڈین اسماعیل کو دیکھنے کا اس سے ملنے کا بہت شوق تھا اور کسی فلم کی شوٹنگ دیکھنا بھی اس کا ایک خواب تھا لیکن اس کی اس قربانی کے بدلے اسے اپنی باجی کا اعتبار، ان کی محبت، ان کا اعتماد حاصل ہوگیا تھا تو یہ سودا بھی کچھ برا نہیں تھا۔ اس نے اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے سوچا تھا تبھی فاران کے کچن میں آجانے سے وہ کچھ نروس سی ہوگئی۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا کافی کا مگ لرز سا گیا۔ بچے زنیرا کو بتانے کے لیے بھی بےتاب ہو رہے تھے اس لیے وہ دوڑتے ہوئے اس کے کمرے کی جانب چلے گئے۔ وہ بھی فاران سے کترا کر آگے جانے کے لیے بڑھی تو وہ اس کے سامنے کچھ ایسے کھڑا ہوا کہ اسے رک جانا پڑا۔

”میں نے خاص طور پر تمہیں بلانے کے لیے گاڑی بھیجی تھی، وعدہ کرنے کے باوجود کیوں نہیں آئیں تم؟“ فاران سخت خفا لگ رہا تھا۔

”باجی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔“ وہ اس کے سخت لہجے پر کافی گھبرا سی گئی۔

”باجی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی یا انہوں نے تمہیں جانے سے روک دیا تھا۔ مجھے صاف، صاف بتاؤ۔“ اس کے لہجے میں شدید غصہ چھپا ہوا تھا۔ شہزادی نے خوف زدہ ہو کر ایک طرف سے نکلنا چاہا لیکن فاران نے بازو پھیلا کر اس کا راستہ روک لیا تھا۔

”شہزادی تم نہیں جانتیں کہ آج تم نے میرے انتظار، میری خوشی کو کس بے دردی سے قتل کیا ہے۔ ایک، ایک پل کاٹنا مشکل ہو رہا تھا مجھ سے لیکن جب صرف بچوں کو آتے دیکھا تو جیسے میرا دل رک سا گیا تھا۔ تم نے بہت ظلم کیا ہے مجھ پر شہزادی۔“ ایک دم سے ہی فاران کی آنکھوں میں عجیب سا جنون امڈ آیا۔ لہجہ بھی ٹوٹا ہوا سا تھا۔ ایک ساعت کو شہزادی کی آنکھیں اس کی آنکھوں سے الجھیں۔ گرما گرم کافی چھلک کر اس کے ہاتھوں پر گری تو بے اختیار سی کی آواز اس کے ہونٹوں سے نکلی۔

”اوہ...... تمہارا تو ہاتھ جل گیا۔“ فاران نے جلدی سے کافی کا مگ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے اس کا دوسرا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ایک سہمی ہوئی ہرنی کی طرح کچھ اس تیزی سے بھاگی کہ فاران بس اپنے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس دن کے بعد سے وہ خود بھی فاران سے بہت کترانے لگی تھی لیکن ایک ہی گھر رہتے ہوئے یہ ممکن بھی نہیں تھا کہ دونوں کا کبھی آمنا سامنا ہی نہ ہو...... فاران کے آنے جانے کا کوئی ٹائم مقرر نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ اچانک ہی آتا تھا۔ اور ایسے میں جب کبھی اس کی مٹھ بھیڑ شہزادی سے ہو جاتی تو اس کا والہانہ انداز جہاں شہزادی کے لیے ایک مشکل بن جاتا وہیں زنیرا کے دل پر بھی جیسے آری چلنے لگتی وہ تو فلموں میں ہی اسے کسی اور سے محبت کرتے نہیں دیکھ سکتی تھی اور اب تو خود اس کے گھر میں اس کی نگاہوں کے سامنے اس کا محبوب اپنے جذبوں کی تمام شدتیں کسی اور کے نام کر رہا تھا۔ شہزادی بھی اس کی اذیت کو محسوس کر کے کڑھ کر رہ جاتی۔

”باجی آپ مجھے ایدھی سینٹر چھوڑ آئیں، میری وجہ سے آپ کا رہا سہا سکون بھی برباد ہو رہا ہے۔“

اس دن وہ بے ساختہ زنیرا کا ہاتھ تھام کر رو دی۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے فاران نے ناشتا کرتے ہوئے بے اختیار اسے پکار کر گرم چائے لانے کو کہا تو سامنے سے آتی ہوئی زنیرا نے فوراً ہی خانساماں کو آواز دے کر فاران کا میسج پہنچا دیا۔

”تمہیں میرے معاملے میں بولنے کی قطعی ضرورت نہیں...... میں جس سے چائے مانگ رہا ہوں وہی لے کر آئے گی۔“ فاران کا لہجہ غراتا ہوا سا تھا۔

”شہزادی آپ کی رکھی ہوئی نوکرانی نہیں بلکہ میری ذمے داری ہے۔ چائے اور کھانے کی ذمے داری رحیم کی ہے، آپ شہزادی کو کیوں بار بار بلاتے ہیں۔“ وہ برہمی سے کہتی ہوئی واپس مڑی تو فاران نے میز پر رکھا ہوا گلاس اتنی زور سے زمین پر دے مارا کہ اس کے ٹوٹنے کی آواز کمرے میں بیٹھی شہزادی کو بھی سنائی دے گئی۔ وہ سہم کر دروازے کے نزدیک آگئی۔ جہاں فاران، زنیرا پر برس رہا تھا۔

”میں اب تھک چکا ہوں اپنی اس زندگی اور اپنی اس تنہائی سے...... اس نام نہاد بندھن سے جو مجھے ہر لمحے کچوکے دیتا رہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ایک لمحہ بھی نہ لگاتا اس تعلق کو توڑنے میں۔“ شدید غصے میں اس کی آواز بہت اونچی ہوگئی تھی۔

”فاران میں بھی اپنے بچوں اور اپنے ماں باپ کی خاطر ایسی بے رنگ اور تکلیف دہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوں...... ورنہ میں خود اس جہنم میں ایک لمحے کو بھی نہیں رہنا چاہتی۔“ زنیرا کو تو جیسے اس کے جملوں سے آگ ہی لگ گئی تھی۔

”نہ میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور نہ ہی تمہیں میرا ساتھ منظور ہے پھر ہم کب تک بچوں کی خاطر ایک دوسرے کو برداشت کرتے رہیں گے؟ میں آہستہ، آہستہ روشانہ کو ذہنی طور پر تیار کر رہا ہوں بس کچھ دن اور اس جہنم میں رہ لو۔“ وہ ترش لہجے میں کہتا ہوا تیز قدموں سے بیرونی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ زنیرا لٹتے ہوئے چہرے کے ساتھ اسے جاتا دیکھتی رہی اور اب جب شہزادی بھیگی پلکوں کے ساتھ ایدھی سینٹر جانے کی بات کر رہی تھی تو اس نے ٹھنڈی سانس لے کر اس کی طرف دیکھا۔

”شہزادی مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ انہیں تم اچھی لگتی ہو تو اس میں بھلا تمہارا کیا قصور ہے۔ میں ان پر بلاوجہ شک کرتی رہی۔ فضول کی جیلسی نے مجھ سے میرا محبوب چھین لیا...... مرد کی تو فطرت ہی ہوتی ہے حسن سراہنا...... اگر میں ان کی چھوٹی، چھوٹی سی خطاؤں کو نظر انداز کر کے انہیں اپنی محبت کے حصار سے نکلنے نہ دیتی تو شاید آج یہ نوبت نہ آتی...... لیکن شہزادی اب میں ان کی آنکھوں میں تمہارے لیے وہی جنون ویسی ہی محبت، اسی طرح کی شدت دیکھ رہی ہوں جو کبھی میرے لیے ہوتی تھی۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے شہزادی میں انہیں کھونا نہیں چاہتی۔“ وہ بے اختیار دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو پڑی۔ شہزادی ششدر سی بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ ہمیشہ فاران سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کرنے والی زنیرا اپنے دل میں تو اسے ہی بسائے ...... بیٹھی تھی۔ وہی اب تک اس کی روح میں بسا ہوا تھا۔

”باجی وہ آپ ہی کے ہیں اور آپ کی محبت انشاء اللہ انہیں دوبارہ آپ کے پاس آنے پر مجبور کر دے گی۔“ شہزادی کے لہجے میں بھرپور یقین تھا۔

”پتا نہیں، مجھے تو اپنی یہ کہانی ختم ہوتی نظر آرہی ہے۔“ زنیرا کے چہرے پر بکھری مایوسی شہزادی کے دل پر بھی چھانے لگی۔

”باجی میرے خیال میں مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔“ اسے اس سارے مسئلے کا بس یہی حل

سمجھ میں آ رہا تھا۔

”شہزادی یہ دنیا بہت بری جگہ ہے اور تم بہت معصوم اور حسین ہو اگر اللہ نے تمہیں میری پناہ میں دیا ہے تو تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض بنتا ہے۔ کل فاران کسی کو فون پر بتا رہے تھے کہ وہ ایک ماہ کے لیے سوئٹزر لینڈ جا رہے ہیں کسی فلم کی شوٹنگ کے سلسلے میں...... کوئی نہ کوئی حل نکل ہی آئے گا۔ اتنے دنوں میں۔“ زنیرا کی بات پر جیسے اسے کچھ تسلی سی ہوئی۔

”کب جا رہے ہیں فاران بھائی؟“ شہزادی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کل کے جاتے آج ہی چلے جائیں۔

”پرسوں جانے کا کہہ رہے تھے وہ...... پتا ہے شہزادی مجھے سوئٹزر لینڈ جانے کا کچھ زیادہ ہی شوق تھا اور فاران نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ زندگی میں ایک بار مجھے وہاں ضرور لے کر جائیں گے، یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ فلم انڈسٹری میں نہیں آئے تھے۔ پتا نہیں اب اس ملک جاتے ہوئے انہیں میری وہ خواہش اور اپنا وعدہ یاد آ رہا ہے کہ نہیں۔“ آج زنیرا بہت ٹوٹی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ بیتے ہوئے دن جیسے اسے اپنے اوپر ہنستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

اس دن شہزادی نے اپنے لیے کوئی بھی دعا نہیں مانگی تھی بس دل کی گہرائیوں سے اس نے اللہ سے زنیرا کی خوشیوں کو واپس لوٹا دینے کی التجا کی تھی۔ اب تو وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی مقید رہتی تھی۔ اسے سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ آگے اس کا کیا مستقبل ہوگا۔ کبھی کبھی اسے اماں اور ابا اتنی شدت سے یاد آتے کہ اس کا کلیجا پھٹنے لگتا...... وہ حتی الامکان فاران کی نگاہوں سے بچنے کی کوشش بھی کر رہی تھی لیکن پھر بھی کبھی کبھار ٹکراؤ ہو ہی جاتا تھا۔

آج جب وہ ٹیوٹر عدیل سے غصے میں بحث کر رہی تھی کہ اچانک فاران کی آمد نے اسے بالکل ہی بوکھلا دیا۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ فاران یوں اچانک اتنی جلدی واپس آ جائے گا۔ ابھی ایک گھنٹا قبل ہی تو وہ اسٹوڈیو جانے کے لیے گھر سے نکلا تھا اور اس کا اس شام سے پہلے واپس آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ زنیرا بھی فاران کے جانے کے بعد ہی اپنی کسی دوست کے ہاں جانے کے لیے نکلی تھی۔

”کیا بات ہے شہزادی، یہ صاحب کون ہیں؟“ اس نے بہت اچنبھے سے عدیل کی جانب دیکھتے ہوئے شہزادی سے پوچھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ جواب دیتی عدیل نے خود ہی اپنا تعارف کروایا۔

”فاران صاحب مجھے عدیل کہتے ہیں۔ میں مسز جمیل کے ریفرینس سے یہاں آیا ہوں۔ انہوں نے بتایا تھا کہ آپ کو اپنے بچوں کے لیے ایک ٹیوٹر کی ضرورت ہے۔“ بہت خوب صورت لہجے میں اپنا تعارف کراتے ہوئے وہ اسمارٹ سا نوجوان پتا نہیں کیوں شہزادی کو بہت اچھا لگا تھا۔ ایسے ہی ساتھی کے تو خواب سجے رہتے تھے اس کی آنکھوں میں لیکن اماں اور ابا نے اسے فقیر محمد جیسے شخص کے پلے باندھ کر اس کے سارے خوابوں کو چکنا چور کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس وقت فاران، عدیل سے مختلف سوالات کر رہا تھا لیکن شہزادی کو جیسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ کھوئی، کھوئی سی کھڑی چپکے، چپکے فاران کی نظر بچا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

”کتنے فلمی انداز میں ہم دونوں کی پہلی ملاقات ہوئی ہے۔ پہلے میں غصہ ہوئی...... پھر ہم دونوں میں جھڑپ ہوئی اس کے بعد تم مجھے اچھے لگنے لگے...... شاہ رخ خان کی ایک فلم میں ایسا ہی ہوا تھا جب......“ اچانک ہی فاران کی آواز پر وہ بری طرح سے چونک کر اپنی سوچوں سے باہر آ گئی۔

”شہزادی جاؤ جا کر بچوں کو بلا لاؤ۔ عدیل ان سے ملنا چاہتے ہیں۔“ فاران کے کہنے پر وہ تیزی سے پلٹ کر باہر چلی گئی۔ وہ اس کی آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے بھی گھبرانے لگی تھی۔

عدیل، فاران کو بتا رہا تھا کہ وہ اس کی فلمیں کتنے شوق سے دیکھتا ہے۔ جب روشانہ اور فرحان کو لیے شہزادی اندر داخل ہوئی۔ میرون کرتے اور وائٹ شلوار دوپٹے میں وہ دل میں اتر جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ فاران بے خود سا اسے دیکھتا رہ گیا۔ جبکہ عدیل کی نظریں بھی اس کے سراپے سے الجھ کر کچھ دیر کو ہٹنا بھول گئی تھیں۔ کچھ دیر پہلے بھی اس نے دل ہی دل میں اس کے حسن کو سراہا تھا لیکن اب فاران سے بات فائنل ہونے کے بعد جب ٹینشن ختم ہوئی تو دوبارہ دیکھنے پر وہ اس سے مزید متاثر ہو رہا تھا۔

”بچو، یہ تمہارے نئے سر ہیں۔ کل سے یہ تمہیں پڑھائیں گے۔ Are you happy now?“ فاران نے بچوں کا تعارف عدیل سے کروایا تو فاران نے محض اثبات میں سر ہلایا تھا لیکن روشانہ خوش ہو کر بولی۔

”جی بابا لیکن کل سے کیوں، مجھے آج سے ہی پڑھنا ہے کل میرا میتھ کا ٹیسٹ ہے۔“ اس نے ملتجی نگاہوں سے فاران اور پھر عدیل کی جانب دیکھا تو عدیل نے فوراً ہی مسکراتے ہوئے اسے کتابیں لانے کو کہا۔ روشانہ خوشی سے اچھلتی ہوئی کتابیں لانے بھاگی جبکہ فرحان بہت بور سا اس کے پیچھے، پیچھے گیا تھا۔

شہزادی بھی خاموشی سے باہر جانے لگی تو فاران نے اسے پکارا۔

”شہزادی پلیز رحیم سے کہہ کر عدیل کے لیے چائے بھجوا دو اور ہاں مجھے کافی چاہیے، میں اپنے کمرے میں ہوں۔“ شہزادی بنا کوئی جواب دیے سیدھی کچن میں چلی گئی۔ رحیم کو فاران کا آرڈر بتا کر وہ اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی کہ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا دوپٹا پکڑ کر ہلکے سے گھسیٹا ہو اس نے گھبرا کر پیچھے پلٹ کر دیکھا فاران اس کے دوپٹے کا پلو اپنی مٹھی میں دبائے اس کے نزدیک آ چکا تھا۔

”پلیز فاران بھائی میرا دوپٹا چھوڑیں......“ شہزادی کی آواز میں لرزش تھی۔

”شہزادی لوگ کہتے ہیں کہ محبت صرف ایک بار ہوتی ہے لیکن تم سے ملنے کے بعد مجھے یہ مفروضہ بالکل غلط لگ رہا ہے۔ جتنی شدت سے میں تمہیں چاہنے لگا ہوں ایسی محبت میں نے کبھی کسی سے نہیں کی ہے۔ اب زنیرا میرے دل سے بہت دور جا چکی ہے مجھے یاد بھی نہیں کہ کبھی وہ میری زندگی میں آئی تھی۔ مجھے تمہارے سوا کچھ بھی یاد نہیں اب۔“ کتنا جنون تھا فاران کی آنکھوں میں شہزادی نے خوفزدہ ہو کر اپنا آنچل چھڑانا چاہا لیکن فاران کی گرفت مزید مضبوط ہوگئی وہ اس کے اور نزدیک آ گیا۔

”شہزادی خدا کی قسم میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ پلیز تم میری ہو جاؤ...... ہمیشہ کے لیے میری بن جاؤ۔“ وہ جیسے اپنے ہوش کھوتا جا رہا تھا۔ لہجے میں اتنی دیوانگی تھی کہ شہزادی کے ہاتھ پاؤں خوف سے کانپنے لگے۔ دل لگتا تھا کہ بند ہی ہو جائے گا۔ وہ ایک فقیر کے مانند اس کے سامنے گڑگڑا رہا تھا۔ اس کی محبت کی بھیک مانگ رہا تھا اور وہ سفید پڑتے ہوئے چہرے کے ساتھ اپنا آنچل چھڑانے کی کوشش میں بے اختیار رو پڑی۔

”پلیز فاران بھائی ایسی باتیں مت کریں، زنیرا باجی صدمے سے مر جائیں گی۔“

”نہیں، اس نے خود مجھے کھویا ہے۔ اب ہم دونوں کے درمیان کچھ بھی نہیں ہے اور میں اس گھٹن زدہ زندگی سے تنگ آ چکا ہوں۔ سوئٹزر لینڈ سے واپس آ کر میں اپنی اور اس کی فیملی کو بٹھا کر اس تعلق کو

ہمیشہ کے لیے ختم کردوں گا۔ بس تم میرا انتظار کرنا۔ اگر پہلے سے میں نے یہ کنٹریکٹ سائن نہیں کیا ہوتا تو میں کبھی نہ جاتا۔'' اس نے شہزادی کا دوپٹا چھوڑ کر بے اختیار اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔

''فاران بھائی!'' اس نے کسمسا کر اپنے ہاتھ چھڑانے چاہے۔

''تم میری ہو شہزادی، میں تمہارا دامن اتنی خوشیوں سے بھر دوں گا کہ جس کا تم تصور بھی نہیں کرسکتیں۔ بس صرف ایک ماہ کی بات ہے پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں الگ نہیں کرسکے گی۔ پلیز میرا انتظار کرنا۔'' آخری جملہ اس نے بہت ملتجی انداز میں شہزادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ تبھی روشانہ کی آواز پر وہ ایک دم پلٹ کر لمبے، لمبے ڈگ بھرتے ہوئے... باہر کی طرف چلا گیا۔ شہزادی سکتے کے عالم میں کھڑی اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

زنیرا جب گھر واپس آئی تو عدیل کو ڈرائنگ روم میں بچوں کو پڑھاتے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے خیال میں تو آج شہزادی نے صرف اس سے بات چیت ہی کرنی تھی لیکن یہاں تو یہ ٹیوٹر باقاعدہ بچوں کو پڑھانے ہی بیٹھ گیا تھا۔ زنیرا کو بہت الجھن سی محسوس ہوئی۔ اسے شہزادی سے اتنی جلد بازی کی امید نہیں تھی۔ ابھی وہ اس کے کمرے کی جانب جا رہی تھی کہ اسے رحیم نظر آیا۔

''رحیم یہ چائے تم کس کے لیے لے جا رہے ہو؟'' اس کے ہاتھ میں چائے اور بسکٹ کی ٹرے دیکھ کر اس نے کچھ الجھ کر پوچھا حالانکہ وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ چائے کس کے لیے ہے۔

''وہ جی فاران صاحب نے کہا تھا کہ بچوں کے سر کے لیے چائے بنا دو۔'' رحیم نے رک کر اسے جواب دیا۔

''صاحب نے......؟'' زنیرا نے شاکڈ ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

''جی آپ کے جانے کے کچھ دیر بعد وہ واپس آگئے تھے مجھ سے کافی بنانے کو بھی کہا تھا لیکن پتا نہیں کیوں جلدی ہی واپس چلے گئے۔'' رحیم چائے لے کر ڈرائنگ روم میں جا چکا تھا لیکن وہ ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ وہیں کھڑی رہ گئی۔

''فاران بنا کسی وجہ کے یوں اچانک کیسے واپس آگیا۔ اس کو تو اسٹوڈیو پہنچنے میں تقریباً چالیس منٹ لگتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ آدھے راستے ہی سے واپس لوٹ آیا تھا۔''

زنیرا کو یاد آیا کہ جب وہ بچوں کو اپنے جانے کا بتا رہی تھی تو وہ اسی وقت کمرے سے نکلا تھا۔ یقیناً اس نے سن لیا تھا کہ کچھ دیر بعد وہ گھر پر نہیں ہوگی۔ زنیرا وسوسوں میں گھری تھکے، تھکے قدموں سے شہزادی کے کمرے کی جانب چلی آئی۔ اسے پورا یقین ہو رہا تھا کہ فاران کی آمد بے مقصد نہیں تھی۔ وہ کل صبح سوئٹزر لینڈ جا رہا تھا اور جانے سے پہلے وہ ضرور شہزادی سے اکیلے میں مل کر کوئی بات کرنا چاہ رہا تھا۔ زنیرا نے فاران کی آنکھوں میں جذبوں کی ایسی شدت محسوس کی تھی جو اسے اذیت سے دوچار کرنے کے ساتھ ساتھ حیران بھی کر رہی تھی۔ زنیرا نے تو ایسا جنون کبھی اپنے لیے بھی محسوس نہیں کیا تھا۔ جب وہ اس کی محبت میں پاگل اسے پانے کے لیے کوشاں تھا۔ اب جبکہ وہ ایک سلیبرٹی تھا۔ ہزاروں لڑکیاں اس پر مرتی تھیں، اسے محبتوں کی کمی نہیں تھی۔ کتنی خوب صورت ہیروئنز اس کے ساتھ کام کرنے کے لیے بے چین رہا کرتی تھیں لیکن اسے تو جیسے شہزادی کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عشق کی ایسی منزل پر پہنچ گیا تھا وہ جس کے بعد جیسے تمام راستے ختم ہوگئے تھے۔

''یہ قدرت لگاتار فاران کو مجھ سے دور کرنے کے اسباب کیوں پیدا کیے جا رہی ہے۔ شہزادی کو میرا

ہمدرد، میرا غم گسار بنا کر بھیجا بھی تو اسی کو میرے دل پر گزرنے والی سب سے بڑی قیامت کا سبب بھی بنا دیا جبکہ میں جانتی ہوں کہ وہ بہت معصوم اور... بے لوث محبت کرنے والی لڑکی ہے۔'' اس نے گہری سانس لے کر سوچا اور شہزادی کے کمرے کے بند دروازے کو کھٹکھٹانے لگی۔ کچھ لمحوں بعد شہزادی کی خوفزدہ سی آواز آئی۔

''کون ہے......؟''

''دروازہ کھولو...... شہزادی میں ہوں۔'' زنیرا کو اس کی آواز سے کسی انہونی کا احساس ہونے لگا تھا۔ شہزادی نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔ کتنی ہراساں سی لگ رہی تھی وہ۔

''کیا بات ہے تم ٹھیک تو ہو ناں......؟'' زنیرا کے دل میں جیسے پنکھے سے لگے ہوئے تھے۔ شہزادی کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آگئے۔ اسے سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ زنیرا کو کیسے بتائے کہ آج فاران نے اپنی باتوں سے اس کی جان نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ زنیرا کو یہ بتانے کی ہمت ہی نہیں کر پا رہی تھی کہ ایک ماہ بعد فاران خاندان کے سامنے زنیرا سے سب تعلق ختم کردے گا۔ وہ کس منہ سے کہتی کہ فاران اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ بس چپ چاپ آنکھوں میں آنسو لیے اسے تکتی رہی۔

''شہزادی پلیز مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟'' زنیرا بہت زیادہ پریشان ہوگئی۔

''باجی وہ فاران بھائی مجھ سے کہہ رہے تھے کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں۔'' وہ بس اتنا ہی کہہ سکی اور بے اختیار زنیرا کے گلے لگ کر رونے لگی۔

''اوہ تو آج انہوں نے اظہار بھی کردیا'' زنیرا کا چہرہ ایک دم مرجھا گیا۔ ''شہزادی یہ تو ہونا ہی تھا لیکن پلیز مجھ سے کچھ اور مت چھپانا۔ انہوں نے تمہارے قریب آنے کی کوشش نہیں کی کوئی اور بات تو نہیں ہوئی۔ تم اتنی زیادہ خوف زدہ کیوں لگ رہی ہو۔'' زنیرا جہاں شہزادی کے اس انکشاف کے بعد اندر سے بری طرح سے ٹوٹ رہی تھی وہیں شہزادی کو اس طرح پریشان اور خوف زدہ دیکھ کر وہ دوسری طرح سے بھی فکر مند ہوگئی تھی۔

''نہیں باجی... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' شہزادی نے فوراً ہی آنسو پونچھتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں اس کے دل میں چھپے وسوسے کو دور کیا تو زنیرا نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے ایک لمحے کو آنکھیں بند کرلیں۔

''باجی آپ میری کہیں بھی شادی کردیں۔ بے شک اس کا نام فقیر ہی کیوں نہ ہو اب میں اُف بھی نہیں کروں گی۔'' اس نے بہت معصومیت سے اپنی پچھلی غلطی کا اعتراف بھی اپنے اس جملے میں کردیا تھا جسے زنیرا نہیں سمجھ سکی تھی۔

''شہزادی تم فکر نہیں کرو، دیکھو اللہ ہمارے ساتھ ہے تبھی تو ایک ماہ کا وقت اس نے ہمیں دیا ہے۔ کل فاران کے جانے کے بعد انشاء اللہ ہم کوئی حل نکالنے کا سوچیں گے۔ فی الحال تم یہیں اپنے کمرے میں آرام کرو۔ میں کھانا بھجواتی ہوں۔'' وہ تھکے ہوئے لہجے میں کہتی جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

''باجی آپ عدیل صاحب سے بھی مل لیجیے گا۔ میں بلاوجہ ہی ان سے غصہ ہوگئی تھی۔ وہ تو بہت اچھے آدمی ہیں۔'' شہزادی نے کچھ جھجکتے ہوئے اسے عدیل کے بارے میں بتایا تو وہ سر ہلاتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی۔ دماغ اتنا ماؤف ہو رہا تھا کہ اس نے یہ پوچھنے کی زحمت بھی نہیں کی کہ وہ کیوں عدیل سے ناراض ہوگئی تھی۔

☆☆☆

عدیل کو بچوں کو پڑھاتے پندرہ دن گزر چکے تھے اب بچے بھی اس سے اچھی طرح مانوس ہو چکے

تھے اور وہ بھی۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے گھر والوں سے بھی زنیرا اور شہزادی کو ملوا دیا تھا۔

”شہزادی آج تم عدیل کے لیے چائے لے کر نہیں گئیں؟“ اس روز نوکر کے ہاتھ چائے بھجوانے پر زنیرا نے اس کے کمرے میں جھانک کر اس سے پوچھا تو شہزادی نے گھبرا کر ہاتھ میں پکڑا ہوا کاغذ بے اختیار مٹھی میں چھپا کر پیچھے کرلیا۔ جسے وہ بہت محویت سے پڑھ رہی تھی۔ زنیرا کچھ کانشس سی ہوکر اس کے نزدیک چلی آئی۔

”کیا لکھا ہے اس کاغذ میں جسے تم چھپا رہی ہو۔“ زنیرا نے تجسس سے اس کی جانب دیکھا تو اس نے نظریں جھکا کر ہاتھ میں پکڑا ہوا کاغذ زنیرا کے سامنے کردیا۔ زنیرا نے ایک نظر اس کاغذ پر ڈالی اور ایک بے ساختہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر دوڑ گئی۔

”افوہ...... کتنی خوب صورت غزل ہے، کیا عدیل نے خود لکھی ہے؟“

”نہیں، وہ کہہ رہے تھے کہ کل اتفاق سے انہوں نے کہیں یہ غزل پڑھی تو اپنی ڈائری میں اتار لی کیونکہ اس کے ہر شعر میں انہیں میں نظر آ رہی تھی۔ اس لیے میرے لیے لکھ کر لائے ہیں۔“ شہزادی نے بہت شرگیں لہجے میں بتایا۔ چہرے پر حیا کے اتنے خوب صورت رنگ بکھر رہے تھے کہ زنیرا ایک پل کو اسے دیکھتی رہ گئی۔

”اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔ ویسے کل عدیل کی امی تاریخ لینے آ رہی ہیں۔ میں نے سوچا ہے کہ اس اتوار کی ڈیٹ دے دوں۔“ زنیرا نے مسکراتے ہوئے اس کی رائے پوچھی تو وہ ایک دم سے ہی اداس ہوگئی۔ اماں اور ابا اس شدت سے یاد آئے کہ دل کی رگیں پھٹتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ رانی کا ہنستا مسکراتا چہرہ آنکھوں میں گھوم گیا۔ کانوں میں اس کی شوخ آواز گونجنے لگی۔ اگر اس وقت وہ ہوتی تو اسے کتنا چھیڑتی، کتنا تنگ کرتی، کاش وہ رانی کو بتا سکتی کہ اسے اس کا آئیڈیل مل گیا ہے۔ فقیر محمد کو ٹھکرا کر اس نے کوئی غلط فیصلہ نہیں کیا تھا۔ اس کی زندگی کے اس اہم ترین دن پر کیا اس کے اپنے شریک نہیں ہوں گے؟ وہ بنا ابا اور اماں کی دعائیں لیے اپنے نئے گھر جائے گی۔ شہزادی کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ زنیرا نے اس کے چہرے پر بکھرتی اداسی کو دیکھا تو فوراً ہی اس کا دھیان بٹانے کی خاطر ہاتھ میں پکڑے ہوئے پرچے پر شوخی سے نظر ڈالی۔

”شہزادی اگر تم برا نہ مانو تو یہ غزل ذرا میں بہ آواز بلند پڑھ لوں۔ ذرا دیکھوں تو سہی کہ اس غزل کے ہر شعر میں تم کیسے جھانکتی ہوئی نظر آ رہی ہو۔“

شہزادی نے گھبرا کر اسے منع کرنا چاہا لیکن زنیرا شریر مسکراہٹ کے ساتھ وہ غزل پڑھ رہی تھی۔ ڈسٹنگ کرتی رضیہ بھی اپنا کام چھوڑ کر بڑے شوق سے اپنی بیگم صاحبہ کو یہ غزل پڑھتے ہوئے سننے لگی۔

”تم حقیقت نہیں ہو حسرت ہو
جو ملے خواب میں وہ دولت ہو
کس طرح چھوڑ دوں تمہیں جاناں
تم میری زندگی کی عادت ہو
کس لیے دیکھتی ہو آئینہ
تم تو خود سے بھی خوب صورت ہو
داستاں ختم ہونے والی ہے
تم میری آخری محبت ہو“

”افوہ...... بھئی تمہارے مجنوں صاحب تو ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہیں۔“ زنیرا نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا تو رضیہ نے بھی فوراً ہاں میں ہاں ملائی۔

”جی بیگم صاحبہ، یہ عدیل صاحب تو بالکل ہیرو لگتے ہیں۔ میں نے ٹی وی پر فلم لیلیٰ مجنوں دیکھی تھی۔ فاران صاحب سے کہوں گی کہ دوبارہ فلم بنالیں۔ شہزادی باجی لیلیٰ اور عدیل صاحب مجنوں بن...

جائیں گے۔“ وہ بہت جوش سے مشورہ دے رہی تھی۔ زنیرا کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا جبکہ شہزادی کو بھی بے اختیار فاران کی وہ باتیں یاد آگئیں جو جانے سے ایک دن پہلے فاران نے اس سے کہی تھیں۔ رضیہ نے اپنے مشورے کا اتنا ٹھنڈا ری ایکشن دیکھا تو کچھ کھسیا کر دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوگئی۔

شہزادی نے چور نظروں سے زنیرا کی جانب دیکھا۔ اس نے ابھی تک زنیرا کو فاران کے ارادے کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ پتا نہیں کیوں اسے ایک آس سی تھی کہ شاید واپس آ کر فاران کا دل پگھل جائے اس وقت تک وہ بھی اس گھر سے جا چکی ہوگی۔ شاید اس کی شادی کا سن کر وہ دل برداشتہ ہو کر واپس زنیرا کی جانب پلٹ آئے۔ وہ زنیرا کو فی الحال اداس اور پریشان نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ کتنی عزیز ہوگئی تھی زنیرا اسے...... اپنے ہر رشتے کا عکس اسے زنیرا میں ہی نظر آتا تھا۔ فاران جیسا وجیہہ اور مشہور ترین ہیرو جس کی تصویریں اکثر وہ اور رانی کاٹ کر اپنی الماری میں رکھا کرتی تھیں، وہ اس کی زلفوں کا اسیر بن جائے گا یہ اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ انسان کی قسمت میں کبھی کبھی ایسی انہونی چیزیں لکھ دی جاتی ہیں کہ جنہیں اس کی اپنی عقل بھی تسلیم کرنے سے انکار کردیتی ہے۔

لیکن کتنی عجیب بات تھی کہ فاران کی وہ دیوانگی، اس کی محبت کی شدتیں، اس کے والہانہ انداز نے شہزادی کو کسی خوب صورت سے احساس سے دوچار کرنے کے بجائے اس کے دل میں ایک خوف سا پیدا کردیا تھا۔ زنیرا سے اس کی محبت اور ہمدردی دو چند ہوگئی تھی۔ جان سے زیادہ عزیز لگنے لگی تھی اسے اپنی یہ باجی۔ بھلا کیسے وہ اس کی جنت کو اجاڑنے کا سوچ بھی سکتی تھی۔

فاران نے جاتے وقت اس سے جو کچھ کہا تھا اس کے الفاظ ایک اژدھے کی طرح جیسے ہر وقت اس کو جکڑے رہتے تھے۔ ایسے میں عدیل جب اس کی زندگی میں داخل ہوا تو اسے وہ ایسے گھنے سائے کے مانند محسوس ہونے لگا جس کی چھاؤں تلے وہ حالات کی اس تپتی دھوپ سے نجات حاصل کرسکتی تھی۔ پہلی ہی ملاقات میں وہ اسے بالکل اپنے خوابوں کے شہزادے کے مانند لگا تھا۔ دل نے شدت سے تمنا کی تھی کہ کاش وہ ہمیشہ کے لیے اس

شہزادے کی پناہ میں آکر اپنے تمام دکھ، درد، پریشانی اس کے حوالے کر کے پُرسکون ہو جائے اور کبھی کبھی دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا بنا کسی رکاوٹ کے ایک دم ڈائریکٹ ہی اللہ کے پاس جا پہنچتی ہے۔ تبھی تو کہا گیا ہے کہ اللہ سے مانگتے ہوئے کبھی نہ تھکو کہ ہر انسان کی زندگی میں آنے والا کوئی ایک لمحہ اپنے اندر قبولیت کی گھڑی چھپائے ہوئے ہوتا ہے اور یہ پل اچانک کب آجائے کسی کو بھی نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ شہزادی کے ساتھ ہوا تھا۔ شاید اس نے بھی قبولیت کے کسی ایسے ہی لمحے میں عدیل کو پانے کی بے اختیار دعا مانگی تھی تبھی تو بیس دن کے اندر، اندر ہی وہ اب عدیل کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے شامل ہونے جا رہی تھی۔ زنیرا کی یہی کوشش تھی کہ فاران کے واپس آنے سے پہلے ہی وہ شہزادی کو باعزت طریقے سے کسی اچھے اور شریف انسان سے بیاہ کر اس گھر سے رخصت کر دے...... لیکن اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اتنی جلدی کوئی ڈھنگ کا رشتہ کہاں ڈھونڈے۔ پڑوس میں رہنے والی مسز جمال کسی رشتے کرانے والی خاتون سے واقف تھیں۔ زنیرا کی ریکویسٹ پر انہوں نے وعدہ کر لیا کہ کل شام وہ اسے ان خاتون سے ملوانے لے جائیں گی۔ وہ مسز جمال سے مل کر جب واپس گھر آئی تو لاؤنج میں سے اسے عدیل اور بچوں کی آتی ہوئی آوازوں نے بتا دیا کہ عدیل انہیں پڑھانے آچکا ہے۔ آج عدیل کو اس گھر میں آتے ہوئے تقریباً ہفتہ ہو رہا تھا۔ وہ بہت محنت سے بچوں کو پڑھا رہا تھا۔ زنیرا اس سے کافی مطمئن تھی۔ ویسے بھی پہلے دن اس سے بات چیت کر کے اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ عدیل ایک شریف اور محنتی نوجوان ہے۔ عدیل نے اسے بتایا تھا کہ اپنے باپ کی بے وقت موت کے بعد وہی اپنے خاندان کا واحد کفیل ہے۔ بیوہ ماں اور دو بہنوں کی ذمے داری وہ بہ خوبی نبھا رہا ہے۔ ایک بڑی فرم میں اسے ٹھیک ٹھاک جاب ملی ہوئی تھی لیکن پھر بھی وہ چاہتا تھا کہ شام کو اسے کہیں ٹیوشن بھی مل جائے...... وہ اپنی ماں اور بہنوں کو بہتر سے بہتر زندگی دینے کا خواہش مند تھا۔ زنیرا اس کے خیالات سے کافی متاثر ہوئی تھی۔

اس وقت بھی وہ عدیل سے بچوں کی پڑھائی کی پروگریس کے بارے میں پوچھنے کا سوچ کر لاؤنج کی طرف مڑی تو اندر کا منظر دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ شہزادی چائے کا مگ ہاتھوں میں تھامے عدیل کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ ہونٹوں پر حیا آمیز مسکراہٹ اور آنکھوں میں ایک بہت خوب صورت سی چمک لیے وہ عدیل کی والہانہ نگاہوں کے حصار میں تھی۔ اس کے ہاتھوں سے مگ لیتے ہوئے عدیل نے آہستہ سے جانے کیا کہا کہ شہزادی کے گلابی رخسار بالکل سرخ ہو گئے۔ زنیرا نے یہ منظر بڑی دلچسپی سے دیکھا اور جیسے اچانک روشنی کا ایک جھماکا سا اس کے ذہن میں ہوا تھا۔ اس کی پریشانی اس کی الجھن کا حل سامنے نظر آنے والا منظر اپنے اندر سمیٹے ہوا تھا۔ اسی شام اس نے پہلے شہزادی سے اس موضوع پر بات کی۔

''شہزادی دیکھو آج میں نے تمہاری شادی کے سلسلے میں مسز جمال سے بات کی تھی۔ میں چاہتی ہوں کہ تم جلد از جلد اپنے گھر کی ہو جاؤ لیکن میں اس جلد بازی میں کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنا چاہتی۔ پلیز مجھے صاف، صاف بتا دو کہ کیا تم اور عدیل ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو۔ کیا عدیل تمہارے لیے سیریس ہے یا محض یہ سب ٹائم پاس؟'' اس نے بہت صاف گوئی سے شہزادی سے پوچھا تو وہ کچھ نروس ہو گئی۔ پچھلے ایک ہفتے میں کچھ اپنے حالات اور کچھ اپنے دل سے مجبور ہو کر وہ دانستہ عدیل کے سامنے آتی رہی تھی۔ کبھی چائے لانے کے بہانے اور کبھی بچوں کے خود ساختہ مسائل ڈسکس کرتے ہوئے بھی وہ جیسے کمرے سے واپس جانا بھول جاتی تھی۔ عدیل

کو بھی یہ بے پناہ حسین اور معصوم سی لڑکی اپنے حواسوں پر چھاتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ مرد تھا اور جان رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر اس سے باتیں کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہی ہے۔ اس کی آنکھوں میں چھپی اداسی اور ایک عجیب سے عدم تحفظ کا احساس جو اس کی باتوں سے جھلکتا تھا وہ بھی عدیل اچھی طرح سے محسوس کر رہا تھا۔ ایک بار اس نے یونہی شہزادی سے پوچھ لیا تھا کہ اس کا اس گھر کے مکینوں سے کیا رشتہ ہے تو اس کی شرمگیں آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئی تھیں۔ ہونٹ کپکپا کر رہ گئے۔ اور وہ بنا جواب دیے تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔ عدیل کی جستجو اس کے بارے میں مزید بڑھ گئی۔ بچوں سے بھی بہانے بہانے کچھ معلومات حاصل کرنی چاہیں لیکن یہ بھی بے سود رہا۔ شہزادی اپنے کمرے میں آکر کتنی ہی دیر روتی رہی تھی۔ یہ ٹائم زنیرا کے جم جانے کا ہوتا تھا ورنہ شاید وہ اس کے دل میں جھانک کر بنا پوچھے ہی اس کے آنسوؤں کا سبب جان جاتی۔ اس دن دل بھر کر رونے کے بعد اس نے اپنی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کیا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اللہ نے عدیل کو ایک فرشتہ بنا کر اس کے لیے بھیجا ہے جو اسے اپنی ذات میں کچھ ایسے سموئے گا کہ پھر اسے کسی کا ڈر نہیں رہے گا۔ وہ اس کی مضبوط پناہوں میں آکر ان نامساعد حالات کا مقابلہ بہت سکون سے بنا کسی خوف کے کر سکے گی۔ عدیل اسے ضرور اس کے اماں، ابا سے ملوا دے گا۔ اس کی.... بے گناہی کا گواہ بن کر ان کی ساری بدگمانی ختم کرنے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوگی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ جب باعزت طریقے سے اپنے ماں، باپ سے ملے گی تو ان لوگوں کا بھرم بھی قائم رہے گا۔ ان کے جھوٹ کا پردہ بھی پڑا رہے گا بلکہ عدیل جیسے داماد کو پا کر وہ سب کچھ بھول کر فخر کے ایک خوب صورت احساس کے ساتھ اسے گلے لگا ئیں گے اور فقیر محمد وہ تو عدیل کو دیکھ کر جل ہی مرے گا۔ البتہ رانی ضرور دل سے خوش ہوگی۔ کتنا کچھ سوچ ڈالا تھا اس نے لیکن پھر بھی دل میں ایک خوف سا تھا کہ پتا نہیں عدیل اس کو ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی میں شامل کرنا بھی چاہے گا یا نہیں...... کیا خبر وہ شادی یا منگنی شدہ ہو...... لیکن بہر حال اس کو رسک تو لینا ہی تھا۔ وہ ویسے بھی اپنے آپ کو ایک ایسی رسی کے اوپر چلتا ہوا محسوس کر رہی تھی جو بہت اونچائی پر تھی اور نیچے گہری کھائی منہ کھولے اس کے گرنے کی منتظر تھی۔ اور اب اس رسی پر ڈگمگا کر چلتے ہوئے وہ اپنے آپ کو بہت غیر محفوظ سمجھنے لگی تھی۔ ایسے میں عدیل کا ہاتھ اسے کھینچ کر ان خوف زدہ لمحات سے نکال سکتا تھا۔ اس رات اس نے بیٹھ کر بہت تفصیل سے عدیل کو ایک خط لکھا۔ جس کا ایک، ایک لفظ سچائی پر مبنی تھا۔ وہ حقیقت جو وہ زنیرا کو لاکھ چاہنے کے باوجود نہیں بتا پائی تھی کچھ بھی اس نے چھپانے سے گریز نہیں کیا۔ زنیرا کو بتا کر وہ اس کا اعتماد کھونے سے ڈرتی تھی لیکن عدیل کو پانے کے لیے اپنی نئی زندگی کی شروعات وہ بھروسے کی بنیاد پر کرنا چاہتی تھی۔ دوسرے دن چائے کی ٹرے میں وہ اپنا خط بھی رکھ کر اسے دے آئی۔ عدیل نے اچنبھے سے اسے دیکھا تو وہ اداسی سے مسکرا دی۔

''اس میں وہ سب کچھ ہے جو آپ جاننا چاہتے ہیں۔ عدیل میری قسمت کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ پلیز آپ مجھے کل ہی جواب دے دیجیے گا۔ میرے پاس وقت بالکل نہیں ہے اور اس کی وجہ بھی میں نے اس خط میں لکھ دی ہے۔'' اس کے لہجے میں امید ناامیدی التجا، خوف سب ہی کچھ شامل ہے۔ وہ فوراً ہی واپس چلی گئی۔ عدیل کا دل اب بچوں کو پڑھانے میں نہیں لگ رہا تھا۔ طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا کر وہ جلدی ہی اٹھ گیا۔ اس رات اس نے شہزادی کا خط کئی بار پڑھا اور ہر بار وہ اسے اپنے دل کے

مزید قریب محسوس ہوئی۔

"میں تمہیں اتنے سخت اور خراب حالات میں کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے لکھا ہے کہ تم میری پناہ میں آنا چاہتی ہو تو شہزادی میں تو خود تمہاری محبتوں کی چھاؤں میں اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ تمہارے قرب میں مجھے جیتے جی جنت مل جائے گی۔" وہ بے خودی میں نہ جانے کیا کچھ لکھ گیا تھا...... اور دوسرے دن وہ شہزادی کو اپنا جواب تھماتے ہوئے جب آہستہ سے کہہ رہا تھا۔

"شہزادی یہ جواب نہیں بلکہ میرا دل ہے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔" تو اسی منظر نے زنیرا کو حیرانی کے ساتھ ساتھ ایک نامعلوم سی خوشی بھی دی تھی۔۔ اور اس وقت اس کے سوال نے شہزادی کو نروس تو کر دیا تھا لیکن بہرحال اب اسے بھی وقت نہیں ضائع کرنا تھا۔ فاران کے آنے سے پہلے، پہلے اسے یہاں سے چلے جو جانا تھا۔

☆☆☆

اس وقت سرخ جگمگاتے عروسی جوڑے میں بیوٹیشن کے مہارت سے کیے گئے میک اپ کے ساتھ وہ بلاشبہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور ہی لگ رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر قبل ہی اس کا نکاح ہوا تھا اور ڈنر کے بعد اب رخصتی کی تیاری ہو رہی تھی۔ عدیل اپنی بارات میں اپنی امی اور بہنوں کے علاوہ بس اپنے چند دوستوں کو ہی لے کر آیا تھا۔ اس شادی میں ان کا کوئی بھی عزیز شریک نہیں تھا۔ ویسے بھی اس شہر میں اس کے کوئی بھی قریبی عزیز مثلاً چچا، پھوپی، ماموں یا خالہ نہیں رہتے تھے اور باقی دور دونزدیک کے رشتے داروں کو بلانے کا مطلب تھا کہ لامتناہی سوالات کا سامنا کرنا۔ ان کے اعتراضات کا جواب دینا اور پھر پیٹھ پیچھے بیٹھ کر وہ لوگ جوبات کا بتنگڑ بناتے وہ ایک الگ کہانی ہوتی۔ شہزادی کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اسے اپنے خواب کی تعبیر بنا کسی انتظار بنا کسی دشواری کے اتنی جلدی مل جائے گی۔ شاید چٹ منگنی پٹ بیاہ والی مثال اُسی کی شادی کے لیے بنائی گئی ہے یہ بھی اس نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

جس دن زنیرا نے شہزادی سے عدیل کے بارے میں پوچھا تھا اسی رات اس نے عدیل کو فون کر کے صبح ہی اپنے گھر آنے کو کہہ دیا تھا۔ عدیل کے لیے اپنی امی کو شہزادی کے بارے میں بتانا بہت مشکل محسوس ہو رہا تھا اور پھر جب اس نے جھجکتے ہوئے انہیں اپنی پسند کے بارے میں آگاہ کیا تو رخشندہ کو بے اختیار اپنے بیٹے پر پیار آ گیا۔ انہیں اپنا یہ فرمانبردار بیٹا بے حد عزیز تھا جسے اپنی خوشیوں سے زیادہ اپنی ماں اور بہنوں کی فکر رہتی تھی۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اپنے اتنے پیارے بیٹے کے لیے اپنی جان بھی دے دیں، یہ تو ایک معمولی سی بات تھی۔ البتہ انہوں نے لڑکی اور اس کے خاندان کے بارے میں تھوڑا بہت جاننا چاہا تھا جسے عدیل نے بہت طریقے اور سمجھ داری سے بتا کر انہیں مطمئن کر دیا...... رخشندہ نے بھی زیادہ کریدنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ انہیں اپنے بیٹے کی خوشی سے زیادہ کچھ اور عزیز نہیں تھا اور یوں آج شہزادی خوشی اور دکھ کے ملے جلے امتزاج کے ساتھ اپنے نئے سفر کی شروعات کر رہی تھی۔ اپنے ابا، اماں اور رانی کی اس موقع پر کمی جہاں اسے رُلا رہی تھی وہاں عدیل کا ساتھ امید کی ایک جگمگاتی کرن بن کر اسے اپنے ماں، باپ سے ملنے کی راہ بھی دکھا رہا تھا۔ زنیرا نے یہ اتنا بڑا قدم اٹھا تو لیا تھا لیکن ایک عجیب سی دہشت بھی اس کے دل کو سہا رہی تھی کہ فاران جب واپس آئے گا تو اس کا کیا... ری ایکشن ہوگا...... پتا نہیں یہ شادی آئندہ اس کی اپنی زندگی پر کیا اثر ڈالنے والی تھی۔

زنیرا اور فاران کی زندگیوں کو لگا گھن چھٹ پائے گا یا نہیں یہ جاننے کے لیے پڑھیے آخری قسط مگر اگلے ماہ



منی ناول

اک نئے موڑ پر

رضوانہ پرنس

آخری حصہ

کبھی منزل، کبھی رستہ کوئی کیسے بدلتا ہے
ہمیں معلوم ہی کب تھا کوئی کیسے بدلتا ہے
یقیں سے بے یقینی کے سفر تک ساتھ تھا میرے
بدل کر اس نے دکھلایا کوئی کیسے بدلتا ہے

راہِ زیست کبھی پُرخار و پُرپیچ تو کبھی رواں دواں ہوتی ہے۔ اسی راہ پر سفر کرتے ہوئے اجنبی مسافروں سے آشنائی، کبھی منزل کی جانب رہنمائی کرتی ہے تو کبھی راہ گم کردیتی ہے... ایسے ہی ایک مسافر کا دلگداز احوال جو منزل پر پہنچا تو ضرور مگر کیسے...؟

شوبز کی دنیا کے اسرار سے پردے اٹھاتی، گراتی ایک دل فریب روداد



کتنی خوب صورت تھی اس کی زندگی کی وہ صبح جب عدیل نے بہت پیار سے اسے جگایا تھا...... وہ جو بالکل بے خبر سو رہی تھی، ایک لمحے کو تو اسے کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے سوئی ہوئی آنکھوں سے عدیل کی جانب دیکھا اور دوسرے ہی لمحے جیسے اس کا ذہن مکمل جاگ اٹھا۔ وہ بے اختیار تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا یہ خوابیدہ حُسن عدیل کے دل پر مزید قیامت ڈھا گیا۔ وہ بے خودی میں اسے تکتا ہی چلا گیا۔

شہزادی کے چہرے پر حیا کے رنگ بکھر گئے اور پلکیں بے اختیار جھک گئیں۔

"اپنے نئے گھر کی پہلی صبح مبارک ہو شہزادی......" عدیل نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بے حد پیار سے اسے دیکھا تو نہ جانے کیوں شہزادی کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔

"مجھے بالکل یقین نہیں آ رہا عدیل کہ اللہ نے مجھے ...میرا اپنا گھر دے دیا ہے۔ اب آپ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گے ناں......" آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے......عدیل نے بے ساختہ اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

"شہزادی تم نے رات کو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اب تم کبھی نہیں روؤ گی پھر یہ وعدہ خلافی کیسی......؟ بس اب ہماری زندگی میں صرف خوشیاں اور مسکراہٹیں ہوں گی اور یہ شادی اور ولیمے کے ہنگامے ختم ہو جائیں تو پھر میں خود تمہارے ابا اور اماں کو جا کر ڈھونڈوں گا...... اور دیکھنا انشاء اللہ وہ خود آ کر تمہیں گلے لگائیں گے۔" کتنی محبت سے وہ اسے سمجھا رہا تھا، تسلی دے رہا تھا اور شہزادی کو کتنے تحفظ کا احساس ہو رہا تھا، اس کی بانہوں کے حصار میں...... بالکل اس طرح جیسے وہ ایک بہت محفوظ پناہ گاہ میں آ گئی ہو، کوئی بھی ڈر خوف یا وسوسہ اس کے دل میں نہیں رہا تھا...... اب اس کا محافظ اس کے پاس تھا پھر بھلا اسے اب کوئی فکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ واقعی قدرت کبھی کبھی انسان کو بالکل اچانک اتنے ناقابلِ یقین طریقے سے خوشیوں سے نوازتی ہے، اس کے خوابوں کو حقیقت میں بدلتی ہے جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔ شہزادی کے ساتھ بھی تو ایسا ہی ہوا تھا...... عدیل کو اللہ نے فاران کے گھر جیسے صرف شہزادی کے لیے ہی بھیجا تھا...... اگر بچوں کے پہلے والے ٹیوٹر بیمار نہ پڑتے تو بھلا وہ کہاں عدیل کو پا سکتی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں توبہ کرتے ہوئے ان بے چارے سر کی بیماری پر شکر ادا کیا تھا۔

"اچھا سنو، اب تم جلدی سے فریش ہو جاؤ تا کہ ہم باہر جا کر امی کے ساتھ ناشتا کر سکیں...... میں چاہتا ہوں کہ پہلے ہی روز سے تم اپنے رویّے سے میری امی کا دل جیت لو...... میری بہنوں کو اپنا گرویدہ بنا لو تا کہ ہم سب سُکھ چین سے اس گھر کی چھت تلے ایک آئیڈیل زندگی گزار سکیں۔" اس بار عدیل نے اشارتاً...... یہ بھی جتانے کی کوشش کی کہ اسے شہزادی کے ساتھ ساتھ...... اپنی ماں اور بہنیں بھی کتنی عزیز ہیں۔

"ٹھیک ہے عدیل، میں جلدی سے تیار ہو جاتی ہوں۔" اس کے لہجے میں چھپی فرمانبرداری کو محسوس کر کے عدیل بے اختیار ہنس دیا۔

"بس یار تمہاری یہی معصومیت تو ہمیں مارے ڈالتی ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ امی کو بھی اپنی یہ معصوم سی بہو بہت جلد بے حد عزیز ہو جائے گی۔" اس نے شہزادی کے رخسار پر جھولتی لٹ کو پیار سے کھینچتے ہوئے اسے شرارت سے دیکھا تو شہزادی کے منہ سے بے ساختہ "انشاء اللہ" نکلا تھا۔

☆☆☆

"سنو اجالا، مجھے بہت ڈر محسوس ہو رہا ہے۔ جوں، جوں فاران کے آنے کے دن قریب آ رہے

ہیں میری جان نکلی جا رہی ہے۔" زنیرا فون پر اجالا سے اپنے اس خوف کو شیئر کر رہی تھی جو دن رات اسے کھائے جا رہا تھا۔

"پاگل ہو تم بھی زنیرا...... بھلا یہ بھی کوئی ڈرنے کی بات ہے، بس بتا دینا کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا عدیل نے فوراً رشتہ بھیجا اور جھٹ پٹ شادی ہو گئی کیونکہ عدیل کو بہت جلدی تھی۔" اجالا نے زنیرا کے خوف کو یکسر رد کرتے ہوئے اس کی ہمت بندھائی۔ اجالا کو نہ جانے کیوں فاران کا شہزادی کے عشق میں دیوانہ ہونا اتنا ناگوار گزر رہا تھا۔ آخری بار فاران سے ملنے کے بعد وہ ایک بہت خوب صورت احساس لے کر واپس لوٹی تھی کہ فاران اسے ٹھکرا کر پچھتا رہا ہے۔ فاران کی اکثر ذومعنی باتوں کو اس نے اپنی مرضی کے رنگ دے کر یہ سمجھ لیا تھا کہ فاران کو اسے اپنی زندگی میں نہ لانے کا افسوس ہے اور وہ محبت جو اس نے کبھی فاران سے کی تھی اب جا کر اس کے دل میں بھی اجالا کے لیے جاگنے لگی ہے اور اسی احساس نے ہمیشہ اس کے دل کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے زخم کو مندمل کر کے اسے ایک عجیب سا سکون بخش دیا تھا۔ حالانکہ اب اس کی زندگی کا مرکز اس کا شوہر اور اس کے بچے تھے لیکن ایک کسک جو کانٹے کی طرح اسے چبھتی رہتی تھی فاران کے رویّے نے جیسے اس چبھن کو یکسر ختم کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ دل سے یہی چاہتی تھی کہ زنیرا اور فاران پھر سے ایک ہو جائیں وہ ان کے بگڑتے ہوئے تعلقات پر بے حد فکر مند بھی رہا کرتی تھی لیکن جب زنیرا نے اسے بتایا کہ فاران کس طرح شہزادی کی محبت میں ڈوب کر اسے حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے تو جیسے چھن سے کوئی چیز اجالا کے اندر ٹوٹی تھی۔ اپنے ٹھکرائے جانے کی اذیت دوبارہ دل میں جاگ اٹھی تھی۔ اسے زنیرا سے بالکل جلن محسوس نہیں ہوتی تھی لیکن شہزادی کے لیے جیسے جلاپے کی آگ اسے اپنے اندر دہکتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔ زنیرا جس کرب سے گزر رہی تھی ویسا ہی دکھ وہ خود بھی محسوس کر رہی تھی۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ فاران کو فون کر کے بے نقط سنائے لیکن زنیرا نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ ہرگز فاران پر یہ بات ظاہر نہ کرے کہ اسے زنیرا کے ذریعے سب کچھ پتا چل گیا ہے ورنہ وہ برافروختہ ہو کر زنیرا کے خلاف کوئی بھی انتہائی قدم اٹھا سکتا تھا۔ اجالا بس کڑھ کر رہ گئی تھی۔

ہم یہیں آس پاس تھے لیکن
ہم تیرے التفات کو ترسے......
عمر بھر گفتگو رہی لیکن
پیار کی ایک بات کو ترسے

اپنی پرانی ڈائری میں لکھے ہوئے کسی مشہور شاعرہ کے یہ اشعار بے اختیار اسے آج پھر یاد آ رہے تھے۔

"اجالا بس دعا کرو کہ فاران کا ری ایکشن بہت سخت نہ ہو۔" زنیرا کی آواز پر وہ اپنے خیالوں سے باہر آ گئی۔

"زنیرا مجھے تو تمہاری باتوں سے سخت الجھن ہو رہی ہے...... ارے اب بھی تمہیں فاران کی ناراضی کی فکر ہے اور کوئی وجہ سنے تو حیران ہی رہ جائے کہ تم نے اس کی محبوبہ کی شادی کہیں اور کرا دی ہے۔ شاباش ہے بھئی تم پر۔" اس بار اجالا کو غصہ ہی آ گیا تو زنیرا اداسی سے مسکرا دی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو اجالا، میں جو اتنی جیلس عورت ہوا کرتی تھی کہ فاران کا کسی لڑکی کی طرف دیکھنا بھی مجھے گوارا نہیں تھا آج قدرت نے دیکھو مجھے کس مقام پر پہنچا دیا ہے۔" کتنا ٹوٹا ہوا لہجہ تھا اس کا......اجالا کو بے اختیار اس پر ترس آنے لگا۔

"زنیرا بی اسٹرونگ...... تم نے جو بھی قدم اٹھایا ہے وہ شہزادی کی خواہش اس کی خوشی اور مرضی

سے اٹھایا ہے۔ تم فاران کے کچھ کہنے سے قبل ہی سارا الزام عدیل اور شہزادی پر رکھ دینا۔ ویسے بھی عدیل کو شہزادی نے ساری سچویشن بتا ہی دی ہے سو وہ خود ہی فاران سے نپٹ لے گا۔ آفٹر آل شہزادی اب اس کی بیوی ہے۔'' اجالا کا مشورہ جیسے زنیرا کے ڈوبتے دل کو ایک تقویت دے گیا۔ ہاں وہ ایسا ہی کرے گی...... بات ویسے بھی سچی تھی کچھ بھی جھوٹ نہیں تھا اس میں...... شہزادی کو تو اپنی منزل مل گئی تھی پھر اس کی وجہ سے بھلا وہ اپنی ڈولتی ہوئی ازدواجی زندگی کی ناؤ کو بالکل ہی کیسے ڈبو دیتی۔

☆☆☆

''ارے رانی، یہ سبز رنگ تم پر بہت کھلے گا اور پرنٹ بھی دیکھو کتنا خوب صورت ہے۔'' یہ آواز سو فیصد فقیر محمد کی تھی جو اچانک ہی شہزادی کے کانوں تک آئی تھی۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا......

بے اختیار اس نے اپنی چادر سے مزید اپنے چہرے کو چھپا لیا...... وہ اپنی ساس کے ساتھ اس وقت.... بازار شاپنگ کے لیے آئی ہوئی تھی۔ اصل میں رخشندہ (عدیل کی ماں) کو قلق تھا کہ شادی اتنی جلد بازی میں ہوئی کہ وہ ڈھنگ سے بری نہیں بنا سکیں سو شادی کے کچھ ہی روز بعد وہ شہزادی کو کپڑوں کی شاپنگ کے لیے یہاں لے کر آئی تھیں۔ عدیل کے آفس جانے اور رافیہ اور مدیحہ کے کالج کے لیے نکلتے ہی انہوں نے نفافٹ ماسی کے ساتھ مل کر گھر کا کام نمٹایا تھا۔ شہزادی کے لاکھ اصرار کے باجود انہوں نے ابھی تک اسے کسی کام میں ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا۔ خود رافیہ اور مدیحہ بھی اپنی اتنی حسین سی بھابی کے ناز اٹھاتے نہ تھکتیں۔ آج بھی بڑی مشکل سے کالج گئی تھیں۔ ورنہ تو شادی کے بعد سے دونوں کی چھٹیاں ہی چل رہی تھیں۔ بس پروانے کی طرح بھابی کے ارد گرد ہی گھوما کرتیں...... شہزادی کو ایک گڑیا کی طرح سجانے سنوارنے میں بھی انہیں بہت مزہ آ رہا تھا۔ عدیل کو ان کی معصوم سی خوشیاں بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ گھر میں بکھری اس خوب صورت سی رونق کو وہ ہمہ وقت اپنے دل میں اتارتا رہتا......

اور آج تو شادی کے بعد اس کا بھی آفس جانے کا پہلا ہی دن تھا بہت جبراً تیار ہو رہا تھا وہ اور شہزادی کو اسے دیکھ دیکھ کر ہنسی آئے جا رہی تھی۔ ویسے بھی آج کل بات بے بات اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھل اٹھتی تھی۔ وقتی طور پر اماں ابا سے ملنے کی خواہش بھی شادی کے نئے، نئے خمار کی جھلملاہٹ میں کہیں چھپ گئی تھی۔

''سنو میرے جانے کے بعد مجھے کتنا یاد کرو گی؟'' عدیل نے جانے سے قبل بہت پیار سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا تو شہزادی کھلکھلا کر ہنس دی۔

''ارے، آپ شام کو تو واپس آجائیں گے اب اتنی سی دیر کے لیے یاد کرنے کا بھلا کیا فائدہ ہوگا...... ویسے بھی میں امی کے ساتھ مارکیٹ جا رہی ہوں۔'' شرارت اس کی آنکھوں میں جھلملا رہی تھی۔ عدیل مصنوعی غصے سے گھورتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تو وہ جھپاک سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ عدیل بھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے باہر آ گیا جہاں رخشندہ اس کے لیے ناشتا لگا رہی تھیں اور حسبِ معمول بہت پیار سے شہزادی کو ڈانٹتے ہوئے دودھ کا گلاس تھما کر پورا ختم کرنے کی ہدایت کر رہی تھیں۔ صبح سے کتنا اچھا لگ رہا تھا یہ سب کچھ شہزادی کو لیکن اس وقت فقیر محمد کی آواز نے جیسے اس کی روح ہی کھینچ ڈالی تھی۔ اسے رانی کی آواز بھی آ رہی تھی جو شاید کسی دوسرے پرنٹ کی بات کر رہی تھی۔ ان دونوں کی طرف شہزادی کی پشت تھی اسی لیے ان کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔ شہزادی نے چادر سے مزید اپنے آپ کو چھپانے کی بھرپور کوشش کی جسے رخشندہ نے نوٹ کر لیا۔

''ارے شہزادی آرام سے بیٹھو، اتنی گرمی میں تمہاری طبیعت خراب نہ ہو جائے۔ ویسے بھی تمہاری چادر خاصی موٹی ہے۔'' رخشندہ کے ٹوکنے پر بھی بس وہ یونہی ہونق چہرے کے ساتھ سر جھکائے بیٹھی رہی...... چہرہ پسینے سے تر ہوا جا رہا تھا اور دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا گویا ابھی باہر آجائے گا۔ رانی اور فقیر محمد چند ہی لمحے اس شاپ پر رکے تھے اور پھر آگے بڑھ گئے لیکن یہ چند لمحے شہزادی کو صدیوں پر محیط لگے تھے۔ اس نے ہلکا سا منہ موڑ کر انہیں دوسری شاپ کی طرف مڑتے دیکھا تو اس کے دل کو قدرے سکون ہوا لیکن بہرحال ان کی اس جگہ پر موجودگی کی تلوار تو لٹک رہی تھی اس کے سر پر...... اگر فقیر محمد کی نگاہ اس پر پڑ جاتی تو وہ اس کی ساس کے سامنے اپنے اگلے پچھلے سارے بدلے نکال لیتا...... گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کا خطاب کتنی حقارت سے دے کر اس کی عزت دو کوڑی کی کر دیتا۔ نہ جانے کیا کچھ کہہ دیتا، وہ اس کی ساس کے سامنے...... نادانی میں اٹھایا ہوا قدم اسے بار بار مختلف موڑ پر باور کراتا رہتا تھا کہ اس سے کتنی بڑی غلطی سرزد ہو چکی ہے۔ اس وقت بھی وہ شدید خوف اور پریشانی کے عالم میں سوچ رہی تھی کہ کیسے وہ ساس سے واپس چلنے کو کہے جو اسے بڑے شوق سے شاپنگ کرانے لائی تھیں۔ تبھی ان کی نظر شہزادی کے زرد ہوتے ہوئے چہرے پر پڑی تو وہ کچھ پریشان سی ہو گئیں۔

''بیٹا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں......؟''

ان کے فکر مند لہجے پر شہزادی کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے اور ساتھ ساتھ فوراً ہی ایک بہانہ بھی سوجھ گیا۔

''امی مجھے بخار سا محسوس ہو رہا ہے۔ سر بھی بہت چکرا رہا ہے۔'' اس کی بات پر رخشندہ اس کا ہاتھ تھام کر پریشانی کے عالم میں کھڑی ہو گئیں۔

''ارے تو مجھے پہلے بتانا تھا ناں...... چلو ہم فوراً گھر چلتے ہیں۔'' شہزادی دل ہی دل میں اطمینان کی سانس لیتے ہوئے دکان سے باہر آ گئی۔ اس نے کن انکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھا فی الحال اسے وہ دونوں کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ دل رانی کو دیکھنے کو مچل رہا تھا لیکن بس وہ کڑھ کر رہ گئی...... بہن کی محبت اپنی جگہ لیکن اس وقت اسے رخشندہ کے سامنے اپنی عزت کا بھرم رکھنا زیادہ ضروری محسوس ہو رہا تھا۔ اتفاق سے رکشا بھی فوراً ہی مل گیا۔ رکشے کے چلتے ہی اسے لگا جیسے اس کی رکتی ہوئی زندگی بھی دوبارہ چل پڑی ہو۔

☆☆☆

''بس اب دو ہی دن تو رہ گئے ہیں واپس جانے میں لیکن پتا نہیں کیوں میرا دل چاہ رہا ہے میں ابھی اڑ کر پاکستان چلا جاؤں۔'' فاران کی بات پر اس کے ڈائریکٹر نے ہنس کر اسے دیکھا۔

''یار تم پہلے ہیرو ہو جو اتنی خوب صورت اور رومینٹک جگہ پر بھی اپنی ہیروئن سے دور، دور ہی رہے۔ پتا ہے وہ کل شوٹ کے بعد مجھ سے کہہ رہی تھی کہ آپ نے اتنی رومینٹک فلم کے لیے اتنا خشک ہیرو کیسے چنا؟''

''پھر آپ نے کیا جواب دیا؟'' فاران نے مسکرا کر ان سے پوچھا۔

''میں نے کہا کہ بھئی رومانس کے سین کرتے وقت تو وہ حقیقت کے رنگ بھر دیتا ہے ناں بس اسی پر گزارہ کر لو۔'' ڈائریکٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا تو فاران کو بھی ہنسی آ گئی۔ ویسے حقیقتاً فاران ہرگز اتنا خشک مزاج نہیں تھا لیکن اب تو جیسے اس کے دل کی ہر دھڑکن صرف شہزادی کو ہی پکارتی تھی...... اس کے حواسوں پر وہ کچھ ایسے چھائی جا رہی تھی کہ سوائے اسے سوچنے کے کچھ اور کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا...... سوئٹزر لینڈ کی ساری خوب صورتی اس کی یادوں نے جیسے ماند کر دی تھی۔ اتنا ٹوٹ کر تو اس نے کبھی زنیرا کو بھی نہیں چاہا تھا۔ جس

کے عشق میں ڈوب کر اس نے اپنے گھر والوں کی ناراضی مول لے لی تھی اور اب وہی زنیرا اس کی زندگی میں کہیں دور، دور نہیں تھی لیکن ان کی زندگی میں آنے والی یہ دوریاں، یہ فاصلے تو شہزادی سے ملنے سے قبل ہی ان دونوں کے درمیان آچکے تھے اور اس کی قصوروار بھی فاران کی نظر میں زنیرا ہی تھی جس نے اس کی زندگی میں آنے والے اس نئے موڑ پر قدم قدم پر اس کے راستے میں کانٹے بچھائے۔ اسے آگے بڑھتا دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے اسے پیچھے کی طرف دھکیلنا چاہا...... اسے اپنی اس نئی فیلڈ میں کام کرنے کے لیے ذہنی سکون کی ضرورت تھی لیکن زنیرا نے اسے ہر پل ایک اذیت سے دوچار رکھا...... پتا نہیں کہاں کی نفرت سما گئی تھی فاران کے دل میں زنیرا کے لیے کہ اب وہ اس کی رفاقت میں زندگی گزارنے کا تصور کرتے ہوئے بھی گھبرانے لگا تھا۔ یہاں تک کہ اجالا جسے اس نے زنیرا کی محبت میں ٹھکرا دیا تھا اب اسے زنیرا کے مقابلے میں اچھی لگنے لگی تھی، اپنے فیصلے پر پچھتاوا محسوس ہونے لگا تھا۔ اسے اور پھر ایسے میں شہزادی کا اچانک اس کی زندگی میں آجانا اسے اپنی سپاٹ اور تنہا خزاں آلود زندگی میں بہار کے ایک مہکتے ہوئے خوشگوار جھونکے کے مانند محسوس ہوا تھا۔ وہ پہلی ہی نظر میں کچھ اس طرح سے دل میں اتر گئی تھی کہ بس پھر وہیں کی ہو کر رہ گئی، وہ اس لمحے کے سحر سے پھر کبھی نکل ہی نہیں پایا۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ محبت دل میں داخل ہونے کے لیے اجازت نہیں مانگتی۔ یہ تب ہو جاتی ہے جب نہیں ہونی چاہیے۔ ایسا ہی کچھ فاران کے ساتھ ہوا تھا۔ شہزادی کی محبت دل میں بس جانے کے بعد پھر اسے کسی اور کی تمنا ہی نہیں رہی تھی۔ کسی بھی عورت میں اسے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ اس بار وہ واپس جا کر شہزادی کو بتانا چاہتا تھا کہ اس کی محبت میں کوئی ہوس شامل نہیں ہے وہ اس کے جسم کی نہیں روح کی

پکار ہے۔ وہ اسے ہمیشہ کے لیے اپنا کر اپنی زندگی میں بکھری ہوئی ساری تشنگی کو مٹا دینا چاہتا ہے۔ وہ اس سے عمر میں بہت چھوٹی سہی لیکن وہ اسے کبھی اس فرق کو محسوس نہیں ہونے دے گا۔ اب بھی وہ اتنا ینگ لگتا ہے کہ کم عمر ہیروئن بھی اس کے ساتھ سوٹ کر جاتی ہے۔ خوابوں اور خواہشوں کی راہ گزر پر چلتا ہوا وہ بہت دور تک نکل جایا کرتا تھا اور اب تو بس دو ہی دن رہ گئے تھے اس کی بے قراری کو قرار ملنے کے لیے...... اس نے پچھلے دنوں گھر کے لینڈ لائن نمبر پر فون کرنے کی کافی کوشش بھی کی تھی لیکن شاید فون خراب تھا کال مل کر ہی نہیں دی اور زنیرا کے موبائل پر وہ کال کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ لینڈ لائن کا فون خراب نہیں بلکہ زنیرا نے اس کا تار ہی نکال دیا ہے وہ نہیں چاہتی تھی کہ بچوں یا نوکروں کے ذریعے شہزادی کی شادی کی خبر اسے مل جائے۔ جتنی خاموشی سے یہ شادی ہوئی تھی اسے فاران کے یہاں آنے تک اسی خاموشی کو برقرار رکھنا تھا۔

☆☆☆

وہ عدیل کے سینے میں منہ چھپائے بہت...... بے قراری سے رو رہی تھی۔ عدیل اس کا سر سہلاتے ہوئے اسے تسلی آمیز لہجے میں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ”دیکھو شہزادی انشاء اللہ تم بہت جلدی بڑی عزت کے ساتھ اپنے اماں، ابا اور رانی سے ملوگی، مجھ پر بھروسا رکھو۔ میں آج تمہارے محلے میں گیا تھا لیکن اگر تم اپنا رونا بند نہیں کروگی تو میں اس سے آگے کچھ نہیں بتاؤں گا۔“ اس کی پیار بھری دھمکی کام آگئی شہزادی نے بے اختیار اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے بہت بے تابی سے اس کی جانب دیکھا۔

”عدیل جلدی بتائیں پھر کیا ہوا...... اماں اور ابا کے بارے میں بھی کچھ پتا چلا...... ہم کب ان سے ملنے جا رہے ہیں؟“ اس کی بے قراری پر عدیل کو ہنسی

آگئی۔ وہ آفس سے جونہی اندر داخل ہوا تھا رخشندہ نے اسے شہزادی کی طبیعت کے بارے میں فوراً ہی بتا ڈالا تھا۔ رافیہ اور مدیحہ اسی کے پاس بیٹھی ہوئی اس کا دل بہلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ عدیل کے کمرے میں داخل ہونے پر وہ دونوں چائے لانے کا کہہ کر جیسے ہی کمرے سے باہر نکلیں شہزادی جو اتنی دیر سے اپنے اوپر ضبط کا بند باندھے ہوئے تھی فوراً ہی اٹھ کر عدیل سے لپٹ کر کچھ ایسے روئی کہ وہ پریشان ہو گیا۔

”کیا ہوا شہزادی سب خیریت تو ہے ناں......؟“

”عدیل آج بازار میں مجھے رانی نظر آئی تھی فقیر محمد بھی ساتھ تھا۔“ اس نے ہچکیوں کے درمیان... بہ مشکل بتایا تو عدیل گھبرا سا گیا۔

”اوہ...... تو کیا ان لوگوں نے امی کے سامنے تم کو کچھ کہہ دیا کیا؟“ عدیل کی پریشانی جائز تھی، اس نے ماں سے یہ بات چھپائی تھی کہ شہزادی گھر سے بھاگ کر زنیرا کے پاس رہ رہی تھی۔ وہ اپنی امی کے خیالات سے اچھی طرح واقف تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ سب کچھ برداشت کرلیں گی لیکن گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کو کبھی قبول نہیں کریں گی کیونکہ ان کی نظر میں ایسی لڑکیاں بالکل بھی قابلِ عزت نہیں تھیں۔ وہ شہزادی کی بے گناہی کو کسی حال میں بھی تسلیم نہیں کرنے والی تھیں۔ تبھی اس نے انہیں یہ ہی بتایا تھا کہ شہزادی زنیرا کے دور کی رشتے داروں میں سے ہے اور کچھ گھریلو حالات کی خرابی نے اسے زنیرا کے ساتھ رہنے پر مجبور کردیا ہے۔ زنیرا نے بھی عدیل کی درخواست پر ایسی ہی کہانی رخشندہ کو سنائی تھی اور رخشندہ نے بھی زیادہ کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی ویسے بھی وہ زنیرا سے مل کر مطمئن ہوگئی تھیں اور پھر شہزادی کا اتنا معصوم چہرہ اور بے پناہ حسن انہیں بہت متاثر کر گیا تھا۔

”نہیں عدیل، اللہ کا شکر ہے کہ ان لوگوں نے ہمیں نہیں دیکھا اور میں فوراً طبیعت خرابی کا بہانہ بنا کر امی کو لے کر واپس آگئی لیکن رانی کو دیکھنے کے بعد مجھ سے صبر نہیں ہو رہا ...... میں کیا کروں عدیل...... میں اتنی بے بس کیوں ہوگئی آخر کب میں اپنے گھر والوں سے مل سکوں گی۔“ وہ زار و قطار رو رہی تھی عدیل کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی اور اب عدیل کے یہ بتانے پر کہ وہ آج اس کے محلے گیا تھا جیسے اس کے آنسو ایک دم تھم گئے تھے۔

”شہزادی مجھے پتا چلا ہے کہ پرسوں تمہارے اماں اور ابا واپس لاہور آرہے ہیں۔ تمہارے پڑوس میں رہنے والے ایک صاحب نے میرے پوچھنے پر بتایا کہ اجمل صاحب پرسوں واپس اپنے گھر آجائیں گے کیونکہ آج ہی ان کی چھوٹی بیٹی اپنے شوہر کے ساتھ گھر کی صفائی وغیرہ کروانے آئی تھی۔“ عدیل اسے بتا رہا تھا اور وہ پوری آنکھیں کھولے اسے ایک ٹک دیکھ رہی تھی۔ بہت ہی عجیب سی کیفیت سے... دوچار ہو رہا تھا اس کا دل...... اماں، ابا اور رانی سے ملنے کی بے پناہ خوشی اپنی جگہ لیکن اس خوشی میں چھپا شدید خوف ایک عفریت کے مانند اسے سہا بھی رہا تھا۔

ابا کا ری ایکشن نہ جانے اسے دیکھ کر کیسا ہوگا...... وہ اسے معاف بھی کریں گے یا نہیں......؟ اماں بھی اپنی خفگی جتائیں گی ضرور لیکن پھر ان کی خفگی، ان کے آنسوؤں میں بدل جائے گی اور رانی وہ تو سب کچھ بھلا کر بے اختیار آکر اس سے لپٹ جائے گی۔ رہ گیا...... فقیر محمد تو عدیل کے سامنے اس کی ہمت ہی نہیں پڑے گی کچھ بھی کہنے کی۔ بس کاش ابا اسے معاف کردیں...... ایسی ہی کتنی سوچیں اس کے ذہن میں ہلچل مچا رہی تھیں۔

”عدیل میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔ میں کیسے سب کا سامنا کروں گی۔ پتا نہیں وہ میری بات کا یقین بھی کریں گے یا نہیں۔“ شہزادی کی آواز میں لغزش تھی۔

”میں نے اس معاملے پر غور کرلیا ہے۔ کل ہم

دونوں زنیرا صاحبہ کے گھر چلتے ہیں۔ تمہیں ہمت کر کے اب انہیں ساری سچائی بتانی ہوگی۔ اتنے دنوں میں ویسے بھی وہ تمہیں سمجھ ہی گئی ہیں۔ تمہارے کردار، تمہاری معصومیت کی تو وہ قسم کھانے کو تیار رہتی ہیں تو پھر تمہارے مصلحتاً بولے ہوئے جھوٹ کو وہ بالکل مائنڈ نہیں کریں گی بلکہ انہیں تو خوشی ہوگی کہ تمہاری کوئی ظالم خالہ نہیں ہیں بلکہ تمہارے چاہنے والے ماں، باپ اور بہن موجود ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارا اس طرح اپنے ماں باپ کو چھوڑ دینا انہیں برا لگے لیکن بہر حال تم انہیں منا ہی لوگی۔'' عدیل کی باتوں پر اس نے الجھ کر اسے دیکھا۔

''لیکن عدیل انہیں یہ سب کچھ بتانے کی کیا ضرورت ہے؟''

''ارے پاگل لڑکی...... ان کی گواہی تمہارے اس کیس کو بہت مضبوط بنا دے گی...... پہلے میں، زنیرا صاحبہ اور ان کے بچوں کے ساتھ جا کر تمہارے ابا سے ملوں گا...... ہم لوگ ہر ممکن طریقے سے ان لوگوں کا دل صاف کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں تمہارا شوہر ہونے کے ناتے تمہاری پاکیزگی کی گواہی دوں گا۔ زنیرا صاحبہ بھی تمہاری بے گناہی کی گواہ ہوں گی۔ میں روشانہ کو بھی سمجھا دوں گا کہ وہ اپنی شہزادی باجی کے بارے میں یہ ضرور بتائے کہ وہ اس کی باجی بن کر اس کے ساتھ رہتی تھیں۔ شہزادی پلیز تم مجھ پر بس دل سے بھروسا کر کے ہر فکر سے آزاد ہو جاؤ۔ میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔'' اس کے ڈوبتے ہوئے دل میں عدیل کا ہر جملہ جیسے ایک تقویت بن کر اتر رہا تھا۔

☆☆☆

وہ راستے پہ لا کے دامن چھڑا رہے ہیں
جس دل میں گھر بنایا اس گھر کو ڈھا رہے ہیں
پہچان کے بھی ہم کو، انجان ان کا بننا
اپنے تغافلوں سے دل کو دُکھا رہے ہیں
ہم نے تو کبھی ان کو، ایسے نہیں ستایا
پوچھے کوئی شگفتہ، وہ کیوں ستا رہے ہیں

جہاز کی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے وہ آنکھیں بند کیے اپنے حسین تصورات میں گم تھا۔ لاہور آنے میں بس اب کچھ ہی دیر باقی تھی۔ اس نے جیب سے بے حد خوب صورت ڈائمنڈ کی رنگ ایک بار پھر نکال کر دیکھی اور ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ساتھ بیٹھی ہوئی ماہ رخ نے کچھ جیلس ہو کر اسے ٹوکا۔

''فاران آپ بار بار یہ انگوٹھی نکال کر کیا جتانا چاہ رہے ہیں۔ ارے بابا ہم سب جانتے ہیں کہ آپ کی بیوی بہت پیاری ہیں اور......'' فاران نے کچھ خشک لہجے میں اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔

''ماہ رخ پلیز یہ میرا بہت پرسنل معاملہ ہے، میں اس پر ڈسکشن کرنا بالکل پسند نہیں کروں گا۔''

ماہ رخ کچھ کھسیا سی گئی۔ وہ اس کی فلم کی ہیروئن ہونے کے باوجود اس وقت اپنے آپ کو ایکسٹرا سے بھی کم محسوس کر رہی تھی۔

''سوری فاران، آپ میرے کو اسٹار ہیں سو تھوڑا سا مذاق کرنے کا حق سمجھ لیا تھا...... لیکن آپ کچھ زیادہ ہی sensitive ہو رہے ہیں آج کل، اللہ خیر کرے......'' وہ تلخی سے کہتے ہوئے اپنی سیٹ سے اٹھ کر آگے جا کر بیٹھ گئی۔ ویسے بھی فرسٹ کلاس میں کافی سیٹس خالی تھیں۔ ان کے ڈائریکٹر نے جو ان کے ساتھ والی رو میں بیٹھا ہوا تھا ان کے درمیان ہوتی ہوئی اس تلخی کو محسوس کیا تو کچھ گھبرا سا گیا۔ ابھی اس کی فلم کا کچھ کام باقی تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کے بگڑتے تعلقات کا اثر اس کی فلم پر پڑے...... وہ کچھ اپ سیٹ سا ہو کر فاران کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔

''فاران یار، ذرا مجھ پر رحم کرو...... ماہ رخ کو تو تم جانتے ہی ہو اس کا نخرہ ساری فلم انڈسٹری میں مشہور ہے اگر اس نے کچھ گڑبڑ کر دی تو میں تباہ ہو جاؤں گا یار......'' شہریار کی پریشانی کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی۔ ماہ رخ اس سے پہلے بھی شہریار سے فاران کے رویے کے بارے میں شکایت کر چکی تھی۔

اسے اپنے حسن اپنی اداکاری پر کچھ زیادہ ہی ناز تھا۔ ویسے بھی آج کل وہ کافی ٹاپ پر جا رہی تھی بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ہر فلم پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کی ضرورت بنتی جا رہی تھی وہ...... فاران کے ساتھ شوٹنگ میں جذباتی سین کراتے ہوئے اب وہ سچ مچ اس کے قریب آنا چاہ رہی تھی لیکن فاران کی طرف سے ملنے والے کولڈ رسپانس کو جیسے اس نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تھا، اپنی انسلٹ محسوس کرنے لگی تھی وہ...... اس کے تو ایک اشارے پر لوگ جان دینے کو تیار ہو جاتے تھے اور فاران تھا کہ اس کی نگاہِ التفات کو اہمیت ہی نہیں دے رہا تھا...... اور اس وقت جب اس کی منزل کچھ گھنٹوں کی مسافت پر تھی اور وہ آنکھیں موند کر صرف اور صرف شہزادی کو سوچنا چاہ رہا تھا ایسے میں شہریار کی بے چارگی سے کی گئی ریکویسٹ پر عمل کرنا اسے انتہائی کٹھن لگ رہا تھا۔

شہریار فلم کا ڈائریکٹر اور پروڈیوسر دونوں ہی تھا اور ماہ رخ کا آف موڈ اسے بہت فکر مند کر رہا تھا...

شہریار کے اصرار پر وہ طوعاً و کرہاً اٹھ کر ماہ رخ کے پاس آ گیا کہ بقول شہریار تم جہاز کو اس وقت فلم کا سیٹ سمجھ کر تھوڑی سی ایکٹنگ کر کے ماہ رخ کا موڈ ٹھیک کر دو...... اور پھر ایسا ہی ہوا اس نے کچھ دیر کے لیے اپنے آپ کو ایک بار پھر ہیرو کے روپ میں ڈھال لیا تھا جو فلم میں اپنی ہیروئن کو منانے کے لیے بہت خوب صورت جملوں کا سہارا لیا کرتا تھا۔ ویسے بھی شہریار نے اسے اپنی دوسری فلم کے لیے سائن کیا ہوا تھا اور فاران جانتا تھا کہ شہریار کو نقصان پہنچنے کا مطلب اس کے اپنے کیریئر کو دھچکا لگنے کے مترادف تھا۔

لاہور کے ائرپورٹ پر جب جہاز لینڈ کر رہا تھا تو جہاں ماہ رخ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری

ہوئی تھی وہیں فاران کا دل بھی اپنی جانِ جاں سے ملنے کے تصور سے ہی کھلا جارہا تھا۔ وہ ایک بہت خوب صورت احساس سے سرشار تھا، کتنی عجیب سی بات تھی کہ اس دوران اسے ایک پل بھی زنیرا کا خیال نہیں آیا تھا بس دل ایک ضدی بچے کے مانند... صرف شہزادی کے نام کی گردان کیے جارہا تھا۔ اس نے کسی کو بھی اپنی فلائٹ ٹائمنگ کے بارے میں نہیں بتایا تھا صرف اس کا سیکریٹری ائرپورٹ پر اس کا منتظر تھا۔ کار جب اس کے بنگلے کے پورچ میں آکر رکی تو لان میں کھیلتا ہوا فرحان دوڑتا ہوا آکر اس سے لپٹ گیا۔ فاران نے بے اختیار اسے گود میں اٹھالیا۔ اپنے بچے پر اسے بے تحاشا پیار آیا تھا۔ اتنے دنوں بعد جو دیکھا تھا اسے۔ فاران کو کچھ ندامت سی بھی محسوس ہوئی تھی اس وقت...... کیسا باپ تھا وہ جو شہزادی کی یادوں میں گم ہوکر اپنے بچوں کو بھلا ہی بیٹھا تھا۔ کیا شہزادی کی محبت سب رشتوں پر بھاری پڑ گئی تھی۔ وہ فرحان کو گود میں اٹھائے اس سے باتیں کرتا ہوا اندر داخل ہوا تو ڈرائنگ روم سے آتی ہوئی باتوں کی آواز پر وہ کچھ ٹھٹک کر رک گیا، بے اختیار دل میں خیال آیا کہ کہیں راحیلہ باجی یا زنیرا کے امی ابو تو نہیں آئے ہوئے ہیں۔

''اچھا ہے اگر وہ لوگ آگئے ہیں تو اب مجھے بھی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوجائے گی۔ اب میں مزید وقت نہیں ضائع کروں گا۔'' فاران نے بیٹے کو گود سے اتارتے ہوئے سوچا تھا۔

''بابا آگئے...... بابا آگئے......'' فرحان خوشی سے اچھلتا ہوا اندر ڈرائنگ روم میں دوڑتا ہوا چلا گیا۔ فاران بھی اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوا تھا اور پھر جیسے سامنے کے منظر نے اسے بالکل ہی منجمد کردیا۔ پتا نہیں موت کی تکلیف کیسی ہوتی ہوگی لیکن آج اس نے مرنے سے پہلے ہی اس کا مزہ چکھ لیا تھا۔ سامنے ہی شہزادی ڈیپ ریڈ کامدانی کے سوٹ میں عدیل کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ گورے، گورے ہاتھوں میں رچی مہندی، سڈول کلائیوں میں کھنکتی سرخ سنہری چوڑیاں اور چہرے پر بکھرا دلہناپے کا روپ بہت واضح طور پر بتا رہا تھا کہ وہ نئی نویلی دلہن ہے اور اس کے بالکل نزدیک بیٹھا ہوا عدیل...... فاران کا دل جیسے ڈوبنے لگا تو کیا زنیرا نے اس کی غیر موجودگی میں شہزادی کو اس سے چھین کر عدیل کا بنادیا...... وہ تہی دامن رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں ہر پل بسنے والے خواب کی تعبیر بجائے اس کے، عدیل کو کیسے مل سکتی ہے۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے، وہ جنونی انداز میں آگے بڑھا...... زنیرا جو عدیل کی کسی بات پر مسکرا رہی تھی۔ اچانک ہی فرحان کی اس آواز پر کہ بابا آگئے بے اختیار متوحش ہوکر سامنے دیکھنے لگی جہاں فاران شدید غصے کی کیفیت میں اسے اپنی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا تھا۔ اسے لگا جیسے ایک دم سے اس کے پیروں کی جان نکل گئی ہو۔ وہ ویسے ہی بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی جبکہ شہزادی کے چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا تھا البتہ عدیل اپنے آپ کو سنبھالتا ہوا جلدی سے کھڑا ہوگیا۔

''السلام علیکم...... سر what a pleasant surprise'' فاران کو تو جیسے کچھ سنائی دے رہا تھا اور نہ کچھ دکھائی...... وہ عدیل کا بڑھا ہوا ہاتھ نظر انداز کرتے ہوئے زنیرا کے قریب آگیا۔

''یہ تم نے کیا کردیا زنیرا...... میں تمہیں بھی معاف نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم میں تمہیں اس کی بہت بڑی سزا دوں گا۔'' اس کے لہجے کی دہکتی آگ جیسے زنیرا کو جھلسائے جارہی تھی۔ خوف کے مارے منہ سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی کہ وہ اپنی صفائی میں کچھ کہہ پاتی۔ عدیل اس گمبھیر سچویشن کو سنبھالنے کی خاطر جلدی سے آگے بڑھ آیا۔

''سر اس میں زنیرا صاحبہ کا کوئی قصور نہیں ہے اصل میں......'' لیکن عدیل کا جملہ آدھا ہی رہ گیا کیونکہ فاران نے پلٹ کر اس کے گال پر اتنی زور سے تھپڑ مارا تھا کہ وہ لڑکھڑا کر قریب رکھی ہوئی میز سے ٹکرا گیا۔ شہزادی کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ فاران نے پلٹ کر اسے دیکھا اور بے اختیار اس کے قریب آکر دیوانگی کے عالم میں اس کے کاندھوں کو جھنجوڑ ڈالا۔

''شہزادی میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ میرا انتظار کرنا لیکن پھر تم کیوں اس عورت کی باتوں میں آگئیں۔ تمہیں نہیں پتا اس وقت میرے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ تم ابھی اسی وقت میرے ساتھ چلو میں ان سب سے نپٹ لوں گا۔'' فاران بالکل ہوش میں نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ عدیل تیزی سے ان لوگوں کے نزدیک آیا اور پوری قوت سے فاران کو دھکا دے کر شہزادی کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا جو تھر تھر کانپ رہی تھی۔

''خبردار جو آئندہ میری بیوی کے قریب بھی آنے کی کوشش کی۔ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔'' عدیل بھی آپے سے باہر ہورہا تھا۔ آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا تھا۔ زنیرا پھٹی، پھٹی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہی تھی جبکہ فرحان سہم کر زور، زور سے رونے لگا۔ شور کی آواز شاید باہر تک بھی پہنچ گئی تھی تبھی دونوں گارڈز بھاگتے ہوئے اندر آگئے جہاں فاران، عدیل کے دھکا دینے کے بعد اس کی دھمکی کے جواب میں اس پر جھپٹا تھا اس نے عدیل کو مُکا مارنا چاہا لیکن عدیل نے اپنے ہاتھ سے اسے روک دیا۔ اتنے میں دونوں گارڈز نے جلدی سے بڑھ کر عدیل کو اپنے قابو میں کرلیا جو فاران سے گتھم گتھا ہوچکا تھا۔

''لے جاکر باہر پھینک دو اس منحوس کو۔'' فاران نے چیخ کر گارڈ کو حکم دیا۔ ایک گارڈ نے زور سے عدیل کو تھپڑ مارتے ہوئے اسے باہر کی طرف گھسیٹا جبکہ دوسرا ابھی اسے مارنے سے گریز نہیں کررہا تھا۔ شہزادی روتے ہوئے زنیرا سے لپٹ گئی تب زنیرا میں نہ جانے کہاں سے ہمت آگئی وہ بے اختیار زور سے چلّائی۔

''قادر چھوڑ دو انہیں، یہ میرے مہمان ہیں۔'' گارڈز نے کچھ گھبرا کر فاران کی طرف دیکھا۔ اتنے میں عدیل نے تیزی سے اپنے آپ کو چھڑایا اور روتی ہوئی شہزادی کا ہاتھ تھام کر قہر آلود نظروں سے فاران کو دیکھتا ہوا باہر کی جانب بڑھا۔ فاران نے بہت کرب سے دونوں کو جاتے ہوئے دیکھا۔ جس کی یادوں جس کے خیالوں نے اسے دنیا سے بیگانہ کردیا تھا...... وہ اس کے عشق اس کے جنون سے کتنی بیگانہ تھی۔ اس کے جذبات اس کے احساسات سے وہ کیسے اتنی لاتعلق تھی کہ اسی کے سامنے عدیل کا ہاتھ تھام کر جاتے ہوئے اسے جتا گئی تھی کہ اس کی چاہت وہ نہیں بلکہ عدیل ہے۔ دونوں گارڈز بھی ان کے پیچھے باہر جاچکے تھے، وہ خالی، خالی نظروں سے دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ تب ہی زنیرا جھجکتی ہوئی اس کے نزدیک چلی آئی۔ اس نے روتے ہوئے فرحان کا ہاتھ تھاما ہوا تھا جو سسکیاں بھرتا ہوا خوفزدہ نظروں سے باپ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ تو اچھا ہی ہوا تھا کہ روشانہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھی وہ اپنی کسی کلاس فیلو کی برتھ ڈے پر ابھی کچھ ہی دیر قبل گئی تھی ورنہ صورتِ حال مزید گمبھیر ہوجاتی کیونکہ وہ بڑی حساس بچی تھی۔

زنیرا کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ فاران یوں اچانک آجائے گا۔ عدیل آج شہزادی کو لے کر اس کے پاس بہت اہم مسئلہ ڈسکس کرنے آیا تھا...... اور جب شہزادی نے ڈرتے، ڈرتے اسے اپنی اصل کہانی سنائی تھی تو لمحے بھر کو تو وہ شاکڈ رہ گئی تھی اسے شہزادی کے جھوٹ پر غصہ بھی آیا تھا لیکن پھر عدیل کے سمجھانے اور شہزادی کے آنسوؤں نے اسے موم کردیا تھا اور اس وقت وہ لوگ کل کا پروگرام طے کررہے تھے کہ کیسے شہزادی کے والدین سے مل کر انہیں اس کی بے گناہی کا یقین دلایا جائے لیکن

فاران کی آمد نے جیسے ماحول کو یکسر بدل دیا تھا...... زنیرا کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ فاران نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا...... عجیب سا دکھ، شکایت، نفرت اور غصہ سب ہی کچھ تو تھا اس کی آنکھوں میں۔

”تم فرحان کو چپ کروا کے فوراً میرے کمرے میں آؤ۔“ فاران کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ اس کی کاٹ زنیرا کو اپنی رگ و پے میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

☆☆☆

”عدیل مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں کانپ رہے ہیں میرے۔ میں کیسے ابا اور اماں کا سامنا کروں گی۔“ شہزادی کی آواز خوف سے کپکپا رہی تھی...... وہ دونوں اس وقت موٹر سائیکل پر تقریباً شہزادی کے محلے کے اندر داخل ہونے والے تھے، اس نے سیاہ چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح سے لپیٹا ہوا تھا۔ دل کچھ اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اس کی آواز شہزادی کو اپنے کانوں تک آرہی تھی۔

”شہزادی پلیز ہمت سے کام لو...... میں تمہارے ساتھ ہوں ناں...... انشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔“ عدیل نے اسے تسلی دیتے ہوئے موٹر سائیکل اس کے گھر کی گلی کے سامنے روک دی۔

کل فاران کے گھر ہونے والے واقعے کے بعد وہ چاہتا تھا کہ شہزادی جلد از جلد اپنے والدین سے باعزت طریقے سے مل لے۔ فاران کے اتنے سخت... ری ایکشن کے بعد اب زنیرا کو اس معاملے میں انوالو کرنا خارج از امکان لگ رہا تھا اور خود اس کی اپنی غیرت بھی یہ گوارا نہیں کر رہی تھی کہ اب وہ دوبارہ فاران کے گھر سے کسی قسم کا بھی کوئی تعلق رکھے...... اس وقت بھی اس کا یہ ہی دل چاہا تھا کہ وہ فاران کو جان سے مار دے اگر گارڈز اپنی بندوقوں کے ساتھ اندر نہ آجاتے تو شاید وہ یہ کر بھی گزرتا لیکن بعد میں اسے یہ احساس ہوا تھا کہ شدید غصے میں کیا گیا فیصلہ خود انسان کے لیے کتنا نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ اگر وہ فاران کو مار ڈالتا تو خود اس کی اپنی زندگی بھی تو ختم ہی ہوجاتی...... پھانسی یا پھر ساری عمر کی جیل...... وہی تو اپنی ماں اور بہنوں کا واحد سہارا تھا۔ شہزادی ایک بار پھر سے تنہا ہوجاتی...... اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ اس سے کوئی ایسی ویسی احمقانہ حرکت سرزد نہیں ہوئی جو بعد میں اس کی فیملی کے لیے ایک مصیبت بن جاتی۔ فاران کے گھر سے نکلنے کے بعد وہ شہزادی کو لے کر ایک پارک میں آگیا تھا۔ شہزادی کی حالت جو ناگفتہ بہ ہورہی تھی۔ رو، رو کر اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ خود عدیل کا حلیہ بھی اس لڑائی جھگڑے میں کافی بگڑ گیا تھا۔ ایسے میں اگر وہ لوگ سیدھے گھر چلے جاتے تو رخشندہ کا تو حال ہی برا ہوجاتا۔ کتنی ہی دیر وہ شہزادی کے ساتھ وہاں بیٹھا اسے نارمل کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ خوشگوار ماحول میں کولڈ ڈرنک اور برگر کھانے کے بعد شہزادی کا دل کچھ ٹھہرا تھا عدیل کی خوب صورت باتوں میں کھو کر وہ کافی بہل گئی تھی۔ پھر وہیں پر عدیل نے جب کل ہی اس کے اماں ابا سے ملنے کا پروگرام بنایا تو وہ کافی پریشان بھی ہوگئی۔

”عدیل پلیز اتنی جلدی نہیں...... اب تو زنیرا باجی بھی ہم لوگوں کے ساتھ نہیں چل سکتیں۔ تھوڑا سا انتظار کرلیں...... شاید فاران بھائی پھر کسی شوٹنگ پر چلے جائیں تو......“ عدیل نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔

”شہزادی پتا نہیں ہمارے آنے کے بعد تمہاری زنیرا باجی پر کیا گزری ہوگی۔ فاران جس طرح غصے سے پاگل ہورہے تھے مجھے ڈر ہے کہ انہوں نے زنیرا صاحبہ کے خلاف کوئی سخت ترین ایکشن نہ لے لیا ہو۔“ عدیل کافی فکرمند لگ رہا تھا۔

”ہائے نہیں عدیل، اللہ نہ کرے جو میری زنیرا باجی کے ساتھ کچھ برا ہوا ہو۔“ شہزادی نے ہول کر اسے دیکھا۔

”اسی لیے تو میں تمہیں سمجھانا چاہ رہا ہوں کہ... فی الحال انہیں اپنی میریڈ لائف کو سنبھالنے دو اگر ہم لوگوں نے دوبارہ انہیں اپنے معاملے میں انوالو کرنے کی کوشش کی تو انہیں فاران پھر دوبارہ معاف نہیں کریں گے۔ ابھی تو پھر بھی کچھ امید ہے۔“ فاران کی بات پر متفق ہو کر شہزادی نے سر ہلا دیا لیکن چہرے پر تفکرات کے سائے لرزاں تھے۔

”عدیل، مجھے زنیرا باجی کی وجہ سے کافی ڈھارس محسوس ہورہی تھی۔ ان کی وجہ سے شاید ابا میری باتوں پر یقین کرلیتے۔“ عدیل نے پیار سے اس کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

”شہزادی یقین جانو تمہاری سچائی ہی تمہارے لیے ڈھارس بن جائے گی اگر تم کوئی جھوٹی کہانی سنا رہی ہوتیں تو یقیناً تمہیں کسی کی مدد کی ضرورت پڑتی...... تمہیں جھوٹی گواہی ڈھونڈنے کی بھی ضرورت محسوس ہوتی... لیکن تمہاری بے گناہی تمہاری پاکیزگی ثابت کرنے کے لیے ہمیں کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ انشاء اللہ وہ ضرور تمہاری بات کا بھروسا کرلیں گے۔“ اور یوں عدیل کے اتنے سمجھانے پر وہ اس وقت لرزتے قدموں سے اپنے گھر کے دروازے پر آتو گئی تھی لیکن ہاتھ دستک دینے سے ڈر رہے تھے۔ تبھی اچانک ہی باہر جانے کے ارادے سے نکلتے ہوئے اجمل صاحب نے دروازہ کھول دیا...... ان کی نظر ایک دم ہی سامنے کھڑی شہزادی پر پڑی تھی۔ وہ دم بخود سے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھتے رہ گئے خود شہزادی بھی ان کے اتنے اچانک سامنے آجانے پر بے حد نروس ہوگئی تھی۔ منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل پایا تھا۔ عدیل بھی کچھ کنفیوزڈ ہوگیا تھا۔ دفعتاً شہزادی آگے بڑھی اور... بے اختیار جھک کر اجمل صاحب کے پیروں کو پکڑ لیا۔

”ابا میں بے بالکل بے گناہ ہوں...... خدا کے لیے میری بات سنے بغیر مجھے سزا مت دیجیے گا۔“ وہ گڑگڑا کر روتے ہوئے ان سے التجا کررہی تھی۔ اجمل صاحب جیسے ایک دم سے اپنے حواسوں میں واپس آگئے۔ انہوں نے گھبرا کر گلی میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ اتفاق سے چند چھوٹے بچوں کے علاوہ جو کچھ فاصلے پر کھیل میں مگن تھے اس وقت وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ انہوں نے بری طرح سے اسے جھٹکا دے کر اپنے پیروں سے ہٹایا اور تیزی سے دروازہ بند کرنا چاہا لیکن شہزادی ان سے بھی زیادہ تیزی سے دروازے کو دھکا دیتی ہوئی اندر آگئی۔ اجمل صاحب ذرا سا لڑکھڑا کر پیچھے ہٹے تھے۔ عدیل نے جلدی سے آکر دروازہ بند کرتے ہوئے انہیں ملتجی نظروں سے دیکھا۔

”انکل پلیز...... مجرم کو سزا دینے سے پہلے عدالت بھی اس کا بیان سنتی ہے...... آپ کی بیٹی... بے قصور ہے انکل۔“

”خبردار جو اپنی ناپاک زبان سے مجھے انکل کہا...... لے جاؤ اس گندگی کے ڈھیر کو یہاں سے...... مجھے اپنا گھر بھی پاک کرنا پڑے گا جو تم دونوں کی وجہ سے نجس ہوگیا ہے۔“ وہ بہت زور سے دہاڑے تھے۔ آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا تھا۔

”اوہ......“ عدیل نے اک گہری سانس لی۔

”تو یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ شہزادی میرے ساتھ گھر سے بھاگ گئی تھی۔“ تبھی اجمل صاحب کے چلاّنے پر انیسہ گھبرا کر کمرے سے باہر نکل آئیں اور پھر اچانک ہی ان کی نظر شہزادی پر پڑی تھی۔ وہ سکتے کے عالم میں اسے دیکھتی رہ گئیں۔ شہزادی بھی سامنے اپنی ماں کو کھڑا ہوا دیکھ کر بے قراری سے آگے بڑھی اور روتے ہوئے ان سے لپٹ گئی۔

”اماں میری اماں...... خدا کے لیے آپ تو میری بات کا یقین کریں...... میں کسی کے ساتھ نہیں بھاگی تھی۔ اماں پلیز مجھ سے ناراض مت ہوں میں آپ لوگوں کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اماں مجھے یہاں سے مت نکالو میں مرجاؤں گی۔“ وہ ہسٹریائی انداز میں چیخنے

ہوئے بے ہوش ہوکر ان کی بانہوں میں جھول گئی۔

امیمہ نے بے حد گھبرا کر اسے سنبھالنے کی کوشش کی جبکہ عدیل نے تیزی سے بڑھ کر اسے زمین پر گرنے سے پہلے ہی اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا تھا...... اجمل صاحب بھی سب کچھ بھول کر اس کی طرف لپکے۔

''کیا ہوگیا ہے میری بچی کو......؟'' وہ انتہائی پریشانی سے عدیل سے اسے برآمدے میں رکھے ہوئے پلنگ پر لٹاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''اجمل اگر میری شہزادی کو کچھ ہوگیا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ ارے سن تو لیتے کہ اس پر کیا گزری تھی۔'' امیمہ روتے ہوئے پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ عدیل بھی گھبرا کر اس کے رخساروں کو تھپتھپاتے ہوئے اسے پکار رہا تھا جبکہ اجمل صاحب ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ اسے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

''انکل آپ یقین کریں جب شہزادی آپ لوگوں کو چھوڑ کر گئی تھی تو اس وقت میں اس کو جانتا تک نہیں تھا۔ ملنا تو بہت دور کی بات ہے لیکن آج یہ میری بیوی ہے۔ میں ایک شریف فیملی کے گھر سے اسے عزت سے بیاہ کر لایا ہوں۔'' دفعتاً عدیل نے سر اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں انہیں مخاطب کیا تو اس کے لہجے کی سچائی نہ چاہتے ہوئے بھی اجمل صاحب کو اپنے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ تبھی شہزادی کے پپوٹوں میں ذرا سی جنبش ہوئی تھی۔

''شہزادی آنکھیں کھولو میری بچی...... تمہاری اماں ہمیشہ تمہارا ساتھ دے گی۔'' امیمہ نے اسے ہوش میں آتے دیکھا تو بے تابی سے اسے پکارتے ہوئے اس پر جھک گئیں۔ آنکھوں سے متواتر آنسو بہہ رہے تھے۔ شہزادی نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں تو اجمل صاحب جلدی سے اس کے پاس سے ہٹ کر تخت پر بیٹھ گئے۔

''اماں پلیز ابا سے کہیں کہ مجھے معاف کردیں۔'' شہزادی نے نقاہت سے کہتے ہوئے ان کی گود میں منہ چھپالیا۔ اپنی ماں کے آنسوؤں میں وہ ان کی کھوئی ہوئی ممتا ڈھونڈ چکی تھی۔

''وہ تمہیں معاف کرچکے ہیں شہزادی...... میں ان کا چہرہ پڑھنا جانتی ہوں۔'' امیمہ نے دزدیدہ نظروں سے سامنے سر جھکا کر بیٹھے ہوئے اجمل صاحب کو دیکھتے ہوئے بہت آہستگی سے کہا تھا۔ ان کا دل اپنے شوہر کی اس بے بسی پر کڑھ رہا تھا۔ جنہوں نے کبھی شہزادی کا منہ نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی۔ اس وقت شہزادی کی بے گناہی کی گواہی اس کا وہ شوہر دے رہا تھا جس نے ان لوگوں کی غیر موجودگی میں ان کی بیٹی کا ہاتھ تھاما تھا۔ ان کی شہزادی بنا ان لوگوں کی دعائیں لیے کسی اور کے گھر سے رخصت ہوئی تھی۔ اس سے بڑا بھلا کوئی اور ستم ہوسکتا تھا کسی ماں باپ کے لیے...... لیکن بہرحال ان کے دل میں بس یہ سکون ضرور تھا کہ ان کی بیٹی کسی کے ساتھ بھاگی نہیں تھی۔ اس کا ایک، ایک آنسو اس کی معصومیت کا گواہ بن کر انہیں اس بات کا اطمینان دلا گیا تھا...... پھر اس کے ساتھ آنے والا اس کا شوہر چہرے، مہرے اور بات چیت سے کسی شریف خاندان کا نوجوان لگ رہا تھا لیکن پھر بھی شہزادی نے اپنی نادانی کی وجہ سے ان لوگوں کو جس اذیت اور کرب سے دوچار رکھا تھا اس دکھ کو بس وہی لوگ سمجھ سکتے تھے، جن کی بیٹیاں ان کی عزت کو اپنے پاؤں تلے روند کر انہیں ذلت اور بدنامی کے ایسے اندھیروں میں چھوڑ کر جاتی ہیں جہاں وہ کسی سے آنکھیں ملانے کے بھی قابل نہیں رہتے۔ وہ تو اجمل صاحب نے اپنی فہم وفراست سے کام لے کر کسی کو بھی نہیں پتا چلنے دیا تھا کہ ان کے گھر پر وہ قیامت ٹوٹی ہے جس نے انہیں زندہ درگور کردیا۔

عام عورتوں کے برعکس امیمہ نے بھی اپنے شوہر کا مکمل ساتھ دیتے ہوئے اپنی کسی بھی بات سے اپنے خاندان اور جاننے والوں پر کبھی کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا حالانکہ دل اندر سے بالکل ختم ہوتا جارہا تھا، رو رو کر آنکھیں بھی خشک ہوچکی تھیں۔ رانی کو ہی اپنے گھر پر گزرنے والے اس سانحے کی خبر تھی، وہ بھی امیمہ نے اپنے گاؤں جانے سے پہلے سامان کی پیکنگ کے بہانے اسے گھر بلالیا تھا۔ فقیر محمد اسے چند گھنٹوں کے لیے ان کے پاس چھوڑ گیا تھا اور یہ چند گھنٹے رانی کے لیے اپنے اندر ایسے قیامت خیز لمحات چھپائے ہوئے تھے جن کی اذیت اس سے بالکل سہی نہیں جارہی تھی...... شہزادی کے یوں اچانک غائب ہوجانے کی خبر نے اس کے تو ہوش وحواس ہی اڑا کر رکھ دیے تھے۔ وہ یوں چلا، چلا کر روئی تھی کہ ماں، باپ کو اسے سنبھالنا مشکل ہوگیا تھا۔ خود ان دونوں کی اپنی حالت بھی دگرگوں تھی ان کے چھوٹے سے گھر میں ایک ماتم سا بپا تھا۔ ایک لڑکی کی عاقبت نااندیشی نے کیسے ان معصوم لوگوں کو آنسوؤں میں ڈبو کر ان سے ان کی خوشیاں بھی چھین لی تھیں۔ ابھی تو رانی نے اپنی زندگی کی نئی شروعات کو ڈھنگ سے سمجھا بھی نہیں تھا کہ ان کے خوشیوں بھرے رنگین دنوں پر ایک دم سے سیاہی بکھر گئی تھی۔ پھر اجمل صاحب نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے نہ جانے کتنی دیر تک رانی کو سمجھایا تھا۔

وہ معصوم کم سن سی لڑکی برستی آنکھوں اور سہمے ہوئے دل کے ساتھ اپنے ابا کی وہ تمام نصیحتیں سمجھنے کی کوشش کررہی تھی جس سے اس کے خاندان کی عزت بچ سکتی تھی۔ کتنے بڑے امتحان میں ڈال دیا تھا شہزادی نے اسے کہ اتنی بڑی خبر کو اسے ہمیشہ اپنے دل میں چھپا کر پہلے کی طرح ہنسنا بولنا تھا۔ اپنی بہن کی فرضی شادی میں گاؤں نہ جانے کا بس صرف تھوڑا سا افسوس ظاہر کر کے اپنی زندگی میں مگن ہوجانا کوئی آسان بات نہیں تھی لیکن اسے یہ ایکٹنگ بھی کرنا تھی اور ابھی فقیر محمد کے آنے سے پہلے، پہلے اسے اپنے آپ کو بالکل نارمل بھی کرنا تھا...... اور اس وقت امیمہ کو وہ تمام باتیں یاد آئیں تو ان کی گود میں منہ چھپائے شہزادی کو ایک دم اپنے سے الگ کردینے کو دل چاہنے لگا...... بے اختیار ہی محبت کی جگہ غصے نے لے لی تھی لیکن پھر ایک سہمی ہوئی سی خوفزدہ چڑیا کے مانند ان کی ممتا کی چھاؤں میں پناہ لیتی ہوئی اپنی اس بیٹی پر ترس بھی آنے لگا۔

''جاؤ بیٹا، اپنے ابا کے پاس جا کر سب باتیں پوری سچائی کے ساتھ بتادو...... جو داغ وہ اپنی نیک نامی پر تمہاری وجہ سے لگا ہوا محسوس کررہے تھے اب اس کو تم اپنی بے گناہی ثابت کر کے ہی مٹا سکتی ہو۔'' انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں اس سے کہا تو عدیل نے بھی فوراً ہی آنکھ کے اشارے سے اسے اجمل صاحب کے پاس جانے کا اشارہ کیا تھا۔ شہزادی آہستہ سے اٹھی لیکن اجمل صاحب کے پاس جانے کے بجائے وہ ایک دم اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ سب ہی نے حیران ہوکر اسے اندر کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ امیمہ گھبرا کر اس کے پیچھے جاتیں وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ اس بار اس کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا۔ وہ آہستگی سے آ کر اجمل صاحب کے نزدیک بیٹھ گئی۔

''ابا میں جانتی ہوں آپ کا مجھ پر سے اعتبار اٹھ چکا ہے لیکن آپ کو اس بات پر ہمیشہ یقین رہے گا کہ میں قرآن ہاتھ میں لے کر کبھی جھوٹ نہیں بول سکتی...... ابا میں اس قرآن کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اس روز ہوٹل سے صرف اپنے غصے اور فقیر محمد کی مذاق اڑاتی ہوئی نگاہوں کی وجہ سے نکلی تھی...... میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں ابا جو صرف ایک محبت کی خاطر اتنی محبتوں کا خون کردیتی ہیں...... اپنے پیارے رشتوں کو دنیا کے سامنے جینے کے قابل ہی نہیں چھوڑتیں...... ابا ایسی کوئی بات نہیں تھی اور ابا آپ کی بیٹی محفوظ ہاتھوں میں رہی ہے۔ میں نے آپ کی عزت پر کوئی حرف نہیں آنے دیا۔'' آخری

جملہ کہتے ہوئے وہ بے اختیار روتے ہوئے اجمل صاحب کے گلے لگ گئی۔ عدیل نے اس کے ہاتھ سے قرآن پاک لے لیا۔ اجمل صاحب کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی برسات ہو رہی تھی...... پھر عدیل نے تفصیل سے شہزادی کے ہوٹل سے نکلنے کے بعد کے تمام واقعات ان لوگوں کو بتاتے ہوئے اجمل صاحب سے یہ التجا بھی کہ وہ اب چل کر اس کی امی سے بھی مل لیں لیکن ان پر کچھ ظاہر نہیں کریں کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ شہزادی کی عزت... بھی اس کی ماں کی نظروں میں کم ہو...... جب عدیل انہیں یہ سب تفصیل بتا رہا تھا تو شہزادی کی تشکر آمیز نگاہیں جیسے اس کے چہرے کی بلائیں لے رہی تھیں...... اسے عدیل کسی فرشتے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

شوہر بننا کسی مرد کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہوتی لیکن کسی عورت کی چھوٹی، چھوٹی سی خوشیوں کا ضامن بن جانا، اس کی عزت کا محافظ بن کر دنیا کے سامنے اس کے لیے ڈھال بن جانا...... یہ ہر مرد کے بس کی بات نہیں ہوتی اور وہ کتنی خوش قسمت تھی کہ اسے صرف شوہر نہیں بلکہ اپنی زندگی کا بہت سچا اور بے لوث محبت کرنے والا ساتھی ملا تھا...... گھر چھوڑنے کے بعد اگر زنیرا اور پھر عدیل جیسے لوگ نہ ملتے تو اپنی نادانی و ناسمجھی سے اٹھائے ہوئے قدموں کی وجہ سے وہ نہ جانے کن ہاتھوں میں پڑ گئی ہوتی...... شہزادی نے ایک جھرجھری لے کر سوچا تھا اور اس کے ساتھ ہی زنیرا کی یاد ایک فکر بن کر اسے پریشان کر گئی...... پتا نہیں ان پر اس دن ان لوگوں کے چلے آنے کے بعد کیا گزری تھی۔

☆☆☆

''تم ابھی اور اسی وقت اپنا سامان پیک کرو...... ہم لوگ رات کی فلائٹ سے کراچی جا رہے ہیں۔'' فرحان کو بہلا کر جب وہ کمرے میں آئی تھی تو فاران نے بہت درشت لہجے میں اپنا حکم اسے سنایا تھا۔

''نہیں فاران میں آج تو کیا... فی الحال ایک مہینہ کہیں نہیں جا سکتی۔ بچوں کے ایگزام نزدیک آ رہے ہیں۔'' زنیرا نے بہت نارمل انداز میں ایسے جواب دینے کی کوشش کی گویا فاران کوئی تفریحی پروگرام بنا رہا ہو حالانکہ اس کا دل اندر سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

''شٹ اپ......'' فاران بری طرح سے دہاڑا تھا...... ''بچوں کی آڑ لے کر فضول بہانے بنانے کی ضرورت نہیں...... تم کیا سمجھتی ہو شہزادی کو مجھ سے چھین کر تم دوبارہ میری زندگی میں واپس آ جاؤ گی...... ارے تم تو شہزادی کے آنے سے پہلے ہی میرے لیے مر چکی تھیں۔ بس میں بچوں کی خاطر تمہاری لاش کو دفنانے سے ڈر رہا تھا...... لیکن اب میرا فیصلہ اٹل ہے' میں کسی کی بھی خاطر جبر کی زندگی نہیں گزار سکتا...... سمجھیں تم......؟'' فاران کا ایک' ایک جملہ زنیرا کے دل پر کوڑے کے مانند لگ رہا تھا۔

''فاران میں آپ کی نفرت اتنے عرصے سے صرف اس آس پر سہتی رہی ہوں کہ شاید آپ کے دل میں میری سوئی ہوئی محبت دوبارہ جاگ اٹھے لیکن......'' وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر بے اختیار رو دی۔

''اب مجھے تم سے نہ محبت رہی ہے اور نہ ہی نفرت محسوس ہو رہی ہے، کوئی بھی احساس باقی نہیں رہا تمہارے لیے میرے دل میں...... آج میں جس اذیت سے گزر رہا ہوں اس کے بعد اب میرے لیے غم اور خوشی دونوں ہی کوئی معنی نہیں رکھتے......'' ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے بے اختیار اس کی آواز بھرا گئی۔ زنیرا نے بہت بے بسی سے اسے دیکھا...... کتنی سفاکی سے فاران نے اپنے الفاظ سے اس کی روح تک میں گھاؤ ڈال دیے تھے لیکن پھر بھی اس وقت فاران آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھ کر نہ جانے کیوں بے اختیار اس کا دل چاہنے لگا کہ وہ

اپنے اس بے درد محبوب کو اپنے گلے سے لگا کر اس کی آنکھوں کے آنسو اپنی آنکھوں میں اتار لے...... اپنے دل کو مضبوط کر کے اس سے شہزادی کے بچھڑ جانے کا دکھ بھی بانٹنے کو وہ تیار تھی لیکن اس بے مہر نے تو اسے اپنے آپ سے اتنا دور کر لیا تھا کہ وہ تو اب اس کے سائے کو بھی نہیں چھو سکتی تھی۔ آخر وہ ایسا کیا کرے کہ اس کا فاران اس کے پاس واپس لوٹ آئے...... زنیرا نے بہت بے بسی کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں کو مسلتے ہوئے سوچا تھا۔

''کل کراچی میں' اپنے اور تمہارے گھر والوں کے سامنے میں اپنا فیصلہ سناؤں گا۔'' فاران نے مزید اسے مخاطب کیا تو اس کا دل دھک سے ہو گیا۔

''نہیں فاران...... پلیز آپ اتنی جلد بازی سے کام مت لیجیے...... کسی سے بھی کچھ مت کہیے...... میں بے شک بچوں کے ساتھ کراچی میں رہ لوں گی لیکن کم از کم میرے پاس ایک آس تو رہے گی کہ شاید آپ کبھی مجھے واپس مل جائیں۔'' بے چارگی سے کہتے ہوئے وہ بے اختیار رو دی۔

''ہونہہ...... تم نے قدم، قدم پر میری آس...... میری تمناؤں کا خون کیا ہے تو پھر تمہیں بھی کسی آس کے ساتھ جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ چلو میں اس قصے کو ابھی تمام کر دیتا ہوں، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی۔'' فاران کے بالکل اچانک کہے گئے یہ جملے ایک بم کی طرح جیسے زنیرا کے وجود کے پرخچے اڑا گئے، وہ سکتے کے عالم میں پھٹی، پھٹی نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ پورا کمرا اسے گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا...... اپنی چیخ روکنے کے لیے اس نے بہت مضبوطی سے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا ہوا تھا...... ایک بہت ہی ناقابلِ یقین کیفیت سے دوچار ہو رہی تھی وہ اس وقت......

''ہو گئی تسلی تمہیں کہ اب میں تمہیں کبھی واپس نہیں مل سکتا......'' فاران نے اپنی سرخ ہوتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اسے غصیلی نظروں سے دیکھا۔ اس وقت وہ اپنے آپے میں لگ ہی نہیں رہا تھا...... اپنے خوابوں کے چکنا چور ہونے کا بدلہ لے کر بھی جیسے اسے چین نہیں آ رہا تھا...... وہ زنیرا کی غیر ہوتی ہوئی حالت کا نوٹس لیے بغیر اسے مزید کچوکے دینے پر آمادہ تھا...... زنیرا کا پورا جسم کانپ رہا تھا اس نے زور سے فاران کو پکارا لیکن اس کے منہ سے آواز ہی نہیں نکلی۔

''اب ہمارے درمیان وہ کاغذی اور شرعی رشتہ بھی نہیں رہا جو مجھے ہر لمحہ گھٹن کا احساس دلاتا رہتا تھا۔ جاؤ اب جا کر تھوڑی بہت پیکنگ کر لو...... فلائٹ میں زیادہ وقت نہیں ہے۔ باقی سامان میں بعد میں بھجوا دوں گا...... اور ہاں بچوں کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا' وہ تمہارے پاس ہی رہیں گے، میں ہر مہینے ان سے ملنے آ جایا کروں گا۔'' فاران کا چہرہ بالکل سرخ ہو رہا تھا اور ماتھے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ زنیرا لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ دروازے کی جانب بڑھی تو فاران کی آواز پر ایک لمحے کو اس کے پیر تھم گئے۔ کتنا درد تھا فاران کے لہجے میں......

''پتا نہیں اس کے چھن جانے کے بعد میں کبھی خوش رہ بھی سکوں گا یا نہیں...... لیکن ایک بات یاد رکھنا اس کی محبت اس کی یادیں تم کیا کوئی بھی مجھ سے نہیں چھین سکتا۔'' زنیرا کو اس کے الفاظ زہر میں بجھے ہوئے تیر کے مانند اپنے دل پر لگتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اتنی بڑی قیامت اس پر توڑ کر بھی فاران کو اس پر ذرا بھی رحم نہیں آ رہا تھا۔ اس کے آنسوؤں کا کرب، اس کی اتنی تڑپ کچھ بھی تو فاران کو نظر نہیں آ رہا تھا بلکہ وہ اس وقت بھی شہزادی کے غم میں ماتم کناں تھا...... اس کی یادوں میں زندہ رہنے کی باتیں کر رہا تھا۔ زنیرا کے صدمے سے چُور دل میں غصے کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں۔ وہ ایک جھٹکے سے اس کی طرف مڑی...... بہت ہی سخت جملہ کہنے

کے لیے لب کھولے لیکن اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ فاران سینے کو دونوں ہاتھوں سے تھامے قالین پر گر رہا تھا...... پسینہ پانی کی طرح اس کے چہرے کو بھگو رہا تھا...... زنیرا سب کچھ بھول کر اس کی طرف لپکی اس وقت تک وہ نیچے گر چکا تھا...... زنیرا نے گھبرا کر اس کے پسینے سے شرابور چہرے کو اپنے دوپٹے سے پونچھتے ہوئے اسے زور سے پکارا لیکن فاران کی بند آنکھوں میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆

کمرے میں بچھی ہوئی سفید چاندنی پر عورتیں بیٹھی ہوئی قرآن پڑھ رہی تھیں۔ زنیرا وہیں دیوار سے ٹیک لگائے خالی، خالی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے نزدیک ہی بیٹھی ہوئی راحیلہ اور ساجدہ باجی کے آنسو نہیں تھم رہے تھے...... اپنے بھائی کی اس اچانک موت نے انہیں صدمے کی شدت سے بے حال کیا ہوا تھا۔ ان کا بے قراری سے رونا کسی سے دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ ذیشان بھائی بھی اپنے چھوٹے بھائی کے یوں ایک دم مرجانے کو برداشت نہیں کر پا رہے تھے...... ابھی دو دن پہلے تو فاران نے سوئٹزرلینڈ ...... سے انہیں فون کر کے بتایا تھا کہ وہ لاہور پہنچتے ہی انہیں فوراً اپنے پاس بلوالے گا۔ کتنی چہکتی ہوئی سی آواز تھی اس کی...... خوشی سے معمور لہجہ اب بھی ان کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

”ذیشان بھائی اتنے دنوں سے آپ کو نہیں دیکھا ہے، بس میرے آتے ہی آپ بھی لاہور آجایئے گا...... میں اپنی زندگی کی کچھ خوشیاں آپ سے شیئر کرنا چاہتا ہوں۔“

اس کے جملے یاد آتے ہی ذیشان کے دل میں ہوک سی اٹھی اور وہ بے اختیار ہو کر زور سے رو دیے...... روشانہ کا تڑپنا بھی سب کا دل کاٹے دے رہا تھا۔ اپنے پاپا کو بار بار پکارتے ہوئے وہ نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔ فرحان سہما ہوا سا اپنی نانی کی گود میں دبکا سب کی آہ و فغاں کو سن رہا تھا۔ سلیم صاحب اپنی بیٹی کے یوں اچانک اجڑ جانے پر بالکل ہی ٹوٹ گئے تھے...... پتا نہیں ان کی بیٹی کی اتنی رشک آمیز زندگی کو کس کی نظر لگ گئی تھی۔ یہ جملے جب زنیرا کو گلے لگاتے ہوئے انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا تو زنیرا نے بہت اداسی سے اپنے باپ کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا کہ لاعلمی، آگاہی کے کرب سے کتنی زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ کل سے آج تک کا وقفہ اسے سالوں پر محیط لگ رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ صدیوں کی مسافت ایک دن میں طے کر آئی ہو۔ کیا کچھ نہ سہہ لیا تھا، اس نے اتنے سے وقت میں......

فاران کو شدید ہارٹ اٹیک ہوا تھا اسپتال لے جانے کی نوبت ہی نہیں آسکی تھی۔ حالانکہ ڈاکٹرز اور ایمبولینس فوراً ہی گھر پہنچ گئے تھے لیکن فاران ان کے آنے سے قبل ہی زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔ وہ سکتے کے عالم میں اپنے سامنے ابدی نیند سوئے ہوئے فاران کو دیکھ رہی تھی۔

”اگر آپ کو ہمیشہ کے لیے جانا ہی تھا تو فاران مجھ سے اپنی بیوی کی حیثیت سے الوداع کہنے کا حق تو نہ چھینتے...... صرف چند ہی لمحوں کی تو بات تھی۔“ زنیرا نے اس کے بے جان چہرے کو بہت شکایتی نظروں سے دیکھا...... ”فاران آپ کی اتنی اچانک موت مجھے صدمے سے چور کیوں نہیں کر رہی...... میں تو آپ کی معمولی سی بیماری سے دہل جاتی تھی...... آپ بہت بدقسمت ہیں فاران اتنے سالوں کا ساتھ آپ نے مرنے سے صرف چند منٹ پہلے ہی ختم کر دیا وہ بھی اس لڑکی کے عشق میں جو اپنی نئی زندگی میں مگن ہے۔ کچھ دیر پہلے آپ نے مجھ پر جو قیامت توڑی ان تین الفاظ نے میرے دل کو اندر سے ختم کر دیا ہے کہ اب اس میں آپ کی موت کا غم بھی نہیں رہا...... ہاں یہ صدمہ ضرور ہو رہا ہے کہ آپ کے آخری جملوں میں میرے لیے سوائے نفرت کے اور کچھ نہیں تھا۔“ وہ بے آواز رو رہی تھی۔

”بے شک آپ مجھ سے نفرت کا اظہار کرتے میں پھر بھی آپ کی پجارن بنی رہتی لیکن آپ نے اپنی آخری سانسیں شہزادی کو پکارتے ہوئے لی ہیں اس کے لیے میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ آپ مجھے کراچی لے جانا چاہ رہے تھے ناں...... تاکہ سب کے سامنے یہ اعلان کر سکیں کہ آپ نے مجھے طلاق دے دی ہے تو کراچی تو مجھے جانا ہی ہوگا لیکن مطلقہ بن کر نہیں بلکہ آپ کی بیوہ بن کر...... شکر ہے اس طلاق کا گواہ کوئی نہیں...... آپ کی اس نام نہاد حسین رفاقت اور خوب صورت زندگی جس پر سارا خاندان مجھ پر رشک کرتا تھا اس بھرم کو میں ہمیشہ بنا کر رکھوں گی ورنہ آپ نے تو مجھ سے دنیا والوں کے سامنے سر اٹھا کر جینے کا حق بھی چھین لیا...... میں کیسے سب کی تمسخر اڑاتی نگاہوں کا سامنا کرتی...... میرے ماں، باپ جو میری زندگی پر فخر کیا کرتے ہیں وہ جیتے جی مرجاتے...... اب کم از کم میں عزت کے ساتھ تو جیوں گی۔ لوگ ہمیشہ میری خوشیوں میری شاندار زندگی اور میرے شوہر کی سچی محبت کی مثال دیتے رہیں گے۔ کسی کو بھی نہیں پتا چلے گا فاران کہ مرنے سے بس چند لمحے پہلے ہی آپ نے مجھے طلاق دے کر اپنی نفرت کی انتہا بتا دی تھی۔ فاران میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ کی موت میں میری عزت چھپی ہوئی ہوگی۔“ یہ سوچ ایک عجیب سی خوشی بن کر جب اس کے دل میں چھائی تو اس نے بے اختیار گھبرا کر اپنے سر کو جھٹکا دیا تھا۔

فاران کے انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی تھی۔ پوری فلم انڈسٹری تو جیسے ہل کر رہ گئی تھی۔ خاص کر پروڈیوسرز تو بے حد شاک میں تھے فاران کی موت سے زیادہ انہیں فلموں کی فکر پڑ گئی تھی۔ کچھ ہی گھنٹوں میں اس کے میکے اور سسرال والے اس کے پاس پہنچ گئے تھے۔ آہ و بکا سے اس گھر کے در و دیوار لرز رہے تھے...... فاران کی اس اچانک جوان موت کو کسی کا ذہن قبول نہیں کر رہا تھا۔ بس ایک زنیرا تھی جو اپنی خشک آنکھوں اور منجمد ہوتے ہوئے ذہن کے ساتھ بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ سب لوگ اسے رُلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ زنیرا کا دل چاہا وہ چیخ، چیخ کر سب کو بتائے کہ فاران اپنے آخری لمحات میں اسے اتنا رُلا کر گیا ہے کہ اب اس کے پاس آنسوؤں کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے۔ تبھی اسے سامنے سے شہزادی آتی ہوئی نظر آئی۔ سیاہ چادر میں اپنے چاند کی طرح چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ انتہائی خوب صورت لگ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی زنیرا کے کانوں میں فاران کی آواز کی بازگشت گونجنے لگی۔

”میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی...ہاں اس کی محبت اس کی یادیں مجھ سے تم تو کیا کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔“

زنیرا کا دل جیسے پھٹنے لگا...... اس کے شوہر نے اس لڑکی کے عشق میں ڈوب کر اس کے چھن جانے کے غم میں اسے طلاق دی تھی۔ وہ شہزادی کی محبت...... اس کی یادیں اپنے دل میں بسا کر موت کی آغوش میں گیا تھا پھر بھلا وہ کیسے اس سے اپنے شوہر کا پُرسہ لیتی...... اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

”میری طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے امی، مجھے کمرے میں لے چلیے......“ اس کا ہذیانی انداز سب کو پریشان کر گیا...... وہ اپنی امی اور فاران کی بھابی کے سہارے اٹھ کر کمرے میں آگئی تھی۔ چہرے سے اس نے اپنے ہاتھ ہٹائے ہی نہیں تھے۔ بس وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ شہزادی اس کے قریب آ ہی نہیں سکی۔ بس اپنی باجی کی اس حالت پر وہ وہیں کچھ دیر بیٹھی آنسو بہاتی رہی پھر واپس لوٹ گئی اسے پتا بھی نہیں چلا کہ اس کی باجی جو اس سے بے حد پیار کرتی تھیں اب اس کی صورت تک دیکھنے کی روادار نہیں۔ زنیرا اپنے بیڈ پر آکر کچھ خاموش

ہوئی تو اس کی امی نے سکون کی سانس لی ورنہ وہ تو بیٹی کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا ہی گئی تھیں۔ تبھی روشانہ بے حد پریشان اور خوفزدہ سی اس کے پاس چلی آئی۔

''مما...... آپ ٹھیک ہیں ناں...... بابا کی طرح آپ تو نہیں جائیں گی ناں......'' وہ زنیرا سے لپٹ کر زور، زور سے رونے لگی تو زنیرا نے بے اختیار اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

''نہیں میری جان، میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ اب میں تمہارے اور فرحان کے لیے تمہاری مما بھی ہوں اور بابا بھی۔'' اور فاران کے انتقال کے بعد پہلی بار وہ پھوٹ، پھوٹ کر رو دی۔ فرحان بھی سہما ہوا اس کے پاس چلا آیا۔ دونوں بچوں کو لپٹائے وہ نہ جانے کتنی دیر تک روتی رہی کسی نے بھی اسے چپ کرانے کی کوشش نہیں کی کہ سب ہی یہی چاہتے تھے کہ اتنی دیر سے اس کے دل پر چھایا شدید صدمے کا غبار آنسوؤں کے ذریعے نکل جائے۔ اسی شام اجالا کا فون اس کے پاس آگیا۔

''زنیرا یہ کیا ہوگیا...... فاران ایسے اچانک کیسے چلا گیا......؟'' اجالا کی آواز آنسوؤں سے بوجھل تھی...... زنیرا کا دل چاہا کہ ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اس سے وہ سب کچھ شیئر کرے جو وہ ایک بوجھ کی طرح اپنے دل پر اٹھائے ہوئے تھی...... لیکن نہیں...... اب اسے زندگی کا یہ سب سے بڑا راز اپنے ساتھ قبر تک لے جانا تھا۔ یہ صرف اس کے اور فاران کے درمیان تھا اور فاران اب کبھی واپس لوٹ کر کسی کو کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔ اس نے دراز کھول کر اس میں رکھی ہوئی وہ ڈائمنڈ کی رنگ نکالی جو اسے فاران کی سائڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی ملی تھی اور وہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ وہ یہ کس کے لیے لایا تھا۔

''اجالا بس وہ اچانک چلے گئے، وہ سوئٹزرلینڈ سے میرے لیے ڈائمنڈ کی رنگ لے کر آئے تھے اتنے دنوں بعد وہ مجھے بالکل پہلے جیسے لگ رہے تھے ویسی ہی محبت، وہی والہانہ انداز...... انہوں نے بہت پیار سے مجھے رنگ پہناتے ہوئے دوبارہ نئی زندگی شروع کرنے کی باتیں کی تھیں لیکن لمحوں میں سب ختم ہوگیا...... اجالا اب یہ رِنگ ان کی یاد بن کر ہمیشہ میری انگلی میں رہے گی۔'' وہ بری طرح سے روتے ہوئے اپنے آپ کو جھوٹ کی اس خوب صورت دنیا میں پہنچا ہوا محسوس کررہی تھی۔ آس پاس بیٹھی ہوئی عورتیں جن میں اس کی ماں بھی شامل تھیں اس کی اس ٹریجڈی کو سنتے ہوئے آنسو بہارہی تھیں لیکن اجالا اس کے ایک، ایک لفظ میں پروئے ہوئے جھوٹ کو اچھی طرح سے محسوس کررہی تھی۔ اتنے عرصے سے وہ زنیرا کے دکھوں میں شریک رہی تھی۔ فاران کی بے اعتنائی، اس کی نفرت کی شدت کو اچھی طرح سے دیکھا اور سمجھا تھا...... زنیرا کی وہ واحد راز دار تھی جس سے اس نے اپنے آنسو شیئر کیے تھے...... اور اجالا یہ بھی جان رہی تھی کہ زنیرا جس رِنگ کا ذکر کررہی ہے وہ فاران کس کے لیے لے کر آیا ہوگا...... وہ چپ چاپ اس کی باتیں سنتے ہوئے آنسو بہاتی رہی...... فاران کی موت خود اس کے لیے بھی تو ایک ایسا سانحہ تھا جس نے اس کا دل چیر کر رکھ دیا تھا۔ فون بند کرکے برستی آنکھوں کے ساتھ اس نے سوچا۔

''زنیرا میں جانتی ہوں کہ فاران نے آکر تم کو اپنے رویے سے جیتے جی مار دیا ہوگا لیکن میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ خود بھی اپنے دکھ دل میں چھپائے یوں اچانک چپ چاپ چلا جائے گا۔ چلو اچھا ہے کہ تم اپنی زندگی کے اس تاریک باب پر ایک بہت حسین جگمگاتا خوشیوں بھرا کور چڑھا کر اسے دنیا کو دِکھا رہی ہو۔'' اجالا جب یہ سب کچھ سوچ رہی تھی تو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ زنیرا کے اس جھوٹ میں چھپا اس کی زندگی کا سب سے کڑوا سچ وہ کبھی نہیں جان پائے گی جو فاران کے ساتھ اس کی قبر کی تاریکیوں میں گم ہوگیا ہے۔

(ختم شد)